DDUR201DCT

قواعد وانشا

ڈپلوما اِن اردو

(دوسرا سمسٹر)

چوتھا پرچہ

مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد-500032، تلنگانہ، بھارت

© Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
Course: Qawayad-o-Insha
ISBN: 978-81-994387-8-1
First Edition: October 2025

Publisher	:	Registrar, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
Publication	:	2025
Copies	:	1000
Price	:	155/- (The price of the book is included in admission fees of distance mode students)
Copy Editing	:	Dr. Md Nehal Afroz/Dr. Mohd Jafar, CDOE , MANUU
Cover Designing	:	Dr. Mohd. Akmal Khan, CDOE, MANUU
Printer	:	Print Time & Business Enterprises, Hyderabad

Qawayad-o-Insha

Paper IV

Diploma in Urdu 2nd Semester

Centre for Distance and Online Education
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TG), India
*Director:*dir.dde@manuu.edu.in*Publication:*ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

© All rights reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission from the publisher (registrar@manuu.edu.in)

مدیر

پروفیسر نکہت جہاں
مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

معاون مدیر

پروفیسر محمد نسیم الدین فریس
سابق ڈین اسکول آف لینگویجز و صدر شعبہ اردو
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مجلس اِدارت

پروفیسر نکہت جہاں
مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

پروفیسر محمد نسیم الدین فریس
سابق ڈین اسکول آف لینگویجز و صدر شعبہ اردو
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

ڈاکٹر ارشاد احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، اردو
مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

ڈاکٹر محمد نہال افروز
اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول) / گیسٹ فیکلٹی
مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

ڈاکٹر محمد اکمل خان
اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول) / گیسٹ فیکلٹی
مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

ڈاکٹر محمد جعفر
اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول) / گیسٹ فیکلٹی
مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

کورس کو آرڈی نیٹر

پروفیسر نکہت جہاں، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مصنفین	اکائی نمبر
ڈاکٹر محمد نہال افروز، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مانو، حیدرآباد	اکائی 1،2،3،4
ڈاکٹر رفعت سلطانہ، سابق صدر، شعبہ اردو، ونیتا مہاودیالیہ، حیدرآباد	اکائی 5
پروفیسر نکہت جہاں، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مانو، حیدرآباد	اکائی 6،14
پروفیسر محمد نسیم الدین فریس، سابق صدر، شعبۂ اردو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد	اکائی 7،16
پروفیسر سید محمود کاظمی، شعبہ ترجمہ، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد	اکائی 8
ڈاکٹر محمد جعفر، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مانو، حیدرآباد	اکائی 9
پروفیسر فضل اللہ مکرم، صدر شعبہ اردو، حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی، حیدرآباد	اکائی 10
پروفیسر آمنہ تحسین، صدر شعبہ مطالعات نسواں، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد	اکائی 11
ڈاکٹر بی بی رضا خاتون، اسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد	اکائی 12
پروفیسر یوسف سرمست، سابق صدر، شعبہ اردو، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد	اکائی 13
پروفیسر عبدالحمید اکبر، سابق صدر، شعبہ اردو، خواجہ بندہ نواز یونیورسٹی، گلبرگہ	اکائی 15

فہرست

کورس کا تعارف : کورس کوآرڈی نیٹر		06
بلاکI		
اکائی1	اسم	09
اکائی2	ضمیر	23
اکائی3	صفت	32
اکائی4	فعل	40
بلاکII		
اکائی5	حروف کا بیان	54
اکائی6	جنس اور تعداد	63
اکائی7	جملے کی اقسام	75
اکائی8	محاورے، کہاوتیں، سابقے لاحقے، مترادف اور متضاد الفاظ	92
بلاکIII		
اکائی9	خطوط نویسی	108
اکائی10	درخواست نویسی	123
اکائی11	مضمون نویسی	136
اکائی12	انشا پردازی	145
بلاکIV		
اکائی13	عبارت آرائی	159
اکائی14	اردو املا	173
اکائی15	صنائع وبدائع	184
اکائی16	پڑھنے کا طریقہ	196
نمونہ امتحانی پرچہ		211

پیغام

پروفیسر سید عین الحسن
شیخ الجامعہ (مانو)

گزشتہ چند برسوں کے دوران یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ غیر اردوداں طبقے میں اردو سیکھنے کا رجحان بڑھتا جارہاہے جس کے نتیجے میں شائقین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ نئی نسل اردو ادب سے بالخصوص اردو شاعری سے دلچسپی رکھتی ہے۔ آج اردو شاعری کو بہتر انداز سے سمجھنے اور اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لیے نوجوان اور باذوق لوگ اردو سیکھنا چاہتے ہیں۔ اردو کی وہ نئی نسل، جس نے انگلش میڈیم اسکولوں میں تعلیم حاصل کی ہے لیکن اردو نہیں جانتی، وہ بھی اردو سیکھنا چاہتی ہے۔ اردو زبان کے شائقین اور اردو سیکھنے کے خواہشمند افراد کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن نے "ڈپلوما ان اردو" کا نصاب ترتیب دیا ہے۔ یہ ایک فاصلاتی طرز کا پروگرام ہے جسے اساتذہ نے بہ حسن خوبی انجام دیا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ CDOE کے معاونین کی انتھک اور مخلصانہ کاوشوں کی بدولت "ڈپلوما ان اردو" کا اکتسابی مواد تیار ہو سکا۔ میں ان سب کو دلی مبارک باد دیتا ہوں، ساتھ ہی اردو سیکھنے کے شائقین کو دعوت دیتا ہوں کہ آیئے مانو کے اس فاصلاتی پروگرام کے ذریعے اردو زبان سیکھیے اور اردو کے اس نصاب کے مدِ نظر اپنے ذوق سلیم کی تربیت کیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ اکتسابی مواد اردو زبان سیکھنے میں معاون ثابت ہوگا۔ مزید یہ کہ اس حوالے سے آپ نہ صرف اردو زبان سے واقف ہوں گے بلکہ اردو کے علمی، ادبی اور ثقافتی ورثے سے بھی شناسائی حاصل کریں گے جس کی روح ہندوستانی ہے۔

پیغام

پروفیسر محمد رضاء اللہ خاں
ڈائرکٹر CDOE(مانو)

دور حاضر میں فاصلاتی طرز تعلیم کو ساری دنیا میں ایک نہایت کارآمد اور مفید طریقہ تعلیم کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ بڑی تعداد میں لوگ اس طریقہ تعلیم سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اردو آبادی کی تعلیمی صورتِ حال کے پیش نظر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے اپنے قیام کے روز اول ہی سے اس طرزِ تعلیم کو اپنایا۔ چنانچہ مانو کے مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم (سنٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن) کے تحت یو.جی، پی.جی، بی ایڈ، ڈپلوما اور سرٹیفکٹ کورسوں پر مبنی جملہ (19) پروگرام نہایت کامیابی سے چلائے جارہے ہیں۔ جن کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔ مانو کے مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم کے تحت پیش کیا جانے والا نیا تعلیمی پروگرام "ڈپلوما ان اردو" ہے۔ اس کا آغاز اسی سال (2025) سے ہو رہا ہے۔

یہ پروگرام بنیادی طور پر غیر اردو داں طبقے کے لیے شروع کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کا خود اکتسابی مواد تیار کرنے والے ماہرین نے غیر اردو داں طبقے کے ذہن و مزاج اور اکتسابی دشواریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش نظر اکتسابی مواد تیار کیا ہے تاکہ غیر اردو داں افراد کو اردو سیکھنے میں دقت نہ ہو اور وہ آسانی سے اردو زبان سیکھ لیں۔ میں اکتسابی میں مواد لکھنے والے اساتذہ اور ماہرین کو صمیم قلب سے مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تدریسی مواد، اردو زبان سیکھنے کے خواہشمند افراد میں اردو کی لسانی مہارتوں (سمجھنا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا) کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہوگا۔

کورس کا تعارف

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (مانو)ہندوستان کی ایک اہم مرکزی یونیورسٹی ہے جس کا قیام 1998 میں پارلیمنٹ کے ایک خصوصی ایکٹ کے ذریعے عمل میں آیا۔مانو کو ملک کی دیگر جامعات کے مقابلے میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ یونیورسٹی اردو ذریعہ تعلیم (اردو میڈیم)کی یونیورسٹی ہے جو اردو زبان میں روایتی اور فاصلاتی طرز پر اردو آبادی کو اعلیٰ پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم فراہم کررہی ہے۔اس یونیورسٹی کو جو مینڈیٹ دیا گیا ہے اس کے تحت اس کے قیام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اردو زبان کی ترویج وترقی ہے۔

مانو کے تمام روایتی اور فاصلاتی طرز کے پروگراموں اور کورسوں میں یہ مقصد زیریں لہر کی طرح کار فرما ہے۔یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ عہد حاضر میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی اردو زبان کو ادب کے علاوہ سوشل سائنس اور سائنس کی مختلف شاخوں، کامرس اور بزنس مینجمنٹ کمپیوٹر سائنس اور انجینئرنگ، قانون اور صحافت جیسے عصری علوم سے جوڑنے میں نہایت طاقتور اور متحرک کردار ادا کررہی ہے۔اس میں باقاعدہ روایتی طرز تعلیم کے شعبوں کے ساتھ مانو کے مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم کے پروگرام بھی برابر کے شریک ہیں۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم کے تحت مختلف شعبہ ہائے علم میں مختلف سطحوں کے متعدد پروگرام پیش کیے جاتے ہیں جن کے ذریعہ اردو داں طبقے کی ایک بڑی تعداد استفادہ کررہی ہے۔مانو کے شیخ الجامعہ پروفیسر سید عین الحسن ہمیشہ یونیورسٹی کی ترقی وتوسیع ،تعلیمی معیار کی بلندی اوراردو زبان کے فروغ واستحکام کے لیے نئے نئے منصوبوں پر غور کرتے رہتے ہیں،ان کے ذہن رسا نے یہ سوچا کہ اردو زبان کا ایک ایسا ڈپلوما پروگرام متعارف کرانا چاہیے جس کے ذریعے غیر اردو داں افراد کو اردو زبان سیکھنے میں سہولت ہو اور وہ اردو میں نوشت وخواند کی استعداد کے حامل ہو سکیں و نیز ان میں اردو ادب اور اردو کی گنگا جمنی ثقافت کی اہمیت اور عظمت کا شعور بھی پیدا ہو۔ شیخ الجامعہ کی ایما اور پروفیسر محمد رضاء اللہ خاں،ڈائرکٹر مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم کی رہنمائی میں اردو کے ایک ڈپلوما پروگرام کا خاکہ تیار کیا گیا۔ ماہرین کے مشوروں سے اس کا نصاب ترتیب دیا گیا اور فاصلاتی طرز تعلیم کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرتبہ نصاب کے مطابق اس ڈپلوما پروگرام کا خود اکتسابی مواد اور کتابیں تیار کی گئیں۔اور اب یونیورسٹی کے ارباب مجاز کی منظوری سے یہ پروگرام جسے ڈپلوما اِن اردو(Diploma in Urdu)کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، مانو کے مرکز برائے فاصلاتی اور آن لائن تعلیم کے تحت اردو زبان سیکھنے کے خواہش مندوں کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

موجودہ زمانے میں اردو زبان کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔بر صغیر ہندو پاک کے علاوہ اردو زبان خلیجی ممالک شرق اوسط، وسطی ایشیا، مشرق بعید یورپ اور امریکہ کے کئی شہروں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔اردو زبان دستور ہند کے آٹھویں شیڈول میں درج

بڑی ہندستانی زبانوں میں شامل ہے۔ملک کی کچھ ریاستوں میں اسے دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ایک اندازے کے مطابق ہندی کے ساتھ مل کر اردو دنیا کی تیسری سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔

ہندوستانی فلموں کے مکالموں اور نغموں میں اردو استعمال کی جاتی ہے۔اردو زبان کے مشاعرے، غزل اور قوالی کے پروگرام بڑے ذوق وشوق سے سنے جاتے ہیں۔ان پروگراموں سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لیے غیر اردوداں سامعین اردو سیکھنا چاہتے ہیں۔ گلوکار فلمی اداکار، اسٹیج پر مظاہرہ کرنے والے فن کار، الیکٹرانک میڈیا سے وابستہ اینکر اور خبریں نشر کرنے والے وغیرہ سب صحیح تلفظ اور خوبصورت لہجے میں بات کرنے کے لیے اکثر اردو سیکھنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ان کے علاوہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور باذوق افراد بھی جو اردو زبان کی شیرینی، نفاست اور شائستگی کے دلدادہ ہیں اردو سیکھنا چاہتے ہیں، یہ پروگرام ان تمام افراد کی ضرورت کی تکمیل کرسکتا ہے۔علاوہ ازیں یہ پروگرام مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے میں بھی معاون ثابت ہوگا جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔یہ پروگرام ان افراد کے لیے بھی مددگار ثابت ہوگا جو اردو زبان کے بیش بہا اور رنگارنگ ادبی سرمائے تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ڈپلوما اِن اردو پروگرام دو سمسٹروں پر مبنی ہے جس کے پہلے اور دوسرے سمسٹر میں تین، تین پرچے ہوں گے۔ہر پرچے میں سولہ اکائیاں ہیں جنھیں چار بلاکوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ہر پرچے کے ذریعے طلبا کو موضوع سے متعلق ڈپلوما کی سطح کے مطابق تمام ضروری معلومات پہنچانے کی ممکنہ کوشش کی گئی ہے۔ہر سمسٹر میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے طلبا کو تینوں پرچوں کے امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے کے علاوہ تفویضات (Assignments) کی تکمیل بھی لازمی طور پر کرنا ہے۔تبھی وہ اس پروگرام میں کامیاب اور ڈپلوما ان اردو کے اہل قرار پائیں گے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہم ڈپلوما اِن اردو پروگرام کے چوتھے پرچے کی یہ کتاب پیش کررہے ہیں جس کا عنوان "قواعد وانشا" ہے۔ اگرچہ عام بول چال کی زبان سیکھنے کے لیے قواعد وانشا کی ضرورت پیش نہیں آتی۔لیکن صحیح اور درست اردو میں زبانی اور تحریری اظہار خیال کے لیے قواعد وانشا کے اصولوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔اس لیے اس کتاب میں علم صرف کے بنیادی موضوعات اسم، ضمیر، صفت اور فعل کی وضاحت کی گئی ہے۔پھر حروف، جنس، تعداد اور جملے کی اقسام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے علاوہ ضرب الامثال، محاورے، کہاوتوں، مترادف الفاظ، متضاد الفاظ، مرکب الفاظ ، سابقے اور لاحقے پر علاحدہ علاحدہ گفتگو کی گئی ہے۔انشا کے تحت مکتوب نگاری، درخواست نویسی، مضمون نگاری اور انشا پردازی کے اصول بتائے گئے ہیں، اردو املا اور اسالیب بیان کی وضاحت کے علاوہ پڑھنے کے طریقوں سے بھی واقف کرایا گیا ہے۔

پروفیسر نکہت جہاں
کورس کوآرڈی نیٹر

قواعد وانشا

بلاک I

اکائی 1: اسم

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید
1.1 مقاصد
1.2 اسم
1.2.1 اسم کی تعریف
1.2.2 اسم کی قسمیں
1.2.3 اسم کے لوازم
1.3 اکتسابی نتائج
1.4 مشکل الفاظ
1.5 نمونہ امتحانی سوالات

1.0 تمہید

کسی بھی زبان کو سیکھنے، پڑھنے اور لکھنے کے لیے اس زبان کی قواعد کو جاننا بہت ضروری ہوتا ہے۔ قواعد میں اسم، صفت، ضمیر اور فعل کو سمجھنا بنیادی قدم ہوتا ہے، کیوں کہ یہی قواعد کی بنیاد ہیں۔ ان کے بغیر کوئی بھی جملہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسم زبان کی بنیاد ہے اور اس کے بغیر نہ بات مکمل ہوتی ہے نہ خیال واضح ہوتا ہے۔ جب کوئی طالب علم اسم کے قواعد کو درست طریقے سے سیکھ لیتا ہے، تو وہ جملوں کی ساخت کو بہتر انداز میں سمجھنے اور بنانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس اکائی میں آپ اسم کی تعریف اور اس کی مختلف اقسام کا مطالعہ کریں گے۔

1.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اسم کی تعریف بیان کر سکیں۔
- اسم کی قسموں سے واقف ہو سکیں۔

▪ اسم کے لوازم کو سمجھ سکیں۔

1.2 اسم

1.2.1 اسم کی تعریف:

''اسم'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''نام'' کے ہیں۔ وہ کلمہ جو کسی شخص، کسی جگہ کسی چیز یا کسی کیفیت کا نام ہو، اسے ''اسم'' کہتے ہیں ۔ جیسے شخص کے طور پر حامد، امجد، انور، حنا، فردوس، جگہ کے طور پر دہلی، ممبئی، کلکتہ، لکھنؤ، حیدرآباد، چیز کے لیے کرسی، میز، قلم، کتاب اور کیفیت کے لیے انسانیت، حیوانیت، دوستی، کڑواہٹ وغیرہ۔ انگریزی میں اسم کے لیے لفظ Noun کا استعمال کیا جاتا ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں اسم کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

> ''Noun، اسم: ایسا لفظ جو اشخاص، مقامات یا اشیاء کے کسی گروہ کا عام نام ہو(common noun) اسم نکرہ(اسم عام) یا کسی مخصوص فرد یا شئے کا(proper noun)، اسم معرفہ (اسم خاص)۔''
>
> (آکسفورڈ انگلش اردو ڈکشنری)

فیروزاللغات میں اسم کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

> ''اسم: نام۔ وہ کلمہ جس سے کس شخص، جانور، یا چیز کو پہچانا جائے۔''

نوراللغات میں اسم کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

> ''اسم (علم صرف و نحو کی اصطلاح)، وہ کلمہ جو اپنے آپ معنی بتائے اور کوئی زمانہ اس میں نہ پایا جائے۔''

ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''اسم'' سے مراد کسی شخص، مقام یا شئے کا نام ہے۔ مجموعی طور پر اسم کی دو بڑی قسمیں ہیں، اسم عام اور اسم خاص۔ یہاں ہم اسم کی اقسام پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

1.2.2 اسم کی قسمیں:

اسم عام:

اسم عام سے مراد وہ اسم ہے جس سے کسی عام شخص، مقام یا چیز کا علم ہوتا ہے۔ شہر، عمارت، لڑکا، کتاب وغیرہ اسم عام کی مثالیں ہیں، کیونکہ ان سے کسی شخص، مقام یا شئے کی عمومی حالت کا علم ہوتا ہے۔ یہ ایسے نام ہیں جو ایک ہی طرح کے ہر شخص، ہر مقام یا ہر شئے کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ شہر کوئی بھی شہر ہو سکتا ہے، اسی طرح کتاب بھی کوئی کتاب ہو سکتی ہے، لڑکا بھی کسی کو بھی کہہ سکتے ہیں اور عمارت کوئی بھی عمارت ہو سکتی ہے۔ اسم عام کی پانچ قسمیں ہیں۔

(الف) اسم ذات (ب) اسم ظرف (ج) اسم آلہ (د) اسم کیفیت (ہ) اسم جمع

(الف)اسم ذات:

اسم ذات سے مراد وہ نام ہوتے ہیں، جو کسی شئے یا شخص کا پتہ دیں۔اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسم ذات وہ اسم ہے جس سے ایک چیز دوسری چیز سے بلحاظ صفت پہچانی جائے،یعنی جو اپنی مخصوص حیثیت یا ہیئت سے پہچانے جائیں۔ مثلاً آدمی، عورت، بچہ، مچھلی، طوطا، کرسی، موبائل، کمپیوٹر، گھڑی وغیرہ۔مثال کے طور پر ذیل کے جملوں سے اسم ذات کو سمجھیے۔

(i) گھوڑا سرپٹ بھاگا۔

(ii) کاغذ سفید ہوتا ہے۔

(iii) انسان سب سے بہتر ہوتا ہے۔

(iv) عمارت بلند ہے۔

(v) کرسی لکڑی کی ہے۔

ان جملوں میں گھوڑا، کاغذ، انسان، عمارت اور کرسی ''اسم ذات'' ہیں۔کیوں کہ یہ اپنی مخصوص حیثیت یا ہیئت سے پہچانے جا رہے ہیں۔

(ب)اسم ظرف:

اسم ظرف سے مراد وہ نام ہوتے ہیں، جو کسی وقت یا جگہ کا پتہ دیں۔یعنی وہ اسم جو زماں، مکاں اور وقت کو ظاہر کرے ''اسم ظرف'' کہلائے گا اگر وقت بتائے تو ''ظرف زماں'' اور ''مقام بتائے تو''ظرف مکاں'' کہلائے گا۔ مثلاً صبح،رات، میدان،گھر،مسجد، آسمان،اسکول،اسپتال، اسٹیڈیم وغیرہ۔ذیل کے جملوں سے اس کو با آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

''زاہد صبح سے میدان میں کرکٹ کھیل رہا ہے۔''

اس جملے میں ''میدان'' ایک جگہ ہے جہاں کھیلا جاتا ہے،جو ''ظرف مکان'' کو ظاہر کر رہا ہے اور ''صبح'' ایک وقت ہے، جس سے ''ظرف زمان'' ظاہر ہو رہا ہے۔

اسی طرح اسم ظرف کو ذیل کے جملوں سے اور وضاحت کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔

(i) موہن میدان میں کھیل رہا ہے۔

(ii) ہم شام کے وقت تفریح کے لیے جائیں گے۔

(iii) صبح کرکٹ کھیلنے چلیں گے۔

(iv) میں اسکول جا رہا ہوں۔

(iv) آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں۔

ان جملوں میں میدان، اسکول اور آسمان جگہ کو ظاہر کر رہے ہیں، جسے ہم ظرف مکان کہتے ہیں،جب کہ شام اور صبح وقت کا پتہ

دے رہے ہیں، جسے ہم ظرف زماں کہہ سکتے ہیں۔

(ج) اسم آلہ:

اسم آلہ سے مراد وہ نام ہیں جو کسی آلہ اوزار یا ہتھیار کا پتہ دیں۔ مثلاً آری، ہتھوڑا، کلہاڑی، تلوار، چھری، تھرمامیٹر، عینک وغیرہ۔ ذیل کے جملے سے اس کو با آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

"سپاہی کے کاندھے پر بندوق ہے۔"

اس جملے میں "بندوق" ایک ہتھیار ہے، جس سے شکار کیا جاتا ہے۔

ذیل کے جملوں سے آلہ، اوزار اور ہتھیار کی مدد سے اسم آلہ کو سمجھیے۔

(i) بلال آری سے لکڑی چیرتا ہے۔

(ii) احمد ہتھوڑی سے کیل ٹھوکتا ہے۔

(iii) چھری سے سبزی کاٹی جاتی ہے۔

(iv) عینک آنکھ پر لگائی جاتی ہے۔

(v) ڈاکٹر تھرمامیٹر کا استعمال کرتے ہیں۔

ان جملوں میں آری، ہتھوڑی، چھری، عینک اور تھرمامیٹر "اسم آلہ" کی مثالیں ہیں۔

(د) اسم کیفیت:

اسم کیفیت ان الفاظ کو کہتے ہیں جو اسم کی حالت یا کیفیت کو بیان کریں۔ مثلاً روشنی، اندھیرا، غم، خوشی، سختی، نرمی، درد، سناٹا، گرمی وغیرہ۔ مثال کے طور پر یہ جملہ ملاحظہ ہو:

"بچپن بھی کیسا پیارا زمانہ ہوتا ہے۔"

اس جملے میں بچپن سے بچے کی اصلی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

اسم کیفیت کی مزید وضاحت کے لیے ذیل کے جملوں کو پڑھیے۔

(i) سورج روشنی بکھیر رہا ہے۔

(ii) گھر کے باہر گھپ اندھیرا ہے۔

(iii) ساجد خوشی سے پاگل ہو رہا ہے۔

(iv) مریم شدید درد میں مبتلا ہے۔

(v) نعیم بہت نرمی سے بات کرتا ہے۔

ان جملوں میں سورج کا روشنی بکھیرنا، گھر کے باہر اندھیرا ہونا، ساجد کا خوشی سے پاگل ہونا، مریم کا درد میں مبتلا ہونا اور نعیم کا نرمی

سے بات کرنا، سبھی کسی نہ کسی کیفیت کا پتہ دے رہے ہیں۔ ان کیفیات کو ''اسم کیفیت'' کہا جاتا ہے۔

(ہ) اسم جمع:

اسم جمع سے مراد وہ اسم ہیں جو بہ ظاہر واحد معلوم ہوتے ہیں لیکن کئی افراد یا اشیاء کا پتہ دیتے ہیں۔ یعنی وہ اسم جو کئی افراد یا چیزوں کے لیے بولا جائے، جو لفظی طور پر تو واحد ہو، لیکن معنی کے اعتبار سے جمع ہو ''اسم جمع'' کہلاتا ہے۔ مثلاً فوج، قطار، جماعت، صف، جھنڈ وغیرہ۔ مثال کے طور پر یہ جملہ ملاحظہ ہو:

''ہندوستان کی فوج بہت بہادر ہے۔''

اس جملے میں لفظ ''فوج'' واحد ہے، لیکن فوج سپاہیوں کے مجمعے کو کہتے ہیں، جس میں بہت سے افراد ہوتے ہیں۔ اس لیے لفظ ''فوج'' واحد ہوتے ہوئے بھی اسم جمع کہلائے گا۔

اسم جمع کی مزید وضاحت کے لیے ذیل کے جملے پڑھیے۔

(i) سبھی لوگ ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔

(ii) باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔

(iii) طلبا کی صف بہت لمبی ہے۔

(iv) بھیڑ اور بکری جھنڈ میں چلتے ہیں۔

ان جملوں میں قطار، جماعت، صف اور جھنڈ سبھی لفظ کے اعتبار سے واحد ہیں، لیکن معنوی اعتبار سے جمع ہیں۔ اس لیے یہ ''اسم جمع'' کہلاتے ہیں۔

مشقیں:

مشق 1: ذیل کے جملوں میں اسم ذات کی پہچان کیجیے۔

1۔ بکری گھاس کھا رہی ہے۔ ....

2۔ انسان سب سے بہتر ہے۔ ....

3۔ زاہد کتاب پڑھ رہا ہے۔ ....

4۔ دیپک کرسی پر بیٹھا ہے۔ ....

5۔ عبداللہ قلم سے لکھتا ہے۔ ....

مشق 2: ذیل کے جملوں میں اسم ظرف کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ نور اسٹیڈیم میں کھیل رہا ہے۔ ....

2۔ رات بہت گہری ہو گئی ہے۔ ....

3۔ صبح اسکول جاتا ہے۔ ....

4۔ چار مینار حیدر آباد میں ہے۔ ....

5۔ میں اسپتال جا رہا ہوں۔ ....

مشق 3: ذیل کے جملوں میں اسم آلہ کی شناخت کیجیے۔

1۔ میرا قلم تراش کہاں ہے۔ ....

2۔ یہ ہتھوڑی وزنی ہے۔ ....

3۔ حامد نے چمٹا خریدا۔ ....

4۔ میوزیم میں ٹیپو سلطان کی تلوار ہے۔ ....

5۔ نرس نے تھرمامیٹر توڑ دیا۔ ....

مشق 4: ذیل کے جملوں میں اسم کیفیت کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ سلیم کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ ....

2۔ فوزیہ خوشی سے پاگل ہو رہی ہے۔ ....

3۔ زخم شدید درد دیتے ہیں۔ ....

4۔ ریحان گرمی سے بہت پریشان ہے۔ ....

5۔ باہر بہت سنّاٹا ہے۔ ....

مشق 5: ذیل کے جملوں میں اسم جمع کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ مرغابیوں کا جھنڈ تالاب میں اترا۔ ....

2۔ یہاں چیونٹیوں کی ایک قطار لگی ہے۔ ....

3۔ احمد پہلی صف میں بیٹھا ہے۔ ....

4۔ رحمت فوج میں کیپٹن ہے۔ ....

5۔ جنگلی ہاتھیوں کا غول کھیت میں گھسا ہے۔ ....

اسم خاص:

اسم خاص کو اسم معرفہ بھی کہتے ہیں۔ اسم خاص سے مراد وہ اسم ہے جس سے کسی خاص شخص، کس خاص مقام یا کسی خاص شئے کا علم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حامد، حیدرآباد اور قطب مینار۔ یہاں حامد ایک خاص لڑکے کا نام ہے۔ حیدر آباد ایک خاص شہر کا نام ہے۔ اسی طرح قطب مینار ایک مخصوص عمارت ہے۔ اس طرح "حامد"، "حیدرآباد" اور "قطب مینار" اسم خاص ہیں۔ اسم خاص کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔

(الف)اسم علم (ب)اسم عرف (ج)اسم لقب (د)اسم خطاب (ہ)اسم تخلص

(الف)علم:

''علم'' سے مراد وہ نام ہیں جو انسان کی پیدائش کے وقت رکھے جاتے ہیں۔یا وہ نام جو کسی شخص یا چیز کے وجود میں آنے کے وقت رکھا گیا ہو ''علم'' کہلاتا ہے۔مثلاً عامر، غزالہ، رادھا، ڈیوڈ، تاج محل، کرشناندی، ہمالیہ وغیرہ۔ذیل کے جملوں سے علم کو سمجھیے۔

(i) ساجد بہت ذہین لڑکا ہے۔

(ii) لال قلعہ بہت قدیم عمارت ہے۔

(iii) گنگاندی بہت لمبی ہے۔

ان جملوں میں ساجد، قطب مینار اور گنگاندی ''اسم علم'' کہلائیں گے۔

(ب)عرف:

وہ چھوٹا نام جو محبت یا حقارت سے پکارا جائے اسے ''عرف'' کہتے ہیں۔مثلاً کلوا، چھوٹو، منا وغیرہ۔کبھی علم یا اصل نام کو مختصر کر کے بھی عرف بنایا جاتا ہے مثلاً نجمہ سے نجو اور شبانہ سے شبو وغیرہ۔ذیل کے جملوں سے عرف کو سمجھیے۔

(i) جمعرات کے دن پیدا ہونے کی وجہ سے جمیل کو جمعراتی کہا جاتا ہے۔

(ii) رحیم کا رنگ کالا ہونے کی وجہ سے اسے لوگ کلوا کے نام سے پکارتے ہیں۔

(iii) ذیشان کو اس کے ماں باپ پیار سے جشو پکارتے ہیں۔

ان جملوں میں جمعراتی، کلوا اور جشو'' اسم عرف'' کہلائیں گے۔

(ج)لقب:

کسی شخص میں پائی جانے والی کسی خصوصیت یا وصف کی بنیاد پر اسے جس نام سے پکارا جانے لگتا ہے اسے ''لقب'' کہتے ہیں ۔اس کو دوسرے الفاظ میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسم خاص جو کسی صفت یا خاصیت کیوجہ سے مشہور ہو جائے ''لقب'' کہلاتا ہے۔مثلاً کلیم اللہ، حیدر، سیف اللہ وغیرہ۔ذیل کے جملوں سے اسم لقب کو سمجھیے۔

(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ''کلیم اللہ'' کہتے ہیں۔کیوں کہ وہ اللہ سے باتیں کرتے تھے۔یہ ان کی خصوصیت تھی۔

(ii) حضرت نوحؑ کو نجی اللہ کہا جاتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں طوفان سے نجات دی تھی۔

(iii) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ''غریب نواز'' کا لقب ملا ہے، کیونکہ وہ غریبوں اور ناداروں کی بہت مدد کرتے تھے۔

(iv) بابر مغل بادشاہ ظہیر الدین کا لقب تھا۔

ان جملوں میں کلیم اللہ، مسیح اللہ، غریب نواز اور بابر ''اسم لقب'' ہیں۔

(د) خطاب:

جب کسی شخص کو حکومت یا سرکار کی جانب سے کوئی نام دیا جاتا ہے تو اسے خطاب کہتے ہیں۔ یعنی وہ اسم جو کسی کارنامے کی وجہ سے حکومت، اکادمی یا بڑوں کی طرف سے دیا جائے وہ "خطاب" کہلاتا ہے۔ مثلاً شمس العلماء، دبیر الملک، بھارت رتن، پدم شری وغیرہ۔ ذیل کے جملوں سے اسم لقب کو سمجھیے۔

(i) شمس العلما مولانا الطاف حسین حالی پانی پت میں پیدا ہوئے۔

(ii) سر محمد اقبال اردو کے بڑے شاعر تھے۔

(iii) بھارت رتن ڈاکٹر اے پی جے عبد الکلام ہندوستان کے وزیر اعظم تھے۔

(iv) پدم شری پروفیسر سید عین الحسن مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔

ان جملوں میں شمس العلما، سر، بھارت رتن اور پدم شری "اسم خطاب" ہیں۔

(ہ) تخلص:

تخلص وہ مختصر قلمی نام ہوتے ہیں، جو عام طور پر شعرا یا ادیب حضرات اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً غالب (اسد اللہ خاں)، جوش (شبیر حسن خاں)، فراق (رگھوپت سہائے)، مجاز (اسرار الحق) وغیرہ۔ ذیل کے جملوں سے اسم تخلص کو سمجھیے۔

(i) مرزا اسد اللہ خاں غالب اردو کے مشہور شاعر تھے۔

(ii) شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی الفاظ کے جادوگر کہلاتے ہیں۔

(iii) مخدوم ترقی پسند شاعر تھے۔

ان جملوں میں غالب، جوش اور مخدوم "اسم تخلص" ہیں۔

مشقیں:

مشق 1: ذیل کے جملوں میں "اسم علم" کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ ریحان ساتویں جماعت کا طالب علم ہے۔ ....

2۔ دریائے نیل مصر میں بہتا ہے۔ ....

3۔ چار مینار ایک خوبصورت عمارت ہے۔ ....

4۔ عرشیہ اسکول جا رہی ہے۔ ....

5۔ کرشنا تلنگانہ کا اہم دریا ہے۔ ....

مشق 2: ذیل کے جملوں میں "اسم عرف" کی پہچان کیجیے۔

1۔ بدھئی سونے جا رہا ہے۔ ....

2۔ کلو سبزی فروخت کرتا ہے۔ ....

3۔ ساجد کے خادم کالو کو بلاؤ۔ ....

4۔ چنوا بازار جارہا ہے۔ ....

5۔ بوا دودھ پی لو۔ ....

مشق 3: ذیل کے جملوں میں "اسم لقب" کی شناخت کیجیے۔

1۔ مرزا غالب کو مرزا نوشہ کہا جاتا تھا۔ ....

2۔ موسیٰ کلیم اللہ، اللہ کے نبی تھے۔ ....

3۔ ذبیح اللہ کی قربانی کو یاد کرو۔ ....

4۔ بندہ نوازؒ کی مزار گلبرگہ میں ہے۔ ....

5۔ بلبل ہند سروجنی نائیڈو پہلی خاتون گورنر تھیں۔ ....

مشق 4: ذیل کے جملوں میں "اسم خطاب" کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے نظم "ہمالیہ" لکھی ہے۔ ....

2۔ بھارت رتن ڈاکٹر عبد الکلام بابائے میزائیل کہلاتے ہیں۔ ....

3۔ "آب حیات" شمس العلما محمد حسین آزاد کی کتاب ہے۔ ....

4۔ سر سید احمد خاں نے مسلم یونیورسٹی قائم کی تھی۔ ....

5۔ پدم شری ملک کا ایک بڑا اعزاز ہے۔ ....

مشق 5: ذیل کے جملوں میں "اسم تخلص" کی پہچان کیجیے۔

1۔ ملا اسد اللہ وجہی دکنی زبان کے مشہور ادیب تھے۔ ....

2۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب کے خطوط بہت دلچسپ ہیں۔ ....

3۔ اسرار الحق مجاز مسلم یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ ....

4۔ میر تقی میر اردو غزل کے مشہور شاعر تھے۔ ....

5۔ مولانا الطاف حسین حالی تنقید نگار تھے۔ ....

1.3.3 اسم کے لوازم:

اسم کوئی بھی ہو، خاص ہو یا عام اس میں چند خصوصیات ضرور پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی تعداد، وہ یا تو واحد ہو گا یا پھر جمع، مذکر ہو گا یا مونث، فعل یا کام کا کرنے والا ہو گا یا کام کا اثر قبول کرنے والا۔ اسم کی انہیں خصوصیات کو اسم کے لوازم کہا جاتا

ہے۔ نوعیت کے لحاظ سے ہم اسم کے لوازم کو تین زمروں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

(الف) جنس (ب) تعداد (ج) حالت

(الف) جنس:

جنس سے مراد اسم کا مذکر یا مونث ہونا ہے۔ اس کو ہم اسم کی تذکیر یا تانیث کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی، دوسری مصنوعی یا غیر حقیقی۔ جب ہم جانداروں کی جنس کا تعین کرتے ہیں تو اسے جنس حقیقی کہا جاتا ہے۔ مثلاً عورت۔ مرد، لڑکا۔ لڑکی، مور۔ مورنی، باپ۔ ماں، بہن۔ بھائی، کبوتر۔ کبوتری وغیرہ۔

جنس کی دوسری قسم غیر حقیقی جنس کی بھی ہے۔ اردو میں بے جان اشیاء کے لیے الگ سے کوئی صیغہ نہیں ہے اس لیے ہم چیزوں کا بھی ذکر تذکیر و تانیث کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً کرسی رکھی ہے۔ پانی برس رہا ہے۔ بجلی چمک رہی ہے وغیرہ۔

(ب) تعداد:

تعداد کا تعلق اسم عام سے ہے۔ ایک شخص ایک مقام یا ایک چیز کو واحد اور ایک سے زائد کو جمع قرار دیا جاتا ہے۔ جیسے لڑکا، مکان، دفتر، ورق، ستارہ وغیرہ واحد ہیں اور لڑکے، مکانات، دفاتر، اوراق، ستارے جمع ہیں۔

(ج) حالت:

کسی بھی اسم یا نام کی پانچ حالتیں ہوتی ہیں۔ ہمیں یہ پتہ جملے سے چلتا ہے کہ اس میں اسم کی حالت یا حیثیت کیا ہے۔ یہ حالت و حیثیت پانچ طرح کی ہوتی ہے، جو درج ذیل ہے۔

(الف) فاعلی حالت (ب) مفعولی حالت (ج) ندائی حالت (د) خبری حالت (ہ) اضافی حالت

(الف) فاعلی حالت: جب اسم سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو تو یہ اس اسم کی فاعلی حالت ہوگی، جیسے حامد کتاب پڑھ رہا ہے۔

(ب) مفعولی حالت: جب کسی اسم پر کام کا اثر ظاہر ہو تو اسے اسم کی مفعولی حالت کہتے ہیں۔ جیسے حامد نے خط لکھا تھا۔ اس جملے میں اسم 'خط' کی حالت مفعولی ہے۔

(ج) ندائی حالت: جب کسی اسم کو آواز دی جائے تو وہ اسم ندائی حالت کا حامل ہوگا۔ جیسے احمد یہاں آؤ۔

(د) خبری حالت: جب کسی اسم کے تعلق سے کوئی خبر دی جائے تو وہ اس اسم کی خبری حالت ہوتی ہے، جیسے رام بہت بیمار ہے۔

(ہ) اضافی حالت: جب اسم کی کسی سے نسبت یا تعلق کا اظہار کیا جائے تو اس حالت کو اضافی حالت کہتے ہیں۔ جیسے حامد کا گھوڑا، ساجد کا باغ وغیرہ۔

مشقیں:

مشق 1: ذیل میں سے اسم مذکر اور اسم مونث کی پہچان کیجیے۔

1۔ عورت ....

2۔ ہاتھی ....

3۔ لڑکا ....

4۔ کبوتر ....

5۔ ماں ....

6۔ زخم ....

مشق 1: ذیل میں واحد اور جمع کی نشان دہی کیجیے۔

1۔ عالم ....

2۔ شعرا ....

3۔ اشخاص ....

4۔ باغ ....

5۔ تجربات ....

6۔ ہتھوڑا ....

1.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- ”اسم“ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ”نام“ کے ہیں۔ وہ کلمہ جو کسی شخص، کسی جگہ کسی چیز یا کسی کیفیت کا نام ہو، اسے ”اسم“ کہتے ہیں۔ مجموعی طور پر اسم کی دو بڑی قسمیں ہیں، اسم عام اور اسم خاص۔
- اسم عام سے مراد وہ اسم ہیں جن سے کسی عام شخص، مقام یا چیز کا علم ہوتا ہے۔ جیسے شہر، عمارت، لڑکا، کتاب وغیرہ۔ اسم خاص کی طرح اسم عام کو بھی پانچ زمروں ذات، ظرف، آلہ، کیفیت اور جمع میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- اسم ذات سے مراد وہ نام ہوتے ہیں، جو کسی شئے یا شخص کا پتہ دیں۔ یا ایک ہی قسم کی تمام چیزوں کا نام ہو۔ مثلاً آدمی، عورت، بچہ، مچھلی، طوطا، کرسی، موبائل، کمپیوٹر، گھڑی وغیرہ۔
- اسم ظرف سے مراد وہ الفاظ ہوتے ہیں، جو کسی وقت یا جگہ کا پتہ دیں۔ مثلاً صبح، رات، میدان، گھر، مسجد، آسمان، اسکول، اسپتال، اسٹیڈیم وغیرہ۔
- اسم آلہ سے مراد وہ نام ہیں جو کسی اوزار، ہتھیار یا آلہ کا پتہ دیں۔ مثلاً ہتھوڑا، کلہاڑی، تلوار، چھری، تھرمامیٹر، عینک وغیرہ۔
- اسم کیفیت ان الفاظ کو کہتے ہیں جو اسم کی حالت یا کیفیت کو بیان کریں۔ مثلاً روشنی، اندھیرا، غم، خوشی، سختی، نرمی، درد، سناٹا، گرمی وغیرہ۔

- اسم جمع سے مراد وہ اسم ہیں جو بہ ظاہر واحد معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں کئی افراد یا اشیاء شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً فوج، قطار، جماعت، صف، جھنڈ وغیرہ۔
- اسم خاص کو اسم معرفہ بھی کہتے ہیں۔ اسم خاص سے مراد وہ اسم ہے جس سے کسی خاص شخص، کسی خاص مقام یا کسی خاص شئے کا علم ہوتا ہے۔ اسم خاص کو علم، عرف ،لقب، خطاب اور تخلص، ان پانچ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- ”علم“ سے مراد وہ نام ہیں جو انسان کی پیدائش کے وقت رکھے جاتے ہیں ۔ مثلاً عامر، غزالہ، رادھا، ڈیوڈ، تاج محل، کرشنا ندی، ہمالیہ وغیرہ ۔
- عرف وہ چھوٹا نام ہے، جو محبت یا حقارت سے پکارا جائے۔ مثلاً کلوا، چھوٹو وغیرہ۔
- کسی شخص میں پائی جانے والی کسی خصوصیت یا وصف کی بنیاد پر اسے جس نام سے پکارا جانے لگتا ہے اسے ”لقب“ کہتے ہیں ۔ مثلاً کلیم اللہ، حیدر، سیف اللہ وغیرہ۔
- جب کسی شخص کو حکومت یا سرکار کی جانب سے کوئی نام دیا جاتا ہے تو اسے خطاب کہتے ہیں۔ مثلاً شمس العلماء، دبیر الملک، بھارت رتن، پدم شری وغیرہ۔
- تخلص وہ مختصر قلمی نام ہوتے ہیں، جو عام طور پر شعرا یا ادیب حضرات اختیار کر لیتے ہیں ۔ مثلاً غالب (اسد اللہ خاں)، جوش (شبیر حسن خاں)، فراق (رگھوپتی سہائے)، مجاز (اسرار الحق) وغیرہ۔

1.4 مشکل الفاظ

اسم	نام (کس شخص، جگہ یا چیز کا نام)	Noun / Name
عرف	وہ چھوٹا نام جو عرفیت کے طور پر اختیار کیا جائے	Nickname / Common usage
حقارت	نفرت، بے عزتی، کم تر	Disdain / Contempt
لقب	کسی خصوصیت یا وصف کی بنیاد پر دیا جانے والا نام	Title / Epithet
امراض	مرض کی جمع، بیماریاں	Diseases
خطاب	حکومت یا سرکار کی طرف سے دیا گیا نام	Address / Title of honor
تخلص	قلمی نام جو شعرا یا ادیب اختیار کرتے ہیں	Pen name
آلہ	اوزار، ہتھیار	Instrument / Tool
عمومی	اکثر، عام، بیش تر	General / Common
کیفیت	کسی شئے کی حالت	Condition / State
لوازم	ضروری چیزیں	Essentials / Necessities

جنس	قسم، طرح (عورت، آدمی، لڑکا، لڑکی)	Gender / Kind / Type
تعداد	گنتی، عدد	Number / Quantity
مصنوعی	بنایا ہوا، بناوٹی	Artificial
نسبت	منسوب ہونا، لگاؤ، تعلق	Relation / Connection
متعین	مقرر، تعین کیا ہوا	Fixed / Appointed / Specified

1.5 نمونہ امتحانی سوالات

1.5.1 معروضی سوالات:

1۔ اسم کس زبان کا لفظ ہے؟

(a) اردو (b) عربی (c) فارسی (d) ترکی

2۔ اسم کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(a) نام (b) جگہ (c) شہر (d) گاؤں

3۔ ذیل میں سے اسم خاص کی پہچان کیجیے۔

(a) لڑکا (b) جانور (c) حامد (d) پرندہ

4۔ ذیل میں سے اسم عام کی پہچان کیجیے۔

(a) لال قلعہ (b) تاج محل (c) قطب مینار (d) عمارت

5۔ ذیل میں سے اسم جمع کون ہے؟

(a) جھنڈ (b) عورت (c) مسجد (d) روشنی

1.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اسم ذات کو مثالوں سے واضح کیجیے۔

2۔ اسم کیفیت کو مثالوں سے سمجھائیے۔

3۔ اسم جمع کی تعریف بیان کیجیے، نیز اس کی خصوصیت بھی بیان کیجیے۔

4۔ اسم آلہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔

5۔ اسم عرف کو مثالوں سے سمجھائیے۔

1.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اسم کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی مختلف اقسام پر روشنی ڈالیے۔

2۔ اسم خاص کے مختلف اقسام کو مثالوں سے سمجھایئے۔

3۔ اسم کے لوازم کیا ہیں؟ اس کی اقسام پر نوٹ لکھیے۔

1.5.1 کے جوابات:

(i) B (ii) A (iii) C (iv) D (v) A

اکائی 2: ضمیر

اکائی کے اجزا

2.0 تمہید
2.1 مقاصد
2.2 ضمیر
2.2.1 ضمیر کی تعریف
2.2.2 ضمیر کی قسمیں
2.3 اکتسابی نتائج
2.4 مشکل الفاظ
2.5 مشقیں
2.6 نمونہ امتحانی سوالات

2.0 تمہید

پچھلی اکائی میں آپ نے اسم کی تعریف اور اس کی قسموں کے بارے میں پڑھا۔ زبان کے سیکھنے میں اسم کے بعد ضمیر کی خاص اہمیت ہوتی ہے، جو اسم ہی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ زبان انسانی جذبات، خیالات اور احساسات کے اظہار کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ کسی بھی زبان کی روانی اور حسن اُس کے جملوں کی ساخت اور بیان کے سلیقے میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ جب ہم کسی واقعے یا شخص کے بارے میں بات کرتے ہیں تو بار بار ایک ہی نام یا لفظ دہرانا نہ صرف زبان کی خوبصورتی کو متاثر کرتا ہے بلکہ گفتگو کو غیر فصیح بھی بنا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں زبان میں ایسے الفاظ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اسم کی جگہ لے سکیں اور جملے کو مختصر، رواں اور مؤثر بنا سکیں۔ اردو زبان میں ایسے الفاظ کو "ضمیر" کہا جاتا ہے۔ ضمیر کا استعمال نہ صرف زبان کو آسان بناتا ہے بلکہ اس کی لطافت اور فصاحت میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ اس اکائی میں ہم ضمیر کی تعریف اور اس کی مختلف اقسام کا مطالعہ کریں گے۔

2.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ضمیر کی تعریف بیان کر سکیں۔

- ضمیر کی قسموں کو سمجھ سکیں۔
- اردو زبان کے سیکھنے میں ضمیر کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔

2.2 ضمیر

2.2.1 ضمیر کی تعریف:

ضمیر اصلاً عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی اندرون دل یا پوشیدہ بات کے ہیں۔ قواعد کی رو سے ایسے الفاظ جو کسی اسم کی جگہ استعمال کیے جائیں وہ "ضمیر" کہلاتے ہیں۔ ذیل میں مختلف لغات سے ضمیر کی تعریفیں دی جا رہی ہیں:

فیروزاللغات میں ضمیر کی تعریف اس طرح درج ہے:

"ضمیر دل، قلب، بھید، راز، پوشیدہ خیال۔ قواعد صرف ونحو میں وہ مختصر اسم جس سے اسم غائب، حاضر یا متکلم سمجھا جائے۔ جمع: ضمائر۔"

نوراللغات کے مطابق:

"ضمیر (جو دل میں گزرے) مونث۔ دل، راز، بھید۔ وہ اسم جو قائم مقام اسم ہو، جیسے وہ، یہ۔"

فرہنگ آصفیہ میں ضمیر کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

"ضمیر اسم مونث، وہ اسم جو اسم ظاہر کے قائم مقام ہو۔ اسم غیر مظہر۔ وہ مختصر اسم جس سے اسم غائب یا حاضر یا متکلم سمجھا جائے تاکہ جس اسم کا نام پہلے لے چکے ہیں، اسے دوبارہ نہ لینا پڑے۔ جیسے احمد نے مجھ سے ایک چیز مانگی اور میں نے وہ اسے دے دی۔ یہاں وہ اور اسے دونوں ضمیر ہیں۔"

اوپر بیان کی گئی تعریفوں سے ضمیر کے معنی و مطالب کو سمجھا جا سکتا ہے۔ ضمیر کی اس تعریف کو اور وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے ذیل کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"عابد نے کل رات مجھ سے کہا کہ وہ صبح کان پور جائے گا لیکن اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اسے جلدی واپس بھی آنا ہے کیونکہ اس کی چھٹی ختم ہو چکی ہے۔"

اس جملے میں عابد اسم ہے، جو بھی خبر اس جملے میں دی جا رہی ہے وہ عابد سے ہی متعلق ہے۔ اب اس جملے کی یہ شکل دیکھیے:

"عابد نے کل رات مجھ سے کہا کہ عابد صبح کان پور جائے گا لیکن عابد کا یہ بھی کہنا تھا کہ عابد کو جلدی واپس بھی آنا ہے کیونکہ عابد کی چھٹی ختم ہو چکی ہے۔"

آپ نے دیکھا کہ مندرجہ بالا جملے میں "عابد" کی تکرار نہ صرف یہ کہ ناگوار گزر رہی ہے بلکہ جملے کی روانی پر بھی اثر انداز ہو رہی

ہے۔ لیکن پہلے جملے میں ایسی بات نہیں ہے۔ وہ جملہ رواں بھی ہے اور بار بار لفظ عابد کی تکرار سے جو ناگواری پیدا ہو رہی تھی، اس سے بھی بچا ہوا ہے۔ دراصل پہلے جملے میں یہ صفائی اور روانی اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ اس کے آغاز میں اسم "عابد" کے بعد پھر اس کی جگہ بالترتیب "وہ"، "اس"، "اسے" اور پھر "اس" کا استعمال کیا گیا ہے۔ عابد کے نام کی جگہ لائے جانے والے انہیں الفاظ کو ضمیر کہتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ مذکورہ بالا اقتباس سے ضمیر کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔ اسم کی طرح ضمیر کی بھی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ آیئے اب یہاں پر ضمیر کی مختلف اقسام پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ ضمیر کو اس کی مختلف حالتوں کے سبب ذیل کے پانچ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(الف) ضمیر شخصی (ب) ضمیر موصولہ (ج) ضمیر استفہامیہ (د) ضمیر اشارہ (ہ) ضمیر تنکیر

(الف) ضمیر شخصی:

ضمیر شخصی اشخاص کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں: ضمیر متکلم، ضمیر مخاطب اور ضمیر غائب۔

1۔ ضمیر متکلم: کلام کرنے والے شخص کے نام کی جگہ استعمال ہونے والی ضمیر کو ضمیر متکلم کہتے ہیں۔

(i) میں اسکول جا رہا ہوں۔

(ii) ہم بازار جائیں گے۔

(iii) میں اسپتال سے آ رہا ہوں۔

ان جملوں میں "میں" اور "ہم" ضمیر متکلم کی مثال ہے۔ میں سے مراد بات کرنے والا ایک شخص ہے اور ہم سے مراد ایک سے زیادہ شخص۔

2۔ ضمیر مخاطب: جس شخص کو مخاطب کیا جائے اس کے نام کی جگہ جو ضمیر استعمال کی جاتی ہے اسے ضمیر مخاطب کہتے ہیں۔

(i) تم کون ہو؟

(ii) تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔

(iii) کیا آپ گھر جا رہے ہیں؟

ان جملوں میں "تم" اور "آپ" ضمیر مخاطب کی مثال ہے۔ تم اور آپ سے مراد وہ شخص جو سامنے حاضر ہو اور بات کرنے والا اس سے مخاطب ہو۔ سامنے موجود شخص کو مخاطب یا حاضر کہتے ہیں۔

3۔ ضمیر غائب: متکلم و مخاطب کے درمیان جس کا ذکر ہوتا ہے اس اسم کی جگہ جو ضمیر استعمال ہوتی ہے اسے ضمیر غائب کہتے ہیں۔

(i) وہ اسکول گیا ہے۔

(ii) میری ان سے ملاقات ہوئی تھی۔

(iii) انہوں نے فون کیا تھا۔

ان جملوں میں "وہ"، "ان" اور "انہوں" ضمیر غائب کی مثالیں ہیں۔ وہ، ان، انہوں سے مراد وہ شخص جو سامنے موجود نہ ہو بلکہ غائب ہو۔ یعنی دوران گفتگو جو موجود نہ ہو اسے ضمیر غائب کہتے ہیں۔

(ب) ضمیر موصولہ:

اس سے مراد وہ ضمائر ہیں جو کسی اسم کے تعلق سے جملوں میں آتے ہیں۔ جو، جیسا، جیسی، جن، ویسا، ویسی، جس، اسی، وہی جیسے الفاظ عام طور پر جملوں میں بطور ضمیر موصولہ استعمال ہوتے ہیں۔ ضمیر موصولہ ہمیشہ ایک جملے کے ساتھ آتی ہے اور دوسرا جملہ اس کے جواب میں ہوتا ہے جیسے " آپ جو مکان خریدنا چاہتے ہیں وہ فروخت ہو گیا" اس میں دو جملے ہیں ایک "جو خریدنا چاہتے تھے" دوسرا "وہ فروخت ہو گیا" اس میں "جو" ضمیر موصولہ ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(i) میں نے جو کتاب خریدی تھی وہ گم ہو گئی۔

(ii) جس نے ایسا کیا، برا کیا۔

(iii) اس نے جو گاڑی خریدی تھی یہ وہی ہے۔

(iv) جمیل کا جیسا نام ہے، ویسا ہی اس کا کام ہے۔

(v) ٹرین جیسی کوئی سواری نہیں ہوتی۔

ان جملوں میں جو، جس، جیسا، جیسی، ویسا، وہی جیسے الفاظ ضمیر موصولہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(ج) ضمیر استفہامیہ:

ضمائر کی وہ صورتیں جو سوال کی غرض سے لائی گئی ہوں، ضمیر استفہامیہ کہلاتی ہیں۔ کون، کیا، کس، کب، کس سے، کس کا وغیرہ ضمیر استفہامیہ کی ہی صورتیں ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(i) کہاں سے آئے ہو؟

(ii) یہ کس کا قلم ہے؟

(iii) کون سی کتاب چاہیئے؟

(iv) کدھر سے آئے ہو؟

(v) تم کب جا رہے ہو؟

ان جملوں میں "کہاں"، "کس"، "کون"، "کدھر" اور "کب" ضمیر استفہامیہ کی مثالیں ہیں۔

(د) ضمیر اشارہ:

جب کسی اسم کے تعلق سے جو الفاظ بطور اشارہ استعمال کیے جاتے ہیں انہیں ضمیر اشارہ کہتے ہیں۔ مثلاً یہ، وہ، یہاں، وہاں، اس، وغیرہ۔ ضمیر اشارہ کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(i) شیام نے موہن سے پوچھا "یہ آم خریدوگے"؟

(ii) زاہد نے اقبال سے دریافت کیا کہ وہ عمارت کتنی بڑی ہے؟

(iii) احمد وہاں جاؤ،

(iv) اس آدمی سے کہو کہ یہاں آئے۔

(v) رام نے دیال سے کہا یہاں بیٹھو۔

ان جملوں میں لفظ "یہ"، "وہ"، "وہاں"، "اس" اور "یہاں" ضمیر اشارہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(ہ) ضمیر تنکیر:

وہ ضمیر جو غیر متعین فرد یا شئے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسے "ضمیر تنکیر" کہتے ہیں۔ مثلاً جب جملے میں کوئی، کسی، کہیں، کچھ جیسے الفاظ آئیں تو یہ ضمیر تنکیر کہلائیں گے۔ ذیل میں ضمیر تنکیر کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

(i) آگرہ سے کوئی آیا ہے۔

(ii) حمیدہ کہیں جارہی ہے۔

(iii) ریحان نے کسی سے پوچھا۔

(iv) عبداللہ کچھ کھا رہا ہے۔

(v) صابر کہیں جائے گا۔

2.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- ضمیر اصلاً عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی اندرون دل یا پوشیدہ بات کے ہیں۔ قواعد کی رو سے ایسے الفاظ جو کسی اسم کی جگہ استعمال کیے جائیں وہ "ضمیر" کہلاتے ہیں۔
- اسم کی طرح ضمیر کی بھی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ ضمیر کو اس کی مختلف حالتوں کے سبب ذیل کے پانچ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے: ضمیر شخصی، ضمیر موصولہ، ضمیر استفہامیہ، ضمیر اشارہ اور ضمیر تنکیر۔
- ضمیر شخصی اشخاص کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں: ضمیر متکلم، ضمیر مخاطب اور ضمیر غائب۔
- ضمیر متکلم: کلام کرنے والے شخص کے نام کی جگہ استعمال ہونے والی ضمیر کو ضمیر متکلم کہتے ہیں۔
- ضمیر مخاطب: جس شخص کو مخاطب کیا جائے اس کے نام کی جگہ جو ضمیر استعمال کی جاتی ہے اسے ضمیر مخاطب کہتے ہیں۔
- ضمیر غائب: متکلم و مخاطب کے درمیان جس کسی کا ذکر ہوتا ہے اس کے نام کی جگہ جو ضمیر استعمال ہوتی ہے اسے "ضمیر غائب"

کہتے ہیں۔

- ضمیر موصولہ سے مراد وہ ضمائر ہیں جو کسی اسم کے تعلق سے جملوں میں آتے ہیں۔ جو، جیسا، جیسی، جن، ویسا، ویسی، جس، اسی، وہی جیسے الفاظ عام طور پر جملوں میں بطور ضمیر موصولہ استعمال ہوتے ہیں۔
- ضمائر کی وہ صورتیں جو سوال کی غرض سے لائی گئی ہوں، ضمیر استفہامیہ کہلاتی ہیں۔ کون، کیا، کس، کب، کس سے، کس کا وغیرہ ضمیر استفہامیہ کی ہی صورتیں ہیں۔
- جب کسی اسم کے تعلق سے جو الفاظ بطور اشارہ استعمال کیے جاتے ہیں، انہیں ضمیر اشارہ کہتے ہیں۔ مثلاً یہ، وہ، یہاں، وہاں، اِس، اُس وغیرہ۔
- وہ ضمیر جو غیر متعین فرد یا شئے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسے "ضمیر تنکیر" کہتے ہیں۔ مثلاً جب جملے میں کوئی، کسی، کہیں، کچھ جیسے الفاظ آئیں تو یہ ضمیر تنکیر کہلائیں گے۔

2.4 مشکل الفاظ

ضمیر	اندرون دل، قواعد کے مطابق اسم کی جگہ استعمال ہونے والا لفظ	Pronoun / Conscience
جذبات	انسان کے اندر پیدا ہونے والی کیفیات	Emotions / Feelings
سہل	آسان	Easy / Simple
رواں	جاری، آگے جانے والا	Flowing / Fluent / Ongoing
ضمائر	ضمیر کی جمع	Pronouns
اندرون دل	دل کے اندر	Inner heart / Within the heart
مؤثر	اثر دار، اثر کرنے والا	Effective / Influential
پوشیدہ	چھپا ہوا، مخفی	Hidden / Concealed
فصیح	خوش بیان	Eloquent
لطافت	خوبی، عمدگی، نفاست	Fineness / Delicacy / Subtlety

2.5 مشقیں

مشق 1: ذیل کے جملوں میں ضمیر حاضر، غائب اور متکلم کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ تم کیا کر رہے ہو۔ ....

2۔ ہم لوگ پڑھ رہے ہیں۔ ....

3۔ میں اسکول جا رہا ہوں۔ ....

4۔ میں مسجد جا رہا ہوں۔ ....

5۔ وہ کہاں سے آ رہا ہے۔ ....

6۔ احمد کتاب پڑھ رہا ہے۔ ....

7۔ آپ کو وہاں تک جانا ہے۔ ....

8۔ ہمیں لکھنے دو۔ ....

9۔ انہوں نے پوچھا۔ ....

10۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ....

مشق 2: ذیل کے جملوں میں ضمیر موصولہ کی شناخت کیجیے۔

1۔ یہ کتاب جس کی ہے اس کو دے دو۔ ....

2۔ وہ لوگ کہاں ہیں، جنہوں نے ہمیں دیکھا۔ ....

3۔ میں جس کے لیے آیا تھا، لیکن اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔.....................................

4۔ جمیل کا جیسا نام ہے، ویسا ہی اس کا کام ہے۔ ....

5۔ میں نے جو کتاب خریدی تھی وہ گم ہو گئی۔ ....

6۔ جس نے ایسا کیا، برا کیا۔ ....

7۔ اس نے جو گاڑی خریدی تھی یہ وہی ہے۔ ....

8۔ تم نے جو اس سے کہا تھا وہ مجھے بھی بتاؤ۔ ....

مشق 3: ذیل میں سے ضمیر استفہامیہ کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ تم کہاں تھے؟ ....

2۔ یہ کتاب کس کی ہے؟ ....

3۔ وہ کون ہے؟ ....

4۔ تم کب آؤ گے؟ ....

5۔ وہ کہاں جا رہا ہے؟ ....

6۔ تم کیا کرتے ہو؟ ....

7۔ یہ کہاں کی تصویر ہے؟ ....

8۔ وہ کس کا بیٹا ہے؟ ....

9۔ یہ کہاں جارہا ہے؟ ....

10۔ تم بازار کب جاؤ گے؟ ....

مشق4: ذیل میں سے ضمیر اشارہ کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ ان سے کہو۔ ....

2۔ یہ قلم کس کا ہے؟ ....

3۔ وہ کون ہے؟ ....

4۔ وہ کس کا مکان ہے؟ ....

5۔ یہ کہاں جائے گا؟ ....

6۔ اس نے کیا کہا تھا؟ ....

7۔ وہ آرہا ہے۔ ....

8۔ یہ کہاں جارہا ہے؟ ....

9۔ اس کی کتاب کون سی ہے؟ ....

10۔ ان کی بات سنو۔ ....

مشق5: ذیل میں سے ضمیر تنکیر کی شناخت کیجیے۔

1۔ کوئی ہو جو میری بات سنے۔ ....

2۔ گھر تو کسی کے پاس نہیں۔ ....

3۔ کچھ ہمیں بھی دے دو۔ ....

4۔ کوئی نہ کوئی مل ہی جائے گا۔ ....

5۔ کچھ کچھ جان باقی ہے۔ ....

6۔ ریحان نے کسی سے پوچھا۔ ....

7۔ ہر کوئی یہی کہتا ہے۔ ....

8۔ جس کسی سے پوچھا اس نے یہی کہا۔ ....

9۔ کچھ کھانے کے لیے دو۔ ....

10۔ بعض کا یہ کہنا ہے۔ ....

2.6 نمونہ امتحانی سوالات

2.6.1 معروضی سوالات:

1۔ ضمیر کس زبان کا لفظ ہے؟

(a)اردو (b)عربی (c)فارسی (d)ترکی

2۔ ذیل میں سے ضمیر کی پہچان کیجیے۔

(a)وہ (b)چند (c)عمارت (d)شہر

3۔ "ناہید کہاں سے آرہی ہے؟" اس جملے میں ضمیر استفہامیہ کی نشاندہی کیجیے۔

(a) ناہید (b)سے (c)کہاں (d)آرہی

4۔ ذیل میں سے ضمیر اشارہ کون ہے؟

(a)جیسا (b)ویسا (c)کیا (d)اس

5۔ ذیل میں سے ضمیر شخصی کون ہے؟

(a) تم (b)کہیں (c)کوئی (d)کچھ

2.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ضمیر موصولہ کو مثالوں سے واضح کیجیے۔

2۔ ضمیر استفہامیہ کسے کہتے ہیں؟ مثالوں سے سمجھایئے۔

3۔ ضمیر اشارہ سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کیجیے۔

4۔ ضمیر تنکیر کی تعریف بیان کیجیے اور اس کی چند مثالیں بھی لکھیے۔

5۔ ضمیر شخصی پر مبنی پانچ جملے لکھیے۔

2.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ضمیر کی تعریف بیان کیجیے۔

2۔ ضمیر کی مختلف قسموں کی وضاحت کیجیے۔

3۔ ضمیر شخصی کی کتنی صورتیں ہیں؟ مثالوں سے سمجھایئے۔

2.6.1کے جوابات:

(i) B (ii) A (iii) C (iv) D (v) A

اکائی 3: صفت

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید

3.1 مقاصد

3.2 صفت

3.2.1 صفت کی تعریف

3.2.2 صفت کی اقسام

3.3 اکتسابی نتائج

3.4 مشکل الفاظ

3.5 مشقیں

3.6 نمونہ امتحانی سوالات

3.0 تمہید

پچھلی اکائی میں آپ نے ضمیر کی تعریف اور اس کی اقسام کا مطالعہ کیا۔ زبان کو سیکھنے میں ضمیر کے بعد صفت کا نمبر آتا ہے۔ زبان صرف اشیاء کے نام لینے یا واقعات بیان کرنے تک محدود نہیں، بلکہ ان اشیاء کی خصوصیات، حالت، مقدار، رنگ، صورت یا کیفیت کو بھی بیان کرتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ "نیک لڑکا"، "خوبصورت منظر" یا "لمبی سڑک" ہے، تو ان فقروں میں میں صرف اسم نہیں بلکہ ان کی خصوصیات بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ ایسے تمام الفاظ جو کسی اسم کی خوبی، خامی، حالت یا کیفیت ظاہر کریں، وہ "صفت" کہلاتے ہیں۔ اس اکائی میں ہم صفت کی تعریف اور اس کی مختلف اقسام کا مطالعہ کریں گے۔

3.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- صفت کی تعریف بیان کر سکیں۔
- صفت کی مختلف اقسام کو واضح کر سکیں۔
- اردو زبان کو سیکھنے میں صفت کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔

3.2 صفت

3.2.1 صفت کی تعریف:

اسم اور ضمیر کی طرح صفت بھی عربی زبان کا ہی لفظ ہے جس کے معنی بیان حال، اظہار ملامت، بیان فضائل، تعریف، توصیف، خوبی، عمدگی وغیرہ کے ہیں۔ ان معانی کے علاوہ صفت علم الصرف کی ایک اصطلاح بھی ہے۔ انگریزی میں اسے Adjective کہتے ہیں۔ صفت وہ کلمہ ہے، جو اسم کی کیفیت یا خصوصیت کو ظاہر کرے۔ اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ صفت وہ الفاظ ہوتے ہیں، جو کسی اسم کی کسی حالت، کیفیت اور خوبی یا خامی کو ظاہر کرتے ہیں۔ صفت کی مختلف تعریفیں دی جارہی ہیں:

فیروز اللغات میں صفت کی تعریف اس طرح درج ہے:

> "صفت (1) کسی چیز کا نشان، خوبی کا بیان، (2) تعریف، خوبی، عمدگی، (3) خاصیت، خصلت، عادت، تاثیر (4) وضع، شکل، طریق، (5) مثل، مانند (6) صرف میں وہ اسم جس سے کسی چیز کی خصوصیت معلوم ہو۔ جمع: صفات، اردو جمع: صفتوں، صفتیں۔"

نور اللغات کے مطابق:

> "صفت (حال بیان کرنا، کسی چیز کا نشان یا علامت، صفات جمع، مونث (1) خوبی، خاصیت، تعریف۔
>
> (2) اصطلاح صرف و نحو۔ وہ کلمہ جو اسم کی خاصیت یا تعریف بیان کرتا ہے۔"

آن لائن اردو لغات کے مطابق:

> "صفت (صرف) وہ کلمہ جو اسم کی تعریف یا خاصیت بیان کرتا ہے۔
>
> اظہار علامت، بیان حال، بیان فضائل، بیان کرنا، خوبی جو کسی ذات میں ہو، خوبی جو بیان کی جائے، کسی چیز کا نشان۔"

فرہنگ آصفیہ میں صفت کی تعریف:

> " صفت اسم مونث، صرف و نحو: وہ اسم ہے جس سے کوئی چیز کسی خصوصیت کے ساتھ معلوم ہو۔ اس میں برائی کے ساتھ ہو خواہ بھلائی کے ساتھ۔"

درج بالا تعریفات سے صفت کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔ آیئے اب صفت کو مختلف جملوں کی مدد سے سمجھا جائے۔

1۔ زاہد ایک بے حد ذہین لڑکا ہے۔

2۔ آم بڑا میٹھا ہے۔

3۔ یہ کنواں بہت گہرا ہے۔

4۔ کیا تم نے وہ کالا سانپ دیکھا؟

5۔ راشد بہت شریر لڑکا ہے۔

ان جملوں میں کسی کی خاصیت، کسی کی خوبی اور کسی کی کیفیت ظاہر ہو رہی ہے۔ پہلے جملے میں زاہد اسم ہے اور اس کی خاصیت ذہین ہونا ہے۔ دوسرے جملے میں آم اسم ہے اور خوبی میٹھا ہونا ہے، تیسرے جملے میں کنواں اسم ہے اور اس کی خاصیت گہرا ہونا ہے، چوتھے جملے میں سانپ اسم ہے اور اس کی خوبی یا خاصیت کالا ہونا ہے۔ اسی طرح پانچویں جملے میں راشد اسم ہے اور اس کی خاصیت شریر ہونا ہے۔ یعنی ان جملوں میں ذہین، میٹھا، گہرا، کالا اور شریر جیسے الفاظ سے احمد، آم، کنواں، سانپ اور راشد کی خصوصیات، خوبیاں اور کیفیات معلوم ہو رہی ہیں۔ اس لیے یہاں ان الفاظ کو صفت کہیں گے۔

3.2.2 صفت کی اقسام:

ضمیر کی طرح صفت کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

(الف)صفت ذاتی (ب)صفت نسبتی (ج)صفت عددی (د)صفت مقداری (ہ)صفت ضمیری

آیئے اب ہم ان قسموں پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں:

(الف)صفت ذاتی :

صفت ذاتی سے مراد وہ صفات ہیں، جن سے کسی شخص، جگہ یا چیز کی خوبی، خامی، اچھائی، برائی، حالت، کیفیت، رنگ وغیرہ سے واقف کراتی ہیں۔ جیسے:

(i) تاج محل ایک خوب صورت عمارت ہے۔

(ii) وہ شخص بڑا بے ایمان ہے۔

(iii) زاہد کی قمیض سفید ہے۔

(iv) عمران شدید درد میں ہے۔

(iv) بکری کالی ہے۔

ان جملوں میں خوب صورت، بے ایمان، سفید، درد اور کالی جیسے الفاظ ”صفت ذاتی“ ہیں۔

(ب)صفت نسبتی :

صفت نسبتی وہ الفاظ ہیں جن میں کسی دوسری شے سے لگاؤ یا تعلق ظاہر ہو جیسے عرب سے عربی، ایران سے ایرانی، حیدر آباد سے حیدرآبادی وغیرہ۔ اس کی چند مثالیں دیکھیے:

(i) میں ہندوستانی ہوں۔

(ii) اس کا رنگ گورا نہیں، گیہواں ہے۔

(iii) وہ واقعی مردانہ صفات کا حامل ہے۔

(iv) کھجور ایرانی ہے۔

(iv) میں حیدرآبادی ہوں۔

ان جملوں میں "ہندوستانی"، "گیہواں"، "مردانہ"، "ایرانی" اور حیدرآبادی جیسے الفاظ صفت نسبتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(ج)صفت عددی :

اگر کسی جملے میں اسم عام واحد نہ ہو کر جمع کے صیغے میں ہو تو جن الفاظ سے ان کی تعداد کا علم ہو، اسے صفت عددی کہتے ہیں۔ یعنی وہ صفت جو اسم کی تعداد کو بتائے اسے "صفت عددی" کہتے ہیں، جیسے:

(i) علی بابا اور چالیس چور۔

(ii) رحیم کے پاس تین مکان ہیں۔

(iii) اس کے پاس صرف تھوڑے سے آم تھے۔

(iv) ریحان چار گاڑیوں کا مالک ہے۔

(iv) میں بازار سے ایک درجن کیلے لایا۔

ان جملوں میں چالیس، تین، چار اور ایک درجن "صفت عددی" ہیں۔

(د)صفت مقداری:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے صفت مقداری کا تعلق تعداد سے نہ ہو کر مقدار سے ہے۔ یعنی وہ صفت جو اسم کی مقدار کو بتائے "صفت مقداری" کہلاتی ہے۔ جیسے:

(i) چار لیٹر دودھ لاکر دو۔

(ii) دس میٹر کپڑے کی ضرورت ہے۔

(iii) "سواسیر گیہوں" پریم چند کی کہانی ہے۔

ان جملوں میں چار لیٹر، دس میٹر، سواسیر، صفت مقداری ہیں۔

(ہ)صفت ضمیری :

صفت ضمیری سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اسم کی غیر موجودگی میں تو ضمیر کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن اسم کے ساتھ جب آئیں گے تو انہیں صفت ضمیری قرار دیا جائے گا۔ جیسے:

(i) وہ عورت انتہائی سلیقہ مند ہے۔

(ii) یہ کام تم نہیں کرسکتے۔

(iii) کیا چیز تھی جو کھو گئی۔

(iv) تم سا جہاں میں کوئی نہیں۔

(iv) ایسے محنتی لوگ کم ہوتے ہیں۔

ان جملوں میں انتہائی، نہیں، جو، جہاں اور کم جیسے الفاظ صفت ضمیری کی حیثیت رکھتے ہیں۔

3.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- اسم اور ضمیر کی طرح صفت بھی عربی زبان کا ہی لفظ ہے جس کے معنی بیان حال، اظہار ملامت، بیان فضائل، تعریف، توصیف، خوبی، عمدگی وغیرہ کے ہیں۔ ان معانی کے علاوہ صفت علم الصرف کی ایک اصطلاح بھی ہے۔
- صفت وہ کلمہ ہے، جو اسم کی کیفیت یا خصوصیت کو ظاہر کرے۔ اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ صفت وہ الفاظ ہوتے ہیں، جو کسی اسم کی کسی حالت، کیفیت اور خوبی یا خامی کو ظاہر کرتے ہیں۔
- ضمیر کی طرح صفت کی بھی پانچ قسمیں ہیں: صفت ذاتی، صفت نسبتی، صفت عددی، صفت مقداری اور صفت ضمیری۔
- صفت ذاتی سے مراد وہ صفات ہیں، جو کسی شخص، جگہ یا چیز کی خوبی، خامی، اچھائی، برائی، حالت، کیفیت، رنگ وغیرہ سے واقف کراتی ہیں۔
- صفت نسبتی وہ الفاظ ہیں جن میں کسی دوسری شے سے لگاؤ یا تعلق ظاہر ہو جیسے عرب سے عربی، ایران سے ایرانی، حیدر آباد سے حیدر آبادی وغیرہ۔
- اگر کسی جملے میں اسم عام واحد نہ ہو کر جمع کے صیغے میں ہو تو جن الفاظ سے ان کی تعداد کا علم ہو۔ یعنی وہ صفت جو اسم کی تعداد کو بتائے اسے "صفت عددی" کہتے ہیں۔
- وہ صفت جو اسم کی مقدار کو بتائے "صفت مقداری" کہلاتی ہے۔
- صفت ضمیری سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اسم کی غیر موجودگی میں تو ضمیر کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن اسم کے ساتھ جب آئیں گے تو انہیں صفت ضمیری قرار دیا جائے گا۔

3.4 مشکل الفاظ

صفت	تعریف، خوبی، بیان حال	Adjective / Attribute
مقدار	وزن، تول، اندازہ	Quantity / Measure
علم الصرف	قواعد کی ایک شاخ، صرف کا علم	Morphology (Science of word-formation)

عدد	گنتی، شمار	Number / Numeral
فضائل	خوبیاں، کمالات	Virtues / Merits
توصیف	تعریف کرنا	Praise / Appreciation
اظہار	ظاہر کرنا، کھولنا	Expression / Revelation
بخوبی	خوبی کے ساتھ	Properly / Perfectly / Well
علامت	نشان	Sign / Symbol / Mark
کیفیت	کسی شئے کی حالت	Condition / State
متعین	مقرر، تعین کیا ہوا	Appointed / Fixed / Specified

3.5 مشقیں

مشق 1: ذیل میں سے صفت ذاتی کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ ٹھنڈے پانی سے پیاس بجھتی ہے۔ ....

2۔ ڈرپوک ہمیشہ بازی ہار جاتا ہے۔ ....

3۔ آم لذیذ پھل ہے۔ ....

4۔ سخی آدمی ہر دل عزیز ہوتا ہے۔ ....

5۔ لال قلعہ ایک خوب صورت عمارت ہے۔ ....

مشق 2: ذیل میں سے صفت نسبتی کی شناخت کیجیے۔

1۔ شیر جنگلی جانور ہے۔ ....

2۔ یہ پہاڑی نسل کی بکری ہے۔ ....

3۔ سورہ فاتحہ مکی ہے۔ ....

4۔ وہ کھجور عربی ہے۔ ....

5۔ زاہد مراٹھی زبان جانتا ہے۔ ....

6۔ وہ لکھنوی ہے۔ ....

مشق 3: ذیل میں سے صفت عددی کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ دوسرا سبق یاد کرو۔ ....

2۔ ہفتے میں سات دن ہوتے ہیں۔ ....

3۔ پندرہ کیلو آلو لاؤ۔ ....

4۔ پانچ آدمی جا رہے تھے۔ ....

5۔ ایک درجن آم خریدو۔ ....

6۔ ریحان بازار سے ایک کلو ٹماٹر لاؤ۔ ....

7۔ سال میں 365 دن ہوتے ہیں۔ ....

8۔ گھنٹے میں 60 منٹ میں ہوتے ہیں۔ ....

9۔ زاہد کے پاس پانچ کتابیں ہیں۔ ....

10۔ اس کے پاس دو گاڑیاں ہیں۔ ....

مشق 4: ذیل میں سے صفت مقداری کی پہچان کیجیے۔

1۔ میں نے جی بھر کے آم کھایا۔ ....

2۔ ٹوکری بھر اناج لاؤ۔ ....

3۔ زیادہ کھانے سے آدمی سست رہتا ہے۔ ....

4۔ چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔ ....

5۔ چار لیٹر پٹرول لا کر دو۔ ....

6۔ پانچ میٹر کپڑے کی ضرورت ہے۔ ....

7۔ ”سوا سیر گیہوں“ پریم چند کی کہانی ہے۔ ....

مشق 5: دیے گئے جملوں میں سے صفت ضمیری کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ مجھ جیسا استاد کہاں ملے گا؟ ....

2۔ ایسی محنتی عورتیں کم ہوتی ہیں۔ ....

3۔ جیسا نام ہے ویسا کام ہے۔ ....

4۔ ویسے بزرگ اب کہاں ہیں؟ ....

5۔ تم سا جہاں میں کوئی نہیں۔ ....

3.6 نمونہ امتحانی سوالات

3.6.1 معروضی سوالات:

1۔ ذیل میں سے کون صفت کا لغوی معنی نہیں ہے ؟

(a)بیان حال (b)صفات (c)بیان فضائل (d)اظہار ملامت

2۔ ان میں سے کون صفت نسبتی ہے ؟

(a)ایرانی (b)چار (c)جیسا (d)لیٹر

3۔ ذیل میں سے صفت ذاتی کون ہے ؟

(a) زاہد (b)مجھ (c)خوبصورت (d)سواسیر

4۔ ذیل میں سے صفت عددی کی نشاندہی کیجیے۔

(a) لال (b)ٹوکری بھر (c)جی بھر (d)پانچ

5۔ ان میں سے صفت ضمیر کو پہچانیے۔

(a)ایسی (b)جنگلی (c)لذید (d)درجن

3.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ صفت ذاتی کی تعریف مع مثال بیان کیجیے۔

2۔ صفت نسبتی کو مثالوں سے سمجھائیے۔

3۔ صفت عددی کی تعریف بیان کرتے ہوئے تین جملے لکھیے۔

4۔ صفت مقداری کیا ہے ؟ بیان کیجیے۔

5۔ صفت ضمیری سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔

3.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ صفت کی تعریف بیان کیجیے۔

2۔ صفت کی مختلف اقسام پر روشنی ڈالیے۔

3۔ صفت ضمیری اور صفت مقداری کے پانچ پانچ جملے لکھیے۔

3.6.1 کے جوابات:

(i) B (ii) A (iii) C (iv) D (v) A

اکائی 4: فعل

اکائی کے اجزا

4.0 تمہید
4.1 مقاصد
4.2 فعل
4.2.1 فعل کی تعریف
4.2.2 فعل کی اقسام
4.2.3 لوازم فعل
4.3 اکتسابی نتائج
4.4 مشکل الفاظ
4.5 مشقیں
4.6 نمونہ امتحانی سوالات

4.0 تمہید

پچھلی اکائی میں آپ نے صفت کی تعریف اور اس کی اقسام کا مطالعہ کیا۔ زبان کو سیکھنے میں صفت کے بعد فعل کا نمبر آتا ہے۔ زبان میں الفاظ کا محض مجموعہ کافی نہیں ہوتا، بلکہ اُن الفاظ کو ایک خاص ترتیب اور حرکت دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ بات میں جان، معنی میں روانی اور اظہار میں زندگی آجائے۔ جملے میں جو لفظ کسی عمل، حرکت، حالت یا واقعے کو ظاہر کرتا ہے، وہ جملے کا سب سے متحرک اور بنیادی جزو ہوتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ "بچہ دوڑ رہا ہے" یا "بارش ہو رہی ہے"، تو ان جملوں میں جو الفاظ کسی کام کے ہونے یا کرنے کی خبر دیتے ہیں، وہی جملے کی جان ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں ایسے لفظ کو "فعل" کہتے ہیں۔ اس اکائی میں ہم فعل کی تعریف اور اس کی مختلف اقسام کا مطالعہ کریں گے۔

4.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- فعل کی تعریف بیان کر سکیں۔

- فعل کی مختلف اقسام کو سمجھ سکیں۔
- لوازم فعل سے واقف ہو سکیں۔

4.2 فعل

4.2.1 فعل کی تعریف:

اسم، ضمیر اور صفت کی طرح فعل بھی عربی زبان کا ہی لفظ ہے، جس کے لغوی معنی 'کام' کے ہیں۔ علم صرف و نحو میں فعل سے مراد وہ لفظ ہے، جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو۔ اردو لغات میں فعل کی تعریف مختلف الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

فیروز اللغات میں فعل کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

”فعل (1) کام۔ کاج۔ عمل (2) علم صرف میں وہ کلمہ جس میں کوئی زمانہ پایا جائے۔“

فرہنگ آصفیہ :

”فعل اسم مذکر کام، کاج، امر، کار، عمل، کرتب۔ علم صرف میں وہ کلمہ جس کے معنوں میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ کرنا یا ہونا پایا جائے۔“

درج بالا تعریفوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ جس کلمے سے کسی کام کے ہونے یا کرنے کا پتہ چلے اسے فعل کہتے ہیں۔

آیئے اب جملوں کی مدد سے فعل کو سمجھا جائے۔ درج ذیل جملے ملاحظہ کیجیے۔

1۔ حامد بازار جارہا ہے۔

2۔ تم اسکول جاتے ہو۔

3۔ میں کل دہلی جاؤں گا۔

4۔ کیا وہ دوا لایا تھا۔

5۔ تم گھر نہیں گئے۔

ان تمام جملوں میں کسی نہ کسی فعل یعنی کام کے ہونے یا کرنے کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سب ایسے جملے ہیں جو کسی کام کے کرنے یا ہونے کا پتہ دے رہے ہیں۔ اس لیے ان کو فعل کہتے ہیں۔ یہ جملے ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں پر مشتمل ہیں۔

کسی بھی جملے میں فعل کی حالت و کیفیت کی تین صورتیں ہیں:

1۔ فاعل: فعل یا کام کو انجام دینے والا فاعل کہلاتا ہے۔

2۔ فعل: وہ کام جو کیا جائے۔

3۔ مفعول: جس پر کام انجام دیا جائے۔

اب یہ جملہ دیکھیے: حامد اسکول جاتا ہے۔ اس جملے میں ”حامد“ فاعل، ” جاتا“ فعل اور ”اسکول“ مفعول ہے۔

معنی کے لحاظ سے فعل کو ذیل کے ان چار زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1۔ فعل لازم　　2۔ فعل متعدی　　3۔ فعل ناقص　　4۔ فعل معدولہ یا مجہول

1۔ فعل لازم: یہ فعل کی وہ قسم ہے جس میں فعل کا اثر صرف فاعل یعنی فعل کرنے والے تک ہی محدود رہتا ہے۔ جیسے :

(i) طارق آیا۔

(ii) (ii) چڑیا اڑ گئی۔

(iii) (iii)وہ رو رہا تھا۔

(iv) (iv)میں جاؤں گا۔

(v) تم کھا رہے ہو۔

2۔ فعل متعدی : یہ فعل کی وہ قسم ہے جس میں فعل کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچتا ہے۔ جیسے:

(i) سیتا کتاب پڑھ رہی ہے۔

(ii) رام بازار گیا تھا۔

(iii) تم آم کب کھاؤ گے ؟

اوپر دے ے گئے جملوں میں سیتا، رام، تم فاعل ہیں، پڑھنا، جانا اور کھانا فعل جب کہ کتاب، بازار اور آم مفعول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

3۔ فعل ناقص: اس سے مراد فعل کی وہ صورت ہے جو فاعل پر کسی اثر کو ثابت کرے۔ جیسے:

(i) احمد آج کل بیمار ہے۔

(ii) وہ کسی صدمے سے پاگل ہو گیا ہے۔

(iii) تم اس قدر اداس کیوں ہو؟

پہلے جملے میں ''احمد''فاعل ہے اور بیماری کا اثر اس پر ہے۔ اسی طرح دوسرے جملے میں ''وہ'' بھی فاعل ہے جس کے ذہن میں خلل واقع ہوا ہے۔ یہی صورت تیسرے جملے میں بھی موجود ہے۔ یہاں ''تم'' کی حیثیت فاعل کی ہے اور اداسی اس پر اثر انداز ہوئی ہے۔ اس طرح یہ تینوں صورتیں فعل ناقص کی صورتیں ہیں۔

4۔ فعل معدولہ: اسے فعل مجہول بھی کہتے ہیں۔ اس میں فعل کا اثر مفعول پر ظاہر ہوتا ہے اور فاعل کا ذکر نہیں ہوتا۔ مثلاً

(i) وہ ٹوٹی ہوئی سڑک بنا دی گئی ہے۔

(ii) مغل گارڈن کھول دیا گیا۔

(iii) غریبوں میں کمبل تقسیم کر دیے جائیں گے۔

ان جملوں میں اس کا ذکر نہیں ملتا کہ فعل کس نے کیا یعنی ان جملوں میں فاعل موجود نہیں ہے اس لیے فعل کی یہ صورتیں مجہول ہیں۔

4.2.2 فعل کی اقسام:

زمانے کے لحاظ سے فعل کی تین قسمیں ہیں:

(1) فعل ماضی (2) فعل حال (3) فعل مستقبل

(1) فعل ماضی :

وہ کام جو گزرے ہوئے زمانے میں واقع ہوا ہو، "فعل ماضی" کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ جملے دیکھیے:

(i) کل میں زبیر کے گھر گیا تھا۔

(ii) میں بازار جارہا تھا۔

(iii) دانش اسکول سے واپس آیا۔

ان جملوں سے یہ واضح ہورہا ہے کہ کام ماضی میں ہوا ہے۔ اسی لیے فعل کی یہ صورتیں ماضی سے تعلق رکھتی ہیں۔ فعل ماضی کو ہم ان کی نوعیت کے اعتبار سے ذیل کے چھ زمروں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(الف) ماضی مطلق (ب) ماضی قریب (ج) ماضی بعید (د) ماضی شکیہ (ہ) ماضی استمراری (و) ماضی شرطیہ

(الف) ماضی مطلق: اس سے مراد وہ جملے ہوتے ہیں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں کوئی کام ہوا ہے، لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ماضی میں کام کب ہوا؟ جیسے:

(i) احمد آیا۔

(ii) رحیم بازار گیا۔

(iii) تمہارا خط ملا۔

(iv) وہ سو کر اٹھا۔

آپ نے دیکھا کہ ان جملوں سے یہ تو معلوم ہورہا ہے کہ ماضی میں کام ہوا ہے، لیکن یہ نہیں پتہ چل رہا ہے کہ یہ کام کب ہوا ہے۔ اس لیے یہ فعل ماضی مطلق کے زمرے میں آئیں گے۔

(ب) ماضی قریب : یہ ماضی مطلق کی اگلی کڑی ہے۔ اگر فعل یعنی کام ماضی میں بہت پہلے نہ ہو کر قریب ہی میں ہوا ہو، تو ایسی صورت کو ماضی قریب کہتے ہیں۔ یعنی ماضی مطلق کے جملے میں آگے "ہے" لگانے سے ماضی قریب بن جاتا ہے۔ مثلاً:

(i) احمد آیا ہے۔

(ii) رحیم بازار گیا ہے۔

(iii) تمہارا خط ملا ہے۔

(iv) وہ سو کر اٹھا ہے۔

(ج) ماضی بعید: جب فعل بہت پہلے کیا گیا ہو یا ہوا ہو تو اسے ہم ماضی بعید کہتے ہیں۔ یعنی ماضی مطلق ہی میں ماضی قریب کی طرح "ہے" لگانے کے بجائے آگے "تھا" لگانے سے ماضی بعید بن جاتا ہے جیسے :

(i) احمد آیا تھا۔

(ii) رحیم بازار گیا تھا۔

(iii) تمہارا خط ملا تھا۔

(iv) وہ سو کر اٹھا تھا۔

(د) ماضی شکیہ: جب ماضی میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کے تعلق سے شک و شبہ پایا جائے تو یہ صورت ماضی شکیہ کی ہو گی۔ یعنی ماضی مطلق کے آگے ہو گا لگانے سے ماضی شکیہ بن جاتا ہے۔ مثلاً:

(i) احمد آیا ہو گا۔

(ii) رحیم بازار گیا ہو گا۔

(iii) تمہارا خط ملا ہو گا۔

(iv) وہ سو کر اٹھا ہو گا۔

(ہ) ماضی استمراری: جب ماضی میں کسی کام کے جاری رہنے کا اشارہ ملے تو ایسی صورت کو ماضی استمراری کہتے ہیں۔ یعنی ماضی مطلق کے آگے "رہا تھا" لگانے سے ماضی استمراری بن جاتا ہے جیسے :

(i) احمد آرہا تھا۔

(ii) رحیم بازار جارہا تھا۔

(iii) کار بڑی تیزی سے جارہی تھی۔

(iv) جب میں آیا تو وہ کھانا کھا رہا تھا۔

(و) ماضی شرطیہ: اگر فعل کے تعلق سے ماضی میں کوئی تمنا یا شرط پائی جائے، تو اسے ماضی تمنائی یا شرطیہ کہتے ہیں۔ ماضی مطلق کے آگے "ہوتا تو" لگانے سے ماضی تمنائی یا شرطیہ بن جاتا ہے جیسے :

(i) احمد آیا ہوتا تو۔

(ii) رحیم بازار گیا ہوتا تو۔

(iii) تمہارا خط ملا ہوتا تو۔

(iv) وہ سو کر اٹھا ہوتا تو۔

(2) فعل حال:

وہ کام جو موجودہ زمانے میں کیا جارہا ہو اسے "فعل حال" کہتے ہیں۔ فعل حال کی پہچان یہ ہے کہ جملے کے آخر میں تا، تی یا رہا، رہے ، رہی آتا ہے۔ مثلاً جمیل لکھتا ہے، فاطمہ پڑھتی ہے۔ گاڑی جارہی ہے، وغیرہ۔ فعل ماضی کی طرح فعل حال کو بھی چھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(الف) حال مطلق (ب) حال ناتمام (ج) حال شکیہ (د) فعل مضارع (ہ) فعل امر (و) فعل نہی

(الف) حال مطلق: جس طرح ماضی مطلق میں زمانے کی تخصیص نہیں ہوتی اسی طرح حال مطلق میں بھی ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ کام بِلا کسی تشخیص کے ظاہر ہوتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(i) بارش ہوتی ہے۔

(ii) سورج چمکتا ہے۔

(iii) تم گاتے ہو۔

(iv) سیتا کتاب پڑھتی ہے۔

(v) احمد خط لکھتا ہے۔

(ب) حال ناتمام: اگر زمانہ حال میں کوئی کام جاری ہے اور ابھی انجام کو نہیں پہنچا تو یہ صورت حال ناتمام کی ہے۔ مثالیں دیکھیے:

(i) لڑکیاں میدان میں کھیل رہی ہیں۔

(ii) میں بازار جارہا ہوں۔

(iii) شاہدہ کھانا کھا رہی ہے۔

(iv) لڑکا گا رہا ہے۔

(v) ریل گاڑی جارہی ہے۔

(ج) حال شکیہ: اگر زمانہ حال میں کسی کام کے کرنے یا ہونے میں شبہ پایا جائے، تو اسے حال شکیہ کہتے ہیں ۔ جیسے:

(i) وہ گھر سے چل چکا ہوگا۔

(ii) پانی برس رہا ہوگا۔

(iii) بچے کھیل رہے ہوں گے۔

(iv) تم پڑھ رہے ہوگے۔

(v) وہ لکھ رہی ہوگی۔

(د) فعل مضارع : مضارع کا اطلاق حال اور مستقبل دونوں پر ہوتا ہے۔یعنی ایک ایسا زمانہ جو حال و ماضی دونوں کا اشارہ دے۔ مضارع بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ علامت مصدر "نا" گرا کر یائے مجہول (ے) بڑھانے سے فعل مضارع بن جاتا ہے۔ جیسے : آنا سے آئے، جانا سے جائے، وغیرہ۔مثالیں ملاحظہ ہوں:

(i) وہ آئے۔

(ii) بادل گرجے۔

(iii) شیشہ ٹوٹے غل مچ جائے۔

(iv) دل ٹوٹے آواز نہ آئے۔

(v) سلیم گانا گائے۔

(ہ) فعل امر: فعل امر وہ ہے جب کسی کام کو کرنے کا حکم دیا جائے یا التجا کی جائے۔چند مثالیں دیکھیے:

(i) تم ابھی شہر چلے جاؤ۔

(ii) میرے غریب خانے پر تشریف لائیے۔

(iii) آپ یہ کتاب ضرور پڑھیے۔

(iv) تم ایک افسانہ لکھو۔

(v) بازار سے سبزی لاؤ۔

(و) فعل نہی: جب حکم یا التجا کام کرنے کے لیے، نہیں بلکہ کام سے روکنے کے لیے ہو تو اسے فعل نہی کہتے ہیں۔ جیسے:

(i) پانی مت ضائع کرو۔

(ii) آپ کو میری قسم ایسا نہ کیجیے۔

(iii) تم وہاں بالکل نہیں جاؤ گے۔

(3) فعل مستقبل:

فعل مستقبل وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا آئندہ زمانے میں کرنا یا ہونا ظاہر ہو۔اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے آخر میں "گا، گی، گے" آتا ہے۔ فعل مستقبل کی دو قسمیں ہیں۔(1) مستقبل مطلق (2) مسقبل مدامی

(1) مستقبل مطلق:

مستقبل مطلق سے مراد وہ فعل ہے جس آنے والے زمانے میں کسی کام کا ہونا یا کرنا پایا جائے۔ جیسے:

(i) میں کل بازار جاؤں گا۔

(ii) بچے شام کو پارک میں کھیلیں گے۔

(iii) سعدیہ آج رات آگرہ جائے گی۔

(iv) مجھے کل اسکول جانا ہے۔

(v) احمد اگلے مہینے دبئی جائے گا۔

(2) مستقبل مدامی:

مستقبل مدامی اسے کہتے ہیں جس سے آنے والے زمانے میں کسی کام کے تسلسل سے ہونے یا جاری رہنے کا پتہ چلے جیسے

(i) میں بازار جاتا رہوں گا۔

(ii) بچے پارک میں کھیلتے رہیں گے۔

(iii) تنخواہ ملتی رہے گی۔

(iv) میں اسکول جاتا رہوں گا۔

(v) احمد میرے پاس آتا رہے گا۔

4.2.3 لوازم فعل:

فعل کی کوئی بھی صورت ہو اس میں کچھ نہ کچھ خصوصیات ضرور پائی جاتی ہیں۔ انہیں خصوصیات کو علم صرف کی اصطلاح میں ''لوازم فعل'' کہا جاتا ہے۔ فعل کے یہ لوازم دو طرح کے ہوتے ہیں:

1۔ طور 2۔ صورت

1۔ طور: یہ فعل کی وہ حالت ہے جس سے یہ علم ہوتا ہے کہ کام خود فاعل سے صادر ہوا ہے یا صرف مفعول پر کام کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (الف) فعل معروف (ب) فعل مجہول۔

(الف) فعل معروف: یہ وہ فعل ہے جس سے مفعول پر فاعل کے کام یعنی فعل کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ جیسے:

(i) بچے نے شیشے کا گلاس توڑ دیا۔

(ii) صابر نے مضمون لکھا۔

(iii) ریحانہ نے مٹھائی پھینک دی۔

(iv) حامد نے نماز پڑھی۔

ان جملوں میں شیشہ، مضمون، مٹھائی، نماز جیسے الفاظ مفعول کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے یہاں پر فعل کی حیثیت فعل معروف کی ہے۔

(ب) فعل مجہول: یہ فعل کی وہ قسم ہے جس میں مفعول پر فعل کے اثر کا تو پتہ چلتا ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کام کو کس نے انجام دیا ہے۔ چند مثالیں فعل مجہول کی ملاحظہ ہوں:

(i) گلاس توڑا گیا۔

(ii) مضمون لکھا گیا۔

(iii) مٹھائی پھینکی گئی۔

(iv) نماز پڑھی گئی۔

ان جملوں میں فاعل کا پتا نہیں چلتا اس لیے یہ فعل مجہول کی صورتیں ہیں۔

2۔ صورت : فعل یعنی کام کس طرح ہوا ہے یا اس کی حالت و کیفیت کیا ہے؟ اس کے لیے فعل کی پانچ صورتیں قرار دی جاتی ہیں جو اس طرح ہیں: (الف) خبریہ، (ب) شرطیہ، (ج) احتمالی، (د) امریہ، (ہ) مصدریہ۔

(الف) خبریہ: کسی کام کے ہونے یا کیے جانے کی اطلاع کو فعل کی خبریا حالت کہا جاتا ہے۔ جیسے:

(i) جو عمارت کمزور تھی وہ گر پڑی۔

(ii) کیا تم پانی پیو گے؟

(iii) بس جا رہی تھی۔

(iv) وہ کھیل رہا تھا۔

(ب) شرطیہ: اگر کسی کام کے لیے کوئی شرط یا تمنا پائی جائے تو ایسے فعل کو حالت شرطیہ کہتے ہیں خواہ جملہ میں کوئی حرف شرط مثلاً "اگر" "تو" وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ مثال کے طور پر یہ جملے ملاحظہ ہوں:

(i) اگر تم محنت کرو گے تو آئندہ زندگی میں کامیاب ہو گے۔

(ii) اس کے جانے سے ہی بات بنے گی۔

(ج) احتمالی: اگر فعل کے ہونے یا کیے جانے میں شک یا شبہ ہو تو یہ صورت فعل احتمالی کی ہے۔ مثلاً:

(i) حامد نے وہ کتاب پڑھ لی ہو گی جو تم نے اسے دی تھی۔

(ii) گھر کے سب لوگوں نے کھانا کھا لیا ہو گا۔

(د) امریہ: اگر کسی فعل کے تعلق سے حکم یا تاکید ہو تو اسے فعل کی امریہ صورت قرار دیا جائے گا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(i) تم آج ہی کانپور چلے جاؤ۔

(ii) چلو کھانا کھاؤ۔

(iii) تشریف لائیے حضور۔

(iv) ساجد بازار سے آم لاؤ۔

(ہ) مصدریہ: اس سے مراد فعل کی وہ صورت ہے جب کام کا ہونا تو قرار پایا جائے لیکن کسی وقت کا تعین نہ ہو۔ ہم انہیں مصادر فعل بھی کہتے ہیں۔ اردو اور ہندی میں مصادر فعل کی عمومی صورت یہ ہے کہ ہر مصدر فعل کے آخر میں "نا" آئے گا۔ جیسے آنا، جانا، کھانا، سونا، لینا، دینا،

اٹھنا، بیٹھنا، رونا، ہنسنا وغیرہ۔

(i) ادھر بالکل نہ جانا۔

(ii) تم گھومنے جانا۔

(iii) تم کتاب لینا۔

(iv) اسے پھل دینا۔

(v) اس کو مت ہنسانا۔

4.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- فعل عربی زبان کا ہی لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں 'کام'۔ علم صرف و نحو میں فعل سے مراد وہ لفظ ہے، جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو۔
- کسی بھی جملے میں فعل کی حالت و کیفیت کی تین صورتیں ہیں: فاعل، فعل اور مفعول۔
- فعل لازم: یہ فعل کی وہ قسم ہے جس میں فعل کا اثر صرف فاعل یعنی فعل کرنے والے تک ہی محدود رہتا ہے۔
- فعل متعدی : یہ فعل کی وہ قسم ہے جس میں فعل کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچتا ہے۔
- فعل ناقص: اس سے مراد فعل کی وہ صورت ہے جو فاعل پر کسی اثر کو ثابت کرے۔
- فعل معدولہ: فعل معدولہ کو فعل مجہول بھی کہتے ہیں۔ اس میں فعل کا اثر مفعول پر ظاہر ہوتا ہے اور فاعل کا ذکر نہیں ہوتا۔
- زمانے کے لحاظ سے فعل کی تین قسمیں ہیں: فعل ماضی، فعل حال اور فعل مستقبل۔
- فعل ماضی: وہ کام جو گزرے ہوئے زمانے میں واقع ہوا ہو، ''فعل ماضی'' کہلاتا ہے۔ فعل ماضی کی چھ قسمیں ہیں۔
- ماضی مطلق: اس سے مراد وہ فعل ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں کوئی کام ہوا ہے، لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ماضی میں کام کب ہوا؟
- ماضی قریب: اگر فعل یعنی کام ماضی میں بہت پہلے نہ ہو کر قریب ہی میں ہوا ہو، تو ایسی صورت کو ماضی قریب کہتے ہیں۔
- ماضی بعید: جب فعل بہت پہلے کیا گیا ہو یا ہوا ہو تو اسے ہم ماضی بعید کہتے ہیں۔
- ماضی شکیہ: جب ماضی میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کے تعلق سے شک و شبہ پایا جائے تو یہ صورت ماضی شکیہ کی ہوگی۔
- ماضی استمراری: جب ماضی میں کسی کام کے جاری رہنے کا اشارہ ملے تو ایسی صورت کو ماضی استمراری کہتے ہیں۔
- ماضی شرطیہ: اگر فعل کے تعلق سے ماضی میں کوئی تمنا یا شرط پائی جائے، تو اسے ماضی تمنائی یا شرطیہ کہتے ہیں۔
- وہ کام جو موجودہ زمانے میں کیا جا رہا ہو اسے ''فعل حال'' کہتے ہیں۔ فعل حال کی پہچان یہ ہے کہ جملے کے آخر میں تا، تی یا رہا، رہے،

رہی آتا ہے۔ فعل ماضی کی طرح فعل حال کو بھی چھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

- حال مطلق: جس طرح ماضی مطلق میں زمانے کی تخصیص نہیں ہوتی اسی طرح حال مطلق میں بھی زمانے کی تشخیص نہیں ہوتی۔
- حال ناتمام: اگر زمانہ حال میں کوئی کام جاری ہے اور ابھی انجام کو نہیں پہنچا تو یہ صورت حال ناتمام کی ہے۔
- حال شکیہ: اگر زمانہ حال میں کسی کام کے کرنے یا ہونے میں شبہ پایا جائے تو اسے حال شکیہ کہتے ہیں ۔
- فعل مضارع: مضارع کا اطلاق حال اور مستقبل دونوں پر ہوتا ہے۔یعنی ایک ایسا زمانہ جو حال اور مستقبل دونوں کا اشارہ دے۔
- فعل امر: فعل امر وہ ہے جب کسی کام کو کرنے کا حکم دیا جائے یا التجا کی جائے۔
- فعل نہی: جب حکم یا التجا کام کرنے کے لیے، نہیں کام سے روکنے کے لیے ہو تو اسے فعل نہی کہتے ہیں۔
- جب بھی کوئی کام آئندہ زمانے میں انجام پانا ہو تو ایسی صورت کو فعل مستقبل قرار دیں گے۔
- فعل کی کوئی بھی صورت ہو اس میں کچھ نہ کچھ خصوصیات ضرور پائی جاتی ہیں۔انہیں خصوصیات کو علم صرف کی اصطلاح میں ”لوازم فعل“ کہا جاتا ہے۔جو دو ہیں (1) طور (2) صورت
- طور: یہ فعل کی وہ حالت ہے جس سے یہ علم ہوتا ہے کہ کام خود فاعل سے صادر ہوا ہے یا صرف مفعول پر کام کا اثر معلوم ہوتا ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں: (الف) فعل معروف (ب) فعل مجہول۔
- فعل معروف: یہ وہ فعل ہے جس سے مفعول پر فاعل کے کام یعنی فعل کا اثر معلوم ہوتا ہے۔
- فعل مجہول: یہ فعل کی وہ قسم ہے جس میں مفعول پر فعل کے اثر کا تو پتہ چلتا ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کام کو کس نے انجام دیا ہے۔
- صورت: فعل یعنی کام کس طرح ہوا ہے یا اس کی حالت و کیفیت کیا ہے؟ اس کے لیے فعل کی پانچ صورتیں قرار دی جاتی ہیں، جو یہ ہیں: (الف) خبریہ (ب) شرطیہ (ج) احتمالی (د) امریہ (ہ) مصدریہ۔
- خبریہ: کسی کام کے ہونے یا کیے جانے کی اطلاع کو فعل کی خبریا حالت کہا جاتا ہے۔
- شرطیہ: اگر کسی کام کے لے کوئی شرط یا تمنا پائی جائے تو ایسے فعل کو حالت شرطیہ کہتے ہیں خواہ جملہ میں کوئی حرف شرط مثلاً ”اگر“ ”تو“ وغیرہ ہو یا نہ ہو۔
- احتمالی: اگر فعل کے ہونے یا کیے جانے میں شک یا شبہ ہو تو یہ صورت فعل احتمالی کی ہے۔
- امریہ: اگر کسی فعل کے تعلق سے حکم یا تاکید ہو تو اسے فعل کی امریہ صورت قرار دیا جائے گا۔
- مصدریہ: اس سے مراد فعل کی وہ صورت ہے جب کام کا ہونا تو قرار پایا جائے لیکن کسی وقت کا تعین نہ ہو۔ہم انہیں مصادر فعل بھی کہتے ہیں۔

4.4 مشکل الفاظ

فعل	کام	Verb / Action
متحرک	حرکت کرنے والا	Active / Moving
فعل مضارع	ایسا فعل جو حال و مستقبل دونوں میں ہو	Present tense verb
کیفیت	کسی شئے کی حالت	Condition / State
زمروں	قسمیں، خانے	Categories / Classes
فاعل	کام کرنے والا	Subject / Doer
مفعول	جس پر کام کیا جائے	Object / Receiver of action
ماضی	گزرا ہوا زمانہ	Past
حال	موجودہ وقت	Present
مستقبل	آنے والا وقت	Future
استمراری	جاری رہنے والا	Continuous / Progressive
لوازم	ضروری چیزیں	Essentials / Necessities
اطلاق	لاگو کرنا	Application / Implementation
التجا	گزارش، درخواست	Request / Plea
قاعدہ	اصول، طریقہ	Rule / Principle
تعین	محدود کرنا	Determination / Specification
تاکید	بار بار کہنا	Emphasis / Stress

4.5 مشقیں

مشق 1: ذیل کے جملوں میں فعل ماضی کی اقسام کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ احمد گیا ہوتا۔ ....

2۔ بارش ہوئی تھی۔ ....

3۔ نازیہ کھیل رہی تھی۔ ....

4۔ میرا خط ملا ہو گا۔ ....

5۔ کلیم آیا۔ ....

مشق 2: ذیل کے جملوں میں فعل حال کی اقسام کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ بارش ہو رہی ہے۔ ....

2۔ میں بازار جا رہا ہوں۔ ....

3۔ وہ گھر سے چل چکا ہو گا۔ ....

4۔ سورج چمکا۔ ....

5۔ تم وہاں بالکل نہیں جاؤ گے۔ ....

مشق 3: ذیل کے جملوں کو فعل مستقبل بنائیے۔

1۔ رقیہ لکھتی ہے۔ ....

2۔ بارش ہو رہی ہے۔ ....

3۔ ڈھول بج رہا ہے۔ ....

4۔ زاہد اسکول جا رہا ہے۔ ....

5۔ وہ بازار جا رہا ہو گا۔ ....

مشق 4: ذیل کے جملوں کو فعل حال مضارع کے لحاظ سے مکمل کیجیے۔

1۔ کام کرتے رہو تنخواہ..........................

2۔ کھاتے رہو................................

3۔ لکھتے رہو یاد...............................

4۔ اچھا رہو غربت.............................

5۔ شیشہ ٹوٹے غل.............................

مشق 5: ذیل کے جملوں کو فعل ماضی قریب میں تبدیل کیجیے۔

1۔ احمد آیا۔ ....

2۔ رحیم بازار گیا۔ ....

3۔ تمہارا خط ملا۔ ....

4۔ وہ سو کر اٹھا۔ ....

5۔ حامد گیا۔ ....

6۔ چاند چمکا۔ ....

7۔ سورج نکلا۔ ....

4.6 نمونہ امتحانی سوالات

4.6.1 معروضی سوالات:

1۔ فعل کس زبان کا لفظ ہے؟

(a)اردو (b)عربی (c)فارسی (d)ترکی

2۔ "فعل" کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(a)کام (b)نام (c)جگہ (d)شہر

3۔ زمانے کے لحاظ سے فعل کی کتنی قسمیں ہیں؟

(a)ایک (b)دو (c)تین (d)چار

4۔ کسی بھی جملے میں فعل کی حالت و کیفیت کی کتنی صورتیں ہوتی ہیں؟

(a)سات (b)پانچ (c)چھ (d)تین

5۔ "میں بازار جارہا تھا۔" اس جملے میں فعل کی نشاندہی کیجیے۔

(a)ماضی (b)حال (c)مستقبل (d)مجہول

4.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ فعل ماضی کی تعریف بیان کرتے ہوئے مثالوں سے سمجھائیے۔

2۔ فعل حال کو مثالوں سے واضح کیجیے۔

3۔ فعل مستقبل کو مثالوں سے سمجھائیے۔

4۔ ماضی استمراری سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔

5۔ حال مطلق پر مبنی پانچ جملے لکھیے۔

4.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ فعل کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی مثالیں بھی لکھیے۔

2۔ فعل کی اقسام پر روشنی ڈالیے۔

3۔ لوازم فعل سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ بیان کیجیے۔

4.6.1 کے جوابات:

(i) B (ii) A (iii) C (iv) D (v) A

بلاک II

اکائی 5: حروف کا بیان

اکائی کے اجزا

5.0 تمہید

5.1 مقاصد

5.2 حروف کی تعریف

5.3 حروف کی اقسام

5.4 فجائیہ حروف کے استعمال کی چند مثالیں

5.5 دیگر حروف کے استعمال کی چند مثالیں

5.6 اکتسابی نتائج

5.7 مشکل الفاظ

5.8 مشقیں

5.9 نمونہ امتحانی سوالات

5.0 تمہید

پچھلی اکائیوں میں آپ نے اسم، ضمیر، صفت اور فعل کے بارے میں پڑھا۔ اس اکائی میں حرف کی تعریف اور اس کی قسموں کو بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی فجائیہ حروف کسے کہتے ہیں، اور اس کے استعمال کا طریقہ کیا ہے، مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے تا کہ طلبا کو زبان کے اصول و قواعد سیکھنے میں آسانی ہو۔

5.1 مقاصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- وہ حروف کے معنی کو سمجھ سکیں۔
- حروف کی اقسام کو پہچان سکیں۔

- فجائیہ حروف کے بارے میں جان سکیں۔
- دوسرے حروف کے استعمال کا طریقہ بیان کر سکیں۔

5.2 حروف کی تعریف

لفظ یا کلمے کی دو قسمیں ہوتی ہیں (1) مستقل کلمہ (2) غیر مستقل کلمہ۔ مستقل کلمہ وہ لفظ ہے جو بامعنی ہوتا ہے۔ غیر مستقل کلمہ وہ لفظ ہے جو خود سے معنی نہیں دیتا بلکہ دوسرے الفاظ سے مل کر معنی دیتا ہے۔ غیر مستقل کلمے کو حروف کہتے ہیں۔ معنی دینے کے لیے اسے دوسرے کلمہ یا کلموں کے ساتھ ملانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حروف وہ الفاظ یا کلمے ہیں جو دو اسموں یا دو جملوں کو آپس میں جوڑنے کے لیے بولے جاتے ہیں۔ تنہا بولنے پر یہ کوئی معنیٰ پیدا نہیں کرتے جیسے، تک، پر، کی، اور سے وغیرہ۔

ذیل کے جملوں میں خط کشیدہ الفاظ "حروف" ہیں:

(i) میں بمبئی سے آیا۔

(ii) آسمان پر گھٹائیں چھائی ہیں۔

(iii) حدِ نظر تک دھوپ ہی دھوپ ہے۔

(iv) سلمہ کی پیالی ٹوٹ گئی۔

(v) احمد اور زید ساتھ رہتے ہیں۔

(vi) تم گھر ہی میں تھے مگر مجھے معلوم نہیں تھا۔

(vii) میں یونیورسٹی تک گیا تھا لیکن تم سے ملاقات نہ ہو سکی۔

5.3 حروف کی اقسام

حروف کی چار قسمیں ہیں:

1۔ حروفِ ربط 2۔ حروفِ عطف 3۔ حروفِ تخصیص 4۔ حروفِ فجائیہ

I۔ حروفِ ربط

حروفِ ربط دو لفظوں کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

i. کا۔ کے۔ کی: یہ حروفِ اضافت ہیں۔ یہ دو اسموں یا ایک اسم اور ایک ضمیر کے ربط کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے درمیان ملکیت کا تعلق ہوتا ہے یا ان کا باہمی رشتہ اُجاگر ہوتا ہے۔ جیسے:

- ✓ یہ احمد کی کتاب ہے۔ اس جملے میں احمد اور کتاب میں ملکیت کا تعلق ہے۔
- ✓ موہن جگدیش کا بھائی ہے۔ موہن اور جگدیش میں بھائی کا رشتہ ہے۔

✓ وہ اور اس کے ساتھی سب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ "وہ" اور "اس" میں دوستی کا رشتہ ہے۔

ii. **نے:** یہ حرف فاعل کی علامت ہے۔ متعدی افعال میں حروف "نے" فاعل اور معنوں کا ربط ظاہر کرتے ہیں جیسے محمد نے کھانا کھایا۔

iii. **کو، سے:** یہ حروف مفعول کے ساتھ آتے ہیں جیسے یہ کتاب محمود کو دو۔ حسین سے کہو کہ مجھ سے ملے۔ راشد نے پھل خریدے۔

iv. **تک، پر، سے، میں:** یہ حروف ان جملوں میں استعمال ہوتے ہیں جن میں اسم ظرفی یا طوری حالت میں ہو۔ اس کتاب کو الماری میں رکھ دو (ظرفی حالت)۔ چھری سے سیب کاٹو (طوری حالت)

چند اور حروف ربط: پیچھے، آگے، نیچے، پاس، اوپر، بیچ اور باہر، سامنے، واسطے، لیے وغیرہ۔

مثالیں: وہ دیوار کے پیچھے کھڑا ہے۔ محمد میرے ساتھ آؤ۔ احمد کے لیے کھانا لاؤ

II۔ حروفِ عطف

حروف عطف دو جملوں کو ملاتے ہیں جیسے گھر میں بھائی اور بہنیں سب تھے۔ اس میں دو جملوں کو ملایا گیا ہے۔

(1) گھر میں بھائی تھے (2) گھر میں بہنیں تھیں "اور" حروف عطف ہے۔

حروفِ عطف کی چند قسمیں:

i. **حروفِ وصل:** دو لفظوں یا جملوں کو ملاتے ہیں جیسے اکبر اور اسلم دہلی گئے ہیں۔ اس جملے میں "اور" حرف وصل ہے۔

ii. **حروفِ تردید:** یہ حروف دو لفظوں یا دو جملوں کو ملاتے ہیں لیکن ان میں کوئی ایک مراد ہوتا ہے یہ حروف ہیں:

یا۔ یا، خواہ۔ خواہ، چاہے۔ چاہے، نہ۔ نہ

جیسے یا آپ آیئے یا مجھے بلایئے۔ خواہ چائے پیو خواہ آئسکریم کھاؤ۔ رام نہ گھر میں تھا نہ دفتر میں۔

iii. **حروف استدراک:** یہ دو جملوں کے بیچ میں لائے جاتے ہیں۔

پہلے جملے میں شک کا اظہار ہوتا ہے اس کے بعد حروف استدراک لاکر اس شک کو دور کرتے ہیں۔ مثلاً میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوا۔

پر۔ لیکن۔ مگر۔ بلکہ حروف استدراک ہیں

iv. **حروف استثنا:** جملے میں کسی کو دوسروں سے الگ کرنا ہو تو حروف استثنا لاتے ہیں جیسے محفل میں سب لوگ شریک تھے سوائے احمد کے۔ سوائے، مگر، الا، حروف استثنا ہیں۔

v. **حروفِ شرط و جزا:** جملے میں حرفِ شرط آئے تو دوسرے جملے میں اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ جیسے احمد آتا تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاتا۔ تو، کو، اگرچہ حروفِ شرط و جزا ہیں۔

vi. **حروفِ علت:** حروف علت کسی بات کا سبب ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ بیمار ہے اس لیے آج دفتر نہیں آسکا۔ کیوں کہ، اس لیے، لہٰذا حروفِ علت ہیں۔

vii. **حرفِ بیانیہ:** ایک جملے کا بیان دوسرے جملے میں ہو تو دوسرے جملے سے پہلے حرف بیانیہ آتا ہے۔"کہ" حرفِ بیانیہ ہے۔ محمد نے دریافت کیا کہ تم کل کب آؤ گے۔

III۔ حروفِ تخصیص

یہ وہ حروف ہیں جو کسی اسم، فعل یا ضمیر کے ساتھ آ کر معنی میں خصوصیت پیدا کر دیتے ہیں۔ حروفِ تخصیص یہ ہیں: ہی، تو، بھی

ہی	=	سب لوگ تو موجود تھے لیکن احمد ہی وہاں نہ تھا۔
تو	=	کوئی تو اس کو سمجھاتا اور تعلیم چھوڑنے سے روکتا۔
بھی	=	موہن بھی ہمارے ساتھ شہر جائے گا۔

IV۔ حروفِ فجائیہ

جو الفاظ کسی جذبے کی شدت یا جوش میں بے ساختہ زبان سے نکل جائیں حروفِ فجائیہ کہلاتے ہیں جیسے

i.	خوشی اور مسرت کے اظہار کے لیے:	سبحان اللہ، ماشاء اللہ، آہا، اہاہا
ii.	رنج اور افسوس کے لیے:	افسوس، حیف، ہائے، آہ، اف
iii.	تعجب کے لیے:	افوہ، اللہ اکبر، اہا، اللہ اللہ
iv.	نفرت ظاہر کرنے کے لیے:	استغفر اللہ، لاحول ولا قوۃ، چھی، ہشت، تف، تھو تھو
v.	تحسین و تعریف کے لیے:	جزاک اللہ، خوب، شاباش، واہ واہ
vi.	پناہ مانگنے کے لیے:	معاذ اللہ، الامان، الحفیظ، الٰہی توبہ
vii.	تنبیہ کے لیے:	خبردار، ہوشیار، ہیں ہیں، ہوں، دیکھو، سنو،
viii.	حروفِ ندا:	اے، اجی، ہوت، یا

5.4 فجائیہ حروف کے استعمال کی چند مثالیں

1۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

ماشاء اللہ کیا خوبصورت بچہ ہے!

شاباش بہت اچھے نمبرات ہیں!

واہ کیا شعر ہے!

مرحبا آفریں کیا تقریر ہے!

ان جملوں میں خط کشیدہ حروف، حروف تحسین ہیں۔

2۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

سبحان اللہ ! 85٪ نمبرات ! مجھے تو یقین نہیں آرہا ہے۔

اوہو ! تم امریکہ سے کب آئے !

ارے واہ زید تو کافی صحت مند ہو گیا

آہا آج کیا بات ہے آپ ہمارے گھر تشریف لائے !

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ تعجب ہیں۔

3۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

آہ! اس کی جوان بیٹی مر گئی۔

ہائے وہ اگلی محبتیں ختم ہو گئیں۔

افسوس وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

وائے نصیب اتنی کم عمری میں وہ بیوہ ہو گئی۔

بلبل ہند مر گیا ہیہات۔ جس کی تھی بات بات میں اک بات

واحسرتا! میں نے کبھی اپنی ماں کی خدمت نہیں کی۔

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ تاسف ہیں۔

4۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

چھی چھی کیا گندگی ہے۔

لعنت ہے ایسی اولاد پر جو بوڑھے ماں باپ کو دکھ پہنچائے۔

تف ہے ایسے جینے پر۔

توبہ توبہ فیشن کے نام کس قدر بے حیائی بڑھ گئی ہے۔

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ نفریں ہیں۔

5۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

کیا تمہارا نام فرحان ہے؟

زید کو یہ بیماری کب سے ہے؟

احمد نے مکان کہاں بنوایا؟

اکبرِ اعظم کون تھا؟

پانی پت کی پہلی جنگ کس نے جیتی تھی؟

وہ اسکول جانے سے کس لیے گھبراتا ہے؟

تم لوگ وقت کی پابندی کیوں نہیں کرتے؟

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ استفہام ہیں۔ کیونکہ ان میں سوال کیا جارہا ہے۔

6۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

اے لڑکے ذرا بازار سے سودا لانا۔

ارے یار اتنے دن سے کہاں غائب تھے؟

دوستو! نیک بن جاؤ نیک انسان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اجی اتنی دیر سے چلا رہی ہوں۔ جواب کیوں نہیں دیتے۔

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ ندا ہیں۔

5.5 دیگر حروف کے استعمال کی چند مثالیں

1۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

خدا نے اُسے علم سے نوازا ہے۔

زید گھر میں سے نکلا۔

احمد چھت پر سے گر پڑا۔

زاہد پہ بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔

میں کل صبح سے شام تک کالج میں تھا۔

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ ربط ہیں۔ جو جملوں کو بامعنی بنانے میں مدد دیتے ہیں۔

2۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

زید اور احمد آئے۔

میں نے حیدرآباد میں چارمینار اور مکہ مسجد دیکھی اور وہاں کے اہم لوگوں سے ملاقات بھی کی۔

صبح و شام صرف یہی کام ہے۔

ان کا جینا اور مرنا ملک و قوم کے لیے تھا۔

زید آیا پھر احمد آیا

اس نے بہت کوشش کی پھر بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

وہ شیر ہے کہ چیتا۔

حامد وہاں پہنچا ہی تھا کہ احمد نے اسے واپس کر دیا۔

"کہ" کبھی "یا" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

ہر چیز فانی ہے حتیٰ کہ زمین آسمان بھی۔

زید یا گھر میں ہے یا اسکول میں

شاہد آدمی نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔

زید آیا مگر حامد نہیں آیا۔

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ عطف ہیں جو فقروں، کلموں، جملوں کو آپس میں ملانے کا کام کرتے ہیں۔

3۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

احمد آیا تاہم مجھے جانا ہے۔

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں

لیکن اب نقش و نگار طاقِ نسیاں ہو گئیں

ان میں خط کشیدہ الفاظ حروفِ استدراک ہیں۔ جملوں کے مضمون میں اگر شک و شبہ ہو تو ان حروف سے دور ہو جاتا ہے اور مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

4۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

اگر تم آئے تو میں چلوں گا ورنہ آرام کروں گا۔

جو لڑکے محنت کرتے ہیں وہی پاس ہوتے ہیں۔

جیسا عمل کرو گے ویسا ہی ردِ عمل ہو گا۔

جس نے محنت کی وہی پھل پایا۔

جس نے صبر کیا وہی کامیاب رہا۔

خط کشیدہ الفاظ حروفِ شرط وجزا ہیں۔ ہر جملے کا پہلا حروف شرط ہے، دوسرا خط کشیدہ حرف، حرف جزا ہے۔ یعنی پہلے خط کشیدہ لفظ میں شرط کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرے میں جزا کے دیے جانے کا۔

5۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

تمھیں ہم سمجھاتے ہیں تا کہ تم ہدایت حاصل کرو۔

طوفانی بارش کے باعث فصلیں تباہ ہو گئیں۔

رحم کیجیے آخر آپ کا بھائی ہوں۔

اس نے بہت سے شرطیں رکھیں لیکن میں نے ایک نہ مانی۔

وہ بے روزگار ہی نہیں بلکہ بیمار بھی ہے۔

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ حروف علّت ہیں جو کسی بات کا باعث یا وجہ بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

5.6 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- حروف وہ الفاظ یا کلمے ہیں جو دو اسموں یا دو جملوں کو آپس میں جوڑنے کے لیے بولے جاتے ہیں۔ تنہا بولنے پر یہ کوئی معنیٰ پیدا نہیں کرتے جیسے، تک، پر، کی، اور سے وغیرہ۔
- حروف کی چار قسمیں ہیں: 1۔ حروفِ ربط 2۔ حروفِ عطف 3۔ حروفِ تخصیص 4۔ حروفِ فجائیہ
- جو دو لفظوں کے درمیان ربط پیدا کرے اسے حرف ربط کہتے ہیں۔ جیسے کا، کے، کی
- دو لفظوں کو جو حرف ملائے اسے حرف عطف کہا جاتا ہے۔ جیسے "اور"
- وہ حروف جو کسی اسم، فعل یا ضمیر کے ساتھ آکر معنی میں خصوصیت پیدا کریں، ان کو حروفِ تخصیص کہا جاتا ہے جیسے ہی، تو، بھی۔
- جو الفاظ کسی جذبے کی شدت یا جوش میں بے ساختہ زبان سے نکل جائیں حروفِ فجائیہ کہلاتے ہیں جیسے سبحان اللہ، ماشاء اللہ، آہ، افسوس، صد افسوس

5.7 مشکل الفاظ

مفہوم	مطلب	Meaning / Sense
اقسام	قسم کی جمع	Types / Categories
بلاواسطہ	راست، بغیر کسی واسطے کے	Direct / Without intermediary
موضوع	عنوان	Topic / Subject

ربط	تعلق	Connection / Relation
تحسین	تعریف	Praise / Appreciation
تاسف	افسوس	Regret / Sorrow
نفریں	قابل نفرت	Detestable / Disliked
استفہام	سوال	Interrogation / Question
ندا	پکارنا	Call / Voice / Exclamation
حیف	افسوس	Alas / Regret
مرحبا	تعریفی کلمہ	Welcome / Greeting

5.8 مشقیں

مشق 1: ذیل کے جملوں میں حروف ربط تلاش کیجیے۔

یہ حامد کا گھوڑا ہے۔ موہن سنیل کا بھائی ہے۔ یہ کرنل صاحب کا گھر ہے۔

(1) ....

(2) ....

(3) ....

مشق 2: نیچے دیے گئے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

ماشاءاللہ : ....

مرحبا : ....

توبہ توبہ : ....

صبح وشام : ....

بلاواسطہ : ....

5.8 نمونہ امتحانی سوالات

5.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

(1) کلمہ کتنی طرح کا ہوتا ہے؟

(a) دو (b) تین (c) پانچ (d) سات

(2) کا، کے، کی، کیا ہیں؟

(a) حرف عطف (b) حرف ربط (c) حرف وصل (d) حرف اضافت

(3) حروف کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟

(a) آٹھ (b) تین (c) پانچ (d) چار

(4) ماشاءاللہ کون سا حرف ہے؟

(a) حرف تحسین (b) حرف تعجب (c) حرف افسوس (d) ان میں سے کوئی نہیں

(5) "اگر" کا تعلق حروف کے کس زمرے سے ہے؟

(a) حرف ندا (b) حرف شرط و جزا (c) حرف استفہام (d) حرف تحسین

5.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. کلمہ کسے کہتے ہیں، لکھیے۔
2. حروف ربط کسے کہتے ہیں۔
3. حروف عطف کی تعریف بیان کیجیے۔
4. حرف استثنا کسے کہا جاتا ہے۔ مثالوں کے ساتھ لکھیے۔
5. حرف ندا کے نام لکھیے۔

5.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. حرف کی تعریف اور اقسام مثالوں کے ساتھ لکھیے۔
2. حروف کی قسموں کو بیان کیجیے اور ہر ایک کی مثال بھی دیجیے۔
3. حروف فجائیہ کے استعمال کا طریقہ بیان کیجیے۔

5.8.1 کے جوابات:

(i) A (ii) D (iii) D (iv) A (v) B

اکائی 6: جنس اور تعداد

اکائی کے اجزا

6.0 تمہید
6.1 مقاصد
6.2 جنس اور اس کی قسمیں
6.2.1 جنس کی تعریف
6.2.2 جنس کی قسمیں
6.3 تعداد اور اس کی قسمیں
6.3.1 تعداد کی تعریف
6.3.2 تعداد کی قسمیں
6.4 اکتسابی نتائج
6.5 مشکل الفاظ
6.6 مشقیں
6.7 نمونہ امتحانی سوالات

6.0 تمہید

چند حروف مل کر لفظ بناتے ہیں اور کئی لفظوں سے مل کر جملہ بنتا ہے۔ لفظ جملے کا سب سے چھوٹا جزو ہوتا ہے۔ ہر لفظ کے کوئی نہ کوئی معنی ہوتے ہیں۔ تنہا لفظ کوئی مفہوم ادا نہیں کرتا جب تک کہ وہ جملے میں استعمال نہ ہو۔ تنہا لفظ جو جملے میں استعمال نہ کیا گیا ہو کئی معنوں میں لیا جاسکتا ہے۔ قواعد کے اصول مرتب کرنے والوں نے آسانی کے خیال سے جملہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں الفاظ سے بحث کی جاتی ہے اور دوسرے حصہ میں جملوں سے۔ اردو قواعد کے اعتبار سے ان دونوں حصوں کے مجموعی علم کو ''صرف و نحو'' کہتے ہیں۔ علم صرف میں الفاظ سے بحث کی جاتی ہے۔ جب کہ علم نحو میں جملوں سے بحث کی جاتی ہے۔

ہر اسم میں چند خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ واحد ہوگا یا جمع۔ مذکر ہوگا یا مؤنث۔ کام کرنے والا ہوگا یا کام کا اثر لینے والا۔ یہ خصوصیات ہر اسم میں چاہے وہ کسی قسم کا ہو لازمی طور پر پائی جاتی ہیں۔ انہیں کو لوازم اسم کہتے ہیں۔ لوازم اسم تین قسم کے ہیں۔ 1۔ جنس، 2۔

تعداد 3۔حالت

اس اکائی میں آپ جنس اور تعداد کی تعریف، اس کی قسموں اور اصولوں کا مطالعہ کریں گے۔

6.1 مقاصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جنس کی تعریف اور اقسام کے بارے میں جان سکیں۔
- جنس حقیقی اور جنس غیر حقیقی کو پہچان سکیں۔
- تعداد اور اس کی قسموں کو مثالوں کے ذریعہ سمجھ سکیں۔
- واحد اور جمع بنانے کا طریقہ سیکھ سکیں۔

6.2 جنس اور اس کی قسمیں

6.2.1 جنس کی تعریف:

جنس کے لغوی معنی ذات یا نوع کے ہیں۔ علمِ قواعد میں جنس سے مراد تذکیر و تانیث ہے۔ جنس اسم کی وہ کیفیت ہے جس سے اسم کے نر یا مادہ ہونے کا علم ہوتا ہے۔ وہ اسم جو کسی جاندار یا بے جان کی جنس کو بیان کرے اسے اسمِ جنس کہتے ہیں۔ اسمِ جنس دو طرح کے ہوتے ہیں۔ (1) مذکر (2) مؤنث

(1) مذکر Masculine: وہ اسم جو نر (Male) کے معنی میں استعمال ہو اسے مذکر کہتے ہیں۔ جیسے ابّا، چچّا، حامد، زاہد، طالب، بچہ، گجراتی، پنجابی، سندھی وغیرہ۔

(2) مؤنث Faminine: وہ اسم جو مادہ (Female) کا معنی دیتا ہے اسے مؤنث کہتے ہیں۔ جیسے چچّی، گجراتن، مراٹھن، پٹھانی، طالبہ، امّاں، حامدہ، زاہدہ وغیرہ۔

اسم یا تو مذکر (نر) ہوتا ہے یا مؤنث (مادہ) اسم کی اس خصوصیت کو جنس کہا جاتا ہے۔ اور جن الفاظ سے مذکر اور مؤنث کی پہچان وشناخت ہوتی ہے اسی کو تذکیر و تانیث کہتے ہیں۔ اردو زبان میں یہی دو جنس ہوتی ہیں۔ کوئی تیسری جنس نہیں ہوتی۔ جس طرح انگریزی یا دوسری زبانوں میں نیوٹرل جنڈر ہوتا ہے۔

6.2.2 جنس کی قسمیں:

جنس کی دو قسمیں ہیں۔ (1) جنس حقیقی (2) جنس غیر حقیقی۔

6.2.2.1 جنس حقیقی:

جاندار اسموں کی تذکیر و تانیث کو جنس حقیقی کہتے ہیں کیونکہ جانداروں میں نر کے مقابلے میں مادہ اور مادہ کے مقابلے میں نر موجود ہوتا

ہے۔ جیسے مرد۔ عورت، گائے، بیل، مرغا، مرغی وغیرہ۔ اور غیر جاندار اسموں کی جنس کو جنس غیر حقیقی کہتے ہیں۔ مثلاً کرسی، میز، حکمت، عمارت، مسجد، میدان وغیرہ۔ نیچے ہم تذکیر اور تانیث کے قاعدے درج کر رہے ہیں۔ انہیں غور سے پڑھیے۔

(i) بعض ایسے اسم پائے جاتے ہیں جن میں مذکر اور مؤنث دونوں ہوتے ہیں لیکن وہ اسم مذکر بولے جاتے ہیں جیسے۔ فرشتہ، نبی، امام، بابا، ہم زلف، پہلوان، شہ بالا، درویش، جھینگر، چیتا، خرگوش، اژدھا، سانپ، شاہین، طوطا، ہدہد، کوا، الو، بٹیر، بگلا، بھیڑیا، جگنو، گدھ، گرگٹ، لنگور، مچھر، مگرمچھ، نیولا، وغیرہ

(ii) کچھ اسم صرف مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے آپا، دائی، سہاگن، موت، سوکن، ڈائن، چڑیل، پری، طوائف، سہیلی، تتلی، چھپکلی، چیل، دیمک، لومڑی، گلہری، فاختہ، مچھلی، مرغابی، مکھی، ابابیل، بطخ، بھڑ، کوئل وغیرہ

(iii) بعض اسم مذکر اور مؤنث دونوں بولے جاتے ہیں جیسے غریب، مہمان، میزبان، کھلاڑی، وزیر، صدر، ممبر، داروغہ، مسافر، یتیم، پروفیسر، جانور وغیرہ۔

(iv) مذکر اسم کے آخر میں 'الف' یا 'ہ' ہو تو اس کی مؤنث بنانے کے لیے آخری حرف 'الف' یا 'ہ' کو یائے معرف (ی) سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے لڑکا سے لڑکی، گھوڑا سے گھوڑی، بیٹا سے بیٹی، دادا سے دادی، شہزادہ سے شہزادی، بندہ سے بندی، نانا سے نانی، ماما سے مامی، سالا سے سالی، اندھا سے اندھی، چاچا سے چاچی وغیرہ۔

(v) چند مذکر اسموں کے آخر میں یائے معروف (ی) بڑھا کر مؤنث بناتے ہیں۔ جیسے پٹھان سے پٹھانی، ہرن سے ہرنی، کبوتر سے کبوتری، تیتر سے تیتری۔

(vi) مذکر کا آخری حرف 'الف' ہو تو اس سے پہلے 'ی' بڑھا کر مؤنث بناتے ہیں جیسے کتا۔ کتیا، چوہا۔ چوہیا، چڑا، چڑیا۔

(vii) مذکر اسم کے آخری حرف کو 'ن' سے بدل کر یا آخری حرف کے آگے 'ن' بڑھا کر مؤنث بناتے ہیں جیسے دھوبی۔ دھوبن۔ درزی۔ درزن، گوالا۔ گوالن، ناگ، ناگن، چمار۔ چمارن۔ دلہا سے دلہن وغیرہ۔

(viii) چند مذکر اسماء ایسے ہیں جن کے آخر میں 'نی' یا 'انی' لگا دینے سے اس کا مؤنث بن جاتا ہے جیسے اونٹ سے اونٹنی، سید سے سیدانی، شیر سے شیرنی، مہتر سے مہترانی، نوکر سے نوکرانی، ڈوم سے ڈومنی، سیٹھ سے سیٹھانی، دیور سے دیورانی، جیٹھ سے جیٹھانی، استاد سے استانی، فقیر سے فقیرنی۔

(ix) عربی زبان کے مذکر الفاظ کے آخر میں 'ہ' بڑھا کر مؤنث بناتے ہیں جیسے والد سے والدہ، محترم سے محترمہ، مکرم سے مکرمہ، سلطان سے سلطانہ، معلم سے معلمہ، ملک سے ملکہ، گلوکار سے گلوکارہ، مریض سے مریضہ، فن کار سے فن کارہ، عزیز سے عزیزہ،

(x) تمام زبانوں کے نام مؤنث ہوتے ہیں۔ جیسے اردو، عربی، فارسی، چینی، جاپانی، ترکی، سریانی، عبرانی، سندھی، ہندی، دکنی، لاطینی، انگریزی، روسی وغیرہ۔

(xi) اسی طرح تمام آوازیں مؤنث بولی جاتی ہیں۔ جیسے کوئل کی کوکو، ہوا کی سر سراہٹ، بادلوں کی گرج، بکری کی میں میں وغیرہ۔

(xii) کچھ مؤنث الفاظ سے ماخوذ مذکر بنا لیے جاتے ہیں۔ جیسے خالہ سے خالو، بہن سے بہنوئی، پھوپھی سے پھوپھا وغیرہ۔

(xiii) کچھ مذکر اسموں کے مؤنث ان کے مذکر الفاظ سے جدا یعنی مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے:

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
مرد	عورت	صاحب	بیگم	سسر	ساس	بھائی	بہن
ابا	اماں	راجہ	رانی	خاوند	جورو	نواب	بیگم
چچا	چچی	غلام	کنیز	ابو	امی	بھائی	بھابھی
باپ	ماں	بادشاہ	ملکہ	شوہر	بیوی	خسر	خوش دامن

درج ذیل جدول سے جنس حقیقی کی تذکیر و تانیث کو مثالوں کے ذریعہ بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

مذکر	**مؤنث**	**مذکر**	**مؤنث**	**مذکر**	**مؤنث**
ابّو	امّی	چچا	چچی	بیٹا	بیٹی
صاحبزادہ	صاحبزادی	خالو	خالہ	نانا	نانی
دادا	دادی	پوتا	پوتی	نواسہ	نواسی
دیور	دیورانی	جیٹھ	جیٹھانی	ماموں	ممانی
بھائی	بہن	پھوپھا	پھوپھی	تایا	تائی
بھانجا	بھانجی	بھتیجا	بھتیجی	محترم	محترمہ
دیوتا	دیوی	ادیب	ادیبہ	پڑوسی	پڑوسن
بادشاہ	ملکہ	طالب	طالبہ	انیس	انیسہ

خادم	خادمہ	عقیل	عقیلہ	نفیس	نفیسہ
ساس	سسر	مالی	مالن	فن کار	فن کارہ
جادوگر	جادوگرنی	مریض	مریضہ	شاعر	شاعرہ
مالک	مالکن	صاحب	صاحبہ	گلوکار	گلوکارہ
شیر	شیرنی	اونٹ	اونٹنی	بکرا	بکری
بندر	بندریا	ہاتھی	ہتھنی	ہرن	ہرنی
مرغ	مرغی	مکڑا	مکڑی	کبوتر	کبوتری
ناگ	ناگن	مور	مورنی	چوہا	چوہیا

6.2.2.2 جنس غیر حقیقی:

بے جان چیزوں کی تذکیر و تانیث کو جنس غیر حقیقی کہتے ہیں۔ جنس غیر حقیقی یا تو مذکر ہوتے ہیں یا مؤنث۔ ان کے مذکر کا مؤنث یا مؤنث کا مذکر نہیں ہوتا جیسے پتھر، دریا(مذکر)، حیات، بارش(مؤنث)

جنس غیر حقیقی کی تذکیر و تانیث: جنس غیر حقیقی میں مذکر یا مؤنث پہچاننے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ پھر بھی چند قاعدے بیان کیے جارہے ہیں جن کی مدد سے بعض اسموں میں مذکر یا مؤنث کی پہچان ہوسکتی ہے۔

جنس غیر حقیقی کے مذکر اسما مندرجہ ذیل ہیں:

I. بے جان چیزوں کے نام جن کے آخری میں 'الف' یا 'ہ' ہوتا ہے اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے ڈبا، گڑھا، آٹا، لوٹا، حقہ، دروازہ، پیشہ، چشمہ، ہفتہ وغیرہ۔ اس قاعدے میں چند استثناء بھی ہیں۔ عربی کے سہ حرفی الفاظ جن کے آخر میں 'الف' ہوتا ہے۔ مؤنث ہوتے ہیں جیسے قضا، حیا، خطا، ادا وغیرہ۔

II. اردو کے تمام مصادر(Source,Root)مذکر بولے جاتے ہیں جیسے کھانا، پینا، آنا، جانا، سونا، جاگنا، رونا، دھونا، دوڑنا، بھاگنا، ہنسنا، مارنا، کاٹنا وغیرہ۔

III. تمام گاؤں، دیہات، قصبوں، شہروں اور ملکوں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں جیسے رام نگر، سیتاپور، مہدی پٹنم، محمود آباد، آصف نگر، ملک پیٹ، تروینی گنج، نجیب آباد، دہلی، آگرہ، ایران، افغانستان، لندن، امریکہ وغیرہ

IV. اردو کے وہ الفاظ جن کے آخر میں "پن" آتا ہے وہ مذکر بولا جاتا ہے جیسے لڑکپن۔ بچپن، دیوانہ پن، پاگل پن، کھلا پن وغیرہ

V. پہاڑ، پتھر اور ان کی قسموں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں جیسے ہمالیہ، کوہِ طور، صفا و مروہ پہاڑ، کوہِ الوند، ہیرا، عقیق، یاقوت، فیروزہ، کوئلہ وغیرہ

VI. تمام ستاروں کے نام مذکر استعمال ہوتے ہیں سوائے زمین کے، جیسے چاند، سورج، مریخ وغیرہ

VII. جمعرات کے علاوہ تمام دنوں اور مہینوں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں جیسے جمعہ، ہفتہ، اتوار، بدھ، محرم، صفر، رجب، شوال، ذی الحجہ وغیرہ

VIII. چاندی اور قلعی کو چھوڑ کے باقی دھاتوں کے نام مذکر ہوتے ہیں جیسے تانبا، سونا، لوہا وغیرہ

جنس غیر حقیقی کے مؤنث اسما حسب ذیل ہیں:

I. فارسی کے الفاظ صدا اور ہوا مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔

II. خالص سنسکرت کے الفاظ جو 'الف' پر ختم ہوتے ہیں مؤنث ہوتے ہیں جیسے پوجا، ماتا، گنگا، جمنا، مالا وغیرہ۔

III. ایسے اسم جن کے آخر میں 'ی' ہو مؤنث ہوتے ہیں۔ جیسے لکڑی، کوٹھی، گھڑی، روٹی، کشتی، وغیرہ۔

IV. جن الفاظ کے آخر میں ت اور ٹ ہوتے ہیں اکثر مؤنث ہوتے ہیں۔ جیسے عورت، نعمت، دولت، چوکھٹ، بناوٹ، آہٹ وغیرہ۔ لیکن شربت، قامت، پنگھٹ مذکر ہیں۔

V. تمام زبانوں کے نام مؤنث ہوتے ہیں جیسے تلگو، تامل، اردو، ہندی، فارسی، عربی، سنسکرت، پرتگالی، انگریزی وغیرہ

VI. فارسی زبان کے وہ الفاظ جن میں "گاہ" یا "گی" آتے ہیں۔ وہ مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے قیام گاہ، طعام گاہ، بندر گاہ، آرام گاہ، عید گاہ، پناہ گاہ۔ اسی طرح سے، غنودگی، آمادگی، کارکردگی، افسردگی، پژمردگی وغیرہ۔

6.3 تعداد اور اس کی قسمیں

6.3.1 تعداد کی تعریف:

گنتی کو تعداد کہتے ہیں۔ اسم عام ایک سے زیادہ ہوتا ہے اس ایک سے زیادہ ہونے کو تعداد کہتے ہیں۔ ایک کو واحد اور ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں۔

6.3.2 تعداد کی قسمیں:

علم قواعد کے اعتبار سے تعداد کی دو قسمیں ہیں۔ (1) واحد (2) جمع

واحد (Singular): وہ اسم جو گنتی میں صرف ایک کو ظاہر کرے، اسے واحد کہتے ہیں جیسے لڑکا، باغ، درخت، شہید، امیر، عالم، جاہل، ظالم، ستم گر، آفت وغیرہ

جمع (Plural): وہ اسم جو کسی چیز کی تعداد کو ایک سے زیادہ ظاہر کرے اسے جمع کہتے ہیں جیسے لڑکے، لڑکیاں، بچے، بچیاں،

باغات، شہدا، علما، جہلا، امرا وغیرہ

اردو میں واحد سے جمع بنانے کے قاعدے حسب ذیل ہیں:

I. اگر واحد مذکر الفاظ کے آخر میں 'الف' یا 'ہ' ہے تو 'الف' یا 'ہ' کو یائے مجہول (ے) سے بدل کر جمع بناتے ہیں۔ جیسے لڑکا سے لڑکے، پردہ سے پردے۔ بچہ سے بچے وغیرہ

II. مؤنث واحد کے اسموں کے آخر میں یائے معروف (ی) ہو تو 'ی' کے بعد 'اں' بڑھادیتے ہیں۔ جیسے لڑکی سے لڑکیاں، کرسی سے کرسیاں، ٹوپی سے ٹوپیاں۔

III. جن مؤنث واحد الفاظ کے آخر میں 'الف' ہوتا ہے جمع میں اس کے بعد (ءیں) بڑھادیتے ہیں۔ جیسے گھٹا سے گھٹائیں، تمنا سے تمنائیں، ہوا سے ہوائیں، جفا سے جفائیں، ادا سے ادائیں، خطا سے خطائیں وغیرہ

IV. مؤنث واحد اسموں کے آخر میں 'یا' ہو تو ان کی جمع صرف 'ں' بڑھا کر بنائی جاتی ہے۔ جیسے گڑیا سے گڑیاں، چڑیا سے چڑیاں وغیرہ

V. اگر واحد مؤنث اسما کے آخر میں "الف، واو، ی، نون غنہ" کے علاوہ کوئی حرف ہو تو اس میں "یں" لگانے سے جمع بن جاتی ہے جیسے فصل سے فصلیں، میز سے میزیں چیز سے چیزیں وغیرہ۔

VI. بعض واحد مذکر لفظ جن کے آخر میں 'الف' ہوتا ہے جمع میں 'ے' سے نہیں بدلتے۔ اسی طرح خالص سنسکرت کے الفاظ جن کے آخر میں 'الف' ہوتا ہے جمع میں ان کی صورت نہیں بدلتی۔ جیسے راجا، داتا، وغیرہ۔ رشتے داروں کے نام جمع میں نہیں بدلتے، جیسے ابا، چچا، نانا، دادا وغیرہ۔ فارسی کے اسم فاعل بھی نہیں بدلتے جیسے دانا، بینا، شناسا وغیرہ۔

VII. جن واحد مذکر اسموں کے آخر میں 'الف' یا 'ہ' ہوتی ان کی واحد اور جمع میں ایک ہی صورت ہوتی ہے۔ جیسے گھر بن گیا...... گھر بن گئے۔ بھائی آیا...... بھائی آئے۔ بیل آیا...... بیل آئے۔

ذیل کے جدول میں کچھ واحد الفاظ کی جمع کو بیان کیا جارہا ہے جو اردو میں بولے جاتے ہیں۔

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
استاذ	اساتذہ	لڑکا	لڑکے	لڑکی	لڑکیاں
ادارہ	ادارے	جامعہ	جامعات	افسانہ	افسانے
ادب	آداب	ایجاد	ایجادات	اطلاع	اطلاعات
اصل	اصول	امکان	امکانات	امتیاز	امتیازات

آخر	اواخر	آبلہ	آبلے	آفت	آفات
آیت	آیات	باغ	باغات	تقریر	تقاریر
پیغام	پیغامات	بدن	ابدان	تختی	تختیاں
کنجی	کنجیاں	تارہ	تارے	تفصیل	تفصیلات
بیماری	بیماریاں	چھٹی	چھٹیاں	جواب	جوابات
سوال	سوالات	جسم	اجسام	حالت	حالات
دعا	دعائیں	حرکت	حرکات	برکت	برکات
وظیفہ	وظائف	تحفہ	تحائف	زائر	زائرین
شاخ	شاخیں	پرندہ	پرندے	شجر	اشجار

6.4 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- لوازم اسم تین ہیں۔ جنس، تعداد اور حالت۔
- اسم کے مذکر یا مؤنث ہونے کو جنس کہتے ہیں۔
- جنس کی دو قسمیں ہیں۔
- (1) جنس حقیقی
- (2) جنس غیر حقیقی
- جنس حقیقی سے مراد وہ علم ہے جس میں جاندار چیز کی نر اور مادہ ہونے کی حیثیت سے تشخیص کی جائے۔ جیسے مرد، عورت، لڑکا لڑکی، شیر شیرنی، بکرا، بکری وغیرہ
- گنتی کو تعداد کہتے ہیں۔ اسم یا تو ایک ہو گا یا ایک سے زیادہ۔ ایک ہو گا تو واحد اور ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں۔

6.5 مشکل الفاظ

اسم	شخص، شے یا جگہ کے لیے لفظ	Noun / Name
تعداد	گنتی	Number / Count
جنس	نوع، ذات	Gender / Type / Kind
نر	مرد	Male
مادہ	عورت	Female
واحد	ایک	Singular / One
جمع	ایک سے زیادہ	Plural / More than one
مذکر	مرد	Masculine / Male
مؤنث	عورت	Feminine / Female
دھات	معدنی جوہر	Metal
پیغام	کہلا کر یا لکھ کر بھیجی گئی بات	Message
بدن	جسم	Body
تفصیل	وضاحت	Detail / Explanation
ادارہ	مجلس، انجمن، اس کا دفتر	Institute / Organization
خادم	نوکر	Servant / Attendant

6.6 مشقیں

مشق 1: درج ذیل عبارت میں سے مذکر و مؤنث تلاش کیجیے۔

ایک دفعہ کا ذکر ایک جنگل میں اونٹ، شیر اور لومڑی رہتے تھے اس جنگل میں اور بھی بہت سے جانور تھے۔ شیر روزانہ جنگل میں شکار کرتا اور دوسرے جانوروں کو کھا جاتا۔ لومڑی اور شیر آپس میں ملے ہوئے تھے۔ جہاں کہیں شکار ہوتا تو لومڑی شیر کو بتاتی۔ اور شیر اسے کھا جاتا اس طرح تھوڑا بہت لومڑی کو بھی کھانے کو مل جاتا۔ جنگل کے ساتھ ہی ایک کسان کا گنے کا کھیت تھا وہ بہت بھولا بھالا کسان تھا۔ ایک دن ایک اونٹ اس کے کھیت سے گنے کھا رہا تھا اور بہت سی فصل اونٹ نے خراب کر دی۔ لومڑی وہاں آئی اور اس نے دیکھا ایک موٹا تازہ اونٹ ہے۔ اس نے کہا ابھی شیر کو بتاتی ہوں۔ اونٹ نے جب لومڑی کو دیکھا تو اونٹ سمجھ گیا کہ یہ ضرور شیر کو بتائے گی اور وہ مجھے کھا جائے گا۔ اونٹ نے

لومڑی سے کہا کہ رکو۔ میں نے شیر کو یہ کہتے سنا ہے جب جنگل میں سے شکار ختم ہو جائے گا تو میں لومڑی کو بھی کھا جاؤں گا۔ لومڑی نے اونٹ سے کہا تو یہ بات ہے شیر میرے ساتھ دھوکا کر رہا ہے۔ اونٹ نے لومڑی سے کہا کہ کیا تم شیر سے اس بات کا بدلہ لینا چاہتی ہو۔ لومڑی نے کہا کیوں نہیں شیر تو بہت بڑا افراڈیا ہے میں شکار میں اس کی مدد کرتی ہوں اور وہ مجھے ہی کھانا چاہتا ہے۔

مذکر : ....

مؤنث : ....

مشق 2: درج ذیل الفاظ کے جمع لکھیے۔

لڑکا :

آدمی :

باغ :

سوال :

جواب :

6.7 نمونہ امتحانی سوالات

6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

(1) اسم جنس کتنی طرح کا ہوتا ہے؟

(a) دو (b) تین (c) پانچ (d) سات

(2) جنس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(a) پانچ (b) تین (c) چار (d) دو

(3) اردو اور عربی کیا ہیں؟

(a) مذکر (b) واحد (c) جمع (d) مؤنث

(4) محترم کا مؤنث کیا ہوگا؟

(a) محترمہ (b) محترمی (c) محترمات (d) ان میں سے کوئی نہیں

(5) کوئی چیز اگر ایک ہے تو اسے کیا کہیں گے؟

(a) جمع (b) واحد (c) جنس (d) تعداد

6.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. جانداروں کی تذکیر و تانیث کے قاعدے بیان کیجئے۔
2. واحد سے جمع بنانے کے قاعدے بیان کیجئے۔
3. تذکیر و تانیث کسے کہتے ہیں؟ بیان کیجیے۔
4. واحد کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔
5. درج ذیل الفاظ کے واحد لکھیے۔

تفصیلات، باغات، انوار، شاخیں، باتیں

6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. اسم کی قسموں کو مثالوں کے ساتھ بیان کیجئے۔
2. لوازم اسم کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔
3. تعداد کی تعریف اور اس کی قسمیں مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔

6.7.1 کے جوابات:

(i) A (ii) D (iii) D (iv) A (v) A

اکائی 7: جملے کی اقسام

اکائی کے اجزا

1.0	تمہید
1.1	مقاصد
1.2	جملہ اوراس کے عناصر
1.3	بناوٹ کے اعتبار سے جملے کی قسمیں
1.4	مرکب جملے کی قسمیں
1.5	ملتف جملے کی قسمیں
1.6	معنٰی کے اعتبار سے جملے کی قسمیں
1.7	اکتسابی نتائج
1.8	مشکل الفاظ
1.9	نمونہ امتحانی سوالات

7.0 تمہید

اس کتاب میں ہم اردو زبان کے قواعد سیکھ رہے ہیں۔ صحیح اردو بولنے اور صحیح اردو لکھنے کے لیے اردو قواعد کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ گزشتہ اکائیوں میں ہم نے اسم، فعل، صفت، ضمیر، حروف، جنس اور تعداد کے بارے میں واقفیت حاصل کی۔ اس اکائی میں ہم جملہ (Sentence) اوراس کے عناصر اور جملے کے اقسام کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

جب ہم کسی کی تقریر (گفتگو) یا تحریر پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے بول چال یا تحریر کا کم سے کم جز جس سے ایک بات پورے طور پر سمجھ میں آتی ہے، وہ "جملہ" ہے۔ جملے ہی سے ہم ایک دوسرے کے دل کی بات سمجھتے ہیں۔ جملہ لفظوں سے مل کر بنتا ہے لیکن جملے سے الگ خالی لفظ کوئی خاص معنٰی نہیں رکھتا۔ لفظ کا صحیح مفہوم اسی وقت معلوم ہوگا جب وہ کسی جملے میں آئے۔ ورنہ ایک لفظ کئی معنٰی کا حامل ہوتا ہے۔ جملے میں آکر اس کے خاص معنٰی متعین ہوتے ہیں۔ اس اکائی میں ہم جملے کے عناصر، جملے کی تعریف، بناوٹ کے اعتبار سے جملے کی قسموں پھر ان قسموں کی ذیلی قسموں کا علم حاصل کریں گے۔ اس کے علاوہ معنٰی کے اعتبار سے جملے کی قسموں پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

7.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جملے کے عناصر یعنی مبتدا اور خبر کی وضاحت کر سکیں۔
- بناوٹ کے لحاظ سے جملے کی قسموں۔ مفرد جملے اور مرکب جملے میں فرق کر سکیں۔
- مرکب جملے کی قسموں مطلق اور ملتف کی وضاحت کر سکیں۔
- مرکب جملوں کی مختلف ذیلی قسموں کی تعریف بیان کر سکیں۔
- ملتف جملوں کی مختلف ذیلی قسموں کی تعریف بیان کر سکیں۔
- معنٰی کے اعتبار سے جملے کی قسموں کی وضاحت کر سکیں۔

7.2 جملہ اور اس کے عناصر

جملہ الفاظ کے ایسے مسلسل مجموعے کا نام ہے جس سے بات پورے طور پر سمجھ میں آجائے، خواہ تقریر میں ہو یا تحریر میں۔ جیسے

1. تاج محل آگرہ میں ہے۔
2. دودھ مکمل غذا ہے۔
3. موہن شکاگو میں رہتا ہے۔
4. گوداوری اور کرشنا جنوبی ہند کے بڑے دریا ہیں۔
5. بادل گرج رہے ہیں۔
6. جھیل میں بطخیں تیر رہی ہیں۔
7. آم کو میووں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔
8. کرشن چندر اردو کے بڑے افسانہ نگار تھے۔
9. ماں باورچی خانے میں ہے اور بچے آنگن میں کھیل رہے ہیں۔
10. حامد نے تمہیں بہت پکارا لیکن تم نے سنا نہیں۔

ہر جملے میں دو اصل عنصر ہوتے ہیں: (1) مبتدا (2) خبر

(1) مبتدا: وہ شخص یا شئے ہے جس کا ذکر کیا جائے۔ انگریزی میں اسے (Subject) کہتے ہیں۔

(2) خبر: جو کچھ اس شخص یا شئے (یعنی مبتدا) کے بارے میں کہا جائے۔ وہ خبر ہے انگریزی میں اسے (Predicate) کہتے ہیں۔

جیسے چار مینار حیدرآباد میں ہے۔

اس جملے میں "چار مینار" مبتدا ہے اور "حیدر آباد میں ہے" خبر ہے۔

غالب نے اردو کے علاوہ فارسی زبان میں بھی شاعری کی۔

اس جملے میں "غالب" مبتدا ہے اور "نے اردو اور فارسی زبان میں شاعری کی" خبر ہے۔

درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے۔ ان میں "م" سے مراد مبتدا اور "خ" سے مراد "خبر" ہے۔

1۔ اسلم (م) باغ میں ٹہل رہا ہے، (خ) وہ (م) ہر صبح باغ کی سیر کرتا ہے۔ (خ)

2۔ اردو اور پنجابی، (م) ہندوستانی زبانیں ہیں (خ)

3۔ ہم اور تم (م) اردو سیکھ رہے ہیں (خ)

4۔ دو (م) وہاں بیٹھے ہیں، (خ) ایک (م) یہاں بیٹھا ہے (خ)

5۔ اس کا یہاں پہنچنا (م) مشکل ہے۔ (خ) مگر میرا وہاں جانا (م) آسان ہے۔ (خ)

7.3 بناوٹ کے اعتبار سے جملے کی قسمیں

بناوٹ کے اعتبار سے جملے کی اقسام صورت یا بناوٹ کے لحاظ سے جملے کی دو قسمیں ہیں۔

(1) مفرد جملہ (2) مرکب جملہ

(1) مفرد جملہ: وہ جملہ جس میں صرف ایک مبتدا اور ایک خبر ہو مفرد جملہ کہلاتا ہے۔ اسے انگریزی میں Simple Sentence کہتے ہیں۔ جیسے:

(1) احمد نیک لڑکا ہے۔

(2) کسان کھیت میں ہل چلا رہا ہے۔

(3) مور ناچ رہا ہے۔

(4) ڈاکیہ خط لایا۔

(5) دادی اماں کہانی سنا رہی ہیں۔

(2)مرکب جملہ: جب دو یا دو سے زیادہ مفرد جملے مل کر کسی ایک مفہوم یا خیال کو ادا کریں تو ایسے جملے کو مرکب جملہ کہتے ہیں۔ اسے انگریزی میں (Compound Sensence) کہتے ہیں۔ جیسے:

☆ حامد سائیکل چلا رہا تھا اور اختر پیدل چل رہا تھا۔

یہ مرکب جملہ ہے کیونکہ اس میں دو جملے ہیں۔ ایک "حامد سائیکل چلا رہا تھا" دوسرا "اختر پیدل چل رہا تھا"۔

☆ ہم بازار جانا چاہتے تھے لیکن اچانک بارش شروع ہو گئی۔

یہ بھی مرکب جملہ ہے کیونکہ اس میں دو بھی جملے ہیں ایک "ہم بازار جانا چاہتے تھے" دوسرا "اچانک بارش شروع ہو گئی"۔

درج ذیل جملوں کا مطالعہ کیجئے۔

1. حامد کو بخار ہے اس لیے اسے آرام کی ضرورت ہے۔
2. اگر وہ نہ گیا تو میں بھی نہ جاؤں گا۔
3. اشوک کو امرود پسند نہیں پھر بھی اس نے دو امرود کھائے۔
4. تاجر کو خوش اخلاق ہونا چاہیے ورنہ گاہک اس سے خفا ہو جائیں گے۔
5. گو کہ وہ کمزور تھا تاہم کامیاب ہو گیا۔

ان جملوں میں آپ نے دیکھا کہ ہر جملہ دو جملوں پر مشتمل ہے۔ ان جملوں کو "اس لیے" "تو" "پھر بھی" "ورنہ" اور "تاہم" جیسے الفاظ سے جوڑا گیا ہے۔ اس لیے یہ سب مرکب جملے ہے۔

7.4 مرکب جملے کی قسمیں

مرکب جملے کی قسمیں:

مرکب جملے کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ (1) مطلق (2) ملتف

مرکب مطلق: جب کسی مرکب جملے میں ہر مفرد جملہ جداگانہ برابر کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے معنوں کے لیے ایک دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا تو ایسا مرکب جملہ مطلق کہلاتا ہے۔ جیسے:

1۔ مینہ برس رہا تھا اور بجلی چمک رہی تھی۔
2۔ حامد کھیل رہا ہے اور اکبر پڑھ رہا ہے۔
3۔ دوپہر کا وقت ہے اور سورج سر پر دہک رہا ہے۔
4۔ منزل ابھی دور تھی اور ہم بہت پیاسے تھے۔
5۔ استاد کمرہ جماعت میں داخل ہوئے اور لڑکوں نے شور مچانا بند کیا۔

اوپر کی مثالوں میں سارے جملے مرکب ہیں اور ہر جملہ مطلق ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ہر جملے میں دو مفرد جملے ہیں جن کے بیچ میں

حروف عطف اور آیا ہے جو ان دونوں کو ملاتا ہے لیکن دونوں مفرد جملے برابر کی حیثیت کے ہیں۔ ان کو معنیٰ دینے کے لیے دوسرے جملے کی ضرورت نہیں۔ یعنی الگ الگ بھی یہ اپنے پورے معنی رکھتے ہیں۔ اس لیے ان جملوں کو مرکب مطلق جملے کہتے ہیں:

مرکب ملتف: وہ مرکب جملہ ہے جس میں ایک جملہ تو اصل ہوتا ہے اور باقی جملے اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ یعنی جب تک ذیلی جملے اصل جملے سے ملا کر پڑھے یا بولے نہ جائیں اس وقت تک پورا مفہوم یا خیال ادا نہیں کر سکتے۔ جیسے۔

وہ کاری گر، جسے آپ نے بلایا تھا؛ حاضر ہے۔

یہ مرکب جملہ ملتف ہے۔ اس میں اصل جملہ ہے "وہ کاری گر حاضر ہے"۔ اور ماتحت یا ذیلی جملہ ہے جسے آپ نے بلایا تھا۔ پوری بات سمجھنے کے لیے دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

ملتف جملہ مطلق جملے سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ مطلق جملے میں ہر جملہ آزاد ہوتا ہے اور اپنے پورے معنیٰ رکھتا ہے۔ ملتف جملے میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں ایک جملہ خاص یا اصل ہوتا ہے اور باقی جملے اس کے ماتحت ہوتے ہیں اور جب تک یہ اصل جملے سے ملا کر پڑھے یا بولے نہ جائیں اس وقت تک بات کا پورا مفہوم ادا نہیں ہوتا۔

مطلق جملے کی قسمیں:

ہم جان چکے ہیں کہ مرکب مطلق جملے میں جتنے جملے ہوتے ہیں وہ سب برابر کی حیثیت کے ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے جملے ہم رتبہ جملے کہلاتے ہیں۔

ہم رتبہ جملے حروف عطف کے ذریعے ملتے ہیں۔ جن حروف عطف سے یہ جملے ملتے ہیں انھیں کے ناموں کے لحاظ سے ان جملوں کی چار قسمیں کی گئی ہیں اور انھیں حروف کے ناموں پر ان جملوں کے نام بھی رکھے گئے ہیں۔ وہ چار قسمیں یہ ہیں:

(1) وصلی (2) تردیدی (3) استدراکی (4) سببی

1۔ جملہ مطلق وصلی وہ ہے جو حرف عطف وصل کے ذریعے سے دوسرے جملے سے ملتا ہے، اور اس حرف کا کام صرف یہ ہے کہ جملوں کو یکجا جمع کر دے۔ جیسے:

(1) راشد کل آیا تھا اور آج چلا گیا۔ (2) وہ دن کو سوتا ہے اور رات کو جاگتا ہے۔

(3) سورج صبح کو نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا ہے۔ (4) شیر دہاڑتا ہے اور ہاتھی چنگھاڑتا ہے۔

اوپر کے تمام جملے مرکب جملے ہیں جو دو، دو مفرد جملوں سے بنے ہیں اور یہ مفرد جملے حروف عطف "اور" کے ذریعے باہم ملے ہیں۔ ان میں ہر مفرد جملہ ہم رتبہ ہے اور پورا جملہ مرکب جملہ مطلق ہے۔

2۔ جملہ مطلق تردیدی: یہ وصلی جملے کی ضد ہے۔ تردیدی جملے میں حرف عطف اگرچہ دو مفرد جملوں کو ملاتا ہے لیکن معناً جدا کرتا ہے۔

تردیدی جملوں میں ہمیشہ دو باتیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک کی تردید ہوتی ہے یعنی دو میں سے کسی ایک کا ہونا یا اختیار کرنا پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے معلوم ہو گا۔ تردیدی جملے میں دو مفرد جملوں کو ملانے کے لیے حروف عطف تردید آتے ہیں۔ جیسے:

(1) کہ ("یا" کے معنیٰ میں)

تم نے کچھ کھایا کہ نہیں۔ (مطلب: تم نے کچھ کھایا یا نہیں)

احمد نے سبق یاد کیا کہ نہیں۔ (مطلب: احمد نے سبق یاد کیا یا نہیں)

آپ نے نماز پڑھی کہ نہیں۔ (مطلب: آپ نے نماز پڑھی یا نہیں)

(2) ورنہ ("نہیں تو" کے معنیٰ میں)

حاکم کو انصاف پسند ہونا چاہیے ورنہ رعایا بد دل ہو جائے گی۔ (مطلب: حاکم کو انصاف پسند ہونا چاہیے نہیں تو رعایا بد دل ہو جائے گی۔

وقت پر فیس جمع کر دو ورنہ جرمانہ بھرنا پڑے گا۔ (مطلب: وقت پر فیس جمع کر دو نہیں تو جرمانہ بھرنا پڑے گا)

احمد کا تحفہ قبول کر لو ورنہ وہ ناراض ہو جائے گا۔ (مطلب: احمد کا تحفہ قبول کر لو نہیں تو وہ ناراض ہو جائے گا)

یہاں سے فوراً چل نکلو ورنہ تو مشکل پڑ جائے گی۔ (مطلب: یہاں سے فوراً چل نکلو نہیں تو مشکل پڑ جائے گی)

(3) خواہ..............خواہ

خواہ احمد کو بلاؤ خواہ محمود کو۔

خواہ یہاں رہو خواہ وہاں۔

(4) چاہے..............چاہے۔

چاہے تجارت کرو چاہے ملازمت۔

چاہے سیب لو چاہے انگور۔

(5) نہ..............نہ

نہ خود پڑھا نہ مجھے پڑھنے دیا

نہ خود گیا نہ مجھے جانے دیا۔

(نوٹ): اس طرح کے جملوں میں عموماً پہلا "نہ" حذف کر دیتے ہیں جیسے خود کھایا نہ مجھے کھانے دیا۔ اختر تھا نہ واجد۔ وہاں گیا نہ یہاں آیا وغیرہ)

خواہ / چاہے / نہ۔ یہ تینوں جوڑا۔ جوڑا آتے ہیں۔ ایک بار پہلے جملے میں اور دوسری بار دوسرے جملے۔ جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔

(3) جملہ مطلق استدراکی:

استدراکی جملوں میں دو بیانات کا باہم مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ مقابلہ تین قسم کا ہوتا ہے۔

1۔ دوسرا بیان پہلے بیان کے مخالف یا اس سے خارج یا مستثنیٰ ہو۔ جیسے:

سب لڑکے چلنے کے لیے آمادہ ہو گئے مگر طاہر نے انکار کر دیا۔

رشید کی کامیابی پر سب خوش تھے مگر جاوید دکھی تھا۔

2۔ دوسرا بیان پہلے بیان کو محدود کر دیتا ہے۔ جیسے:

وہ وعدے تو بہت کرتا ہے لیکن پورا ایک نہیں کرتا۔

وہ ساتھی تو ہے پر مصیبت کا ساتھی نہیں۔

وہ طاقتور تو ہے لیکن بہادر نہیں ہے۔

3۔ دوسرے بیان سے پہلے بیان کی توسیع اور ترقی ہوتی ہے۔ جیسے:

خوشامد سے دنیا ہی نہیں بلکہ خدا بھی خوش ہوتا ہے۔

اس نے بے وفائی ہی نہیں بلکہ طرح طرح کی تکلیفیں بھی پہنچائیں۔

اوپر کی مثالوں سے مگر، لیکن پر اور بلکہ کے استعمال میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ کیونکہ ان کے استعمال میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔

نوٹ: 1) بعض اوقات "اور" جملوں میں "مگر" کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اتنا پڑھا لکھا اور بے روزگار۔ اس قدر دولت مند اور اتنا کنجوس۔

2) بعض اوقات "مگر" اور "لیکن" جملوں میں "اگرچہ" اور "گو" کے جواب میں آتے ہیں۔ جیسے: اگرچہ علاء الدین خلجی ان پڑھ تھا مگر انتظام حکومت سے خوب واقف تھا۔ گو راجہ پورس نے بہت زور لگایا لیکن سکندر کو ہرا نہ سکا۔

(4) جملہ مطلق سببی: مرکب سببی جملہ وہ ہے کہ جس کے ایک جزو میں دوسرے جز کے سبب، وجہ یا نتیجہ کا ذکر ہو۔

- جو جملہ کہ سبب یا علّت کو ظاہر کرتا وہ عموماً کیونکہ "اس لیے" یا "اس واسطے سے کہ" سے شروع ہوتا ہے:

– میں ان کا ساتھ دوں گا کیونکہ (یا اس لے کہ یا اس واسطے سے کہ) مصیبت کے وقت انھوں نے میرا ساتھ دیا۔

– اس کو پہلے جانے دو اس لیے کہ وہ نابینا ہے۔

- جو جملہ نتیجہ یا معلوم کو ظاہر کرتا ہے اس کے شروع میں "اس لیے" یا "لہٰذا" آتا ہے۔ جیسے:

جیسے: اس نے میری بات نہ مانی اس لیے میں نے اس کی مدد نہ کی۔

ایسے مرکب جملے میں جزاول کے ساتھ عموماً "کیونکہ" استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

کیونکہ وہ بہت بیمار ہے اس لیے جلسے میں نہ آ سکا۔

ملتف جملہ:

ملتف جملے میں ایک جملہ تو اصل ہوتا ہے باقی ایک یا دو جملے اصل جملے کے تابع ہوتے ہیں۔ جو تابع جملے کہلاتے ہیں۔ تابع جملے کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

(1) اسمی (2) وصفی (3) تمیزی

1۔ملتف جملہ اسمی: اسمی جملہ وہ ہے جس کا تعلق خبر سے ہو۔ یہ جملے کے فعل کا مفعول ہوتا ہے۔ اسمی جملہ بجائے خود ایک اسم کا کام انجام دیتا ہے اور پورے جملے کی ترکیب بجائے ایک اسم کے ہوتی ہے جیسے: میں نے کہا اب جاؤ۔

اس مثال میں "اب جاو بجائے" ایک اسم کے استعمال ہوا ہے۔

میں نے کیا کہا؟ جواب ہے "اب جاؤ" یہ جملہ تابع اسمی ہے اور بطور ایک اسم کے آیا ہے اور فعل "کہا" کا مفعول ہے۔

اسمی جملے کی ابتدا حرف عطف "کہ" سے ہوتی ہے۔ جیسے:

(1) اس نے کہا کہ میں نہیں کھیلوں گا۔ (2) کون نہیں جانتا کہ قطب مینار دہلی میں ہے۔

(3) وہاں وہ شور شرابا تھا کہ کچھ کہنا سننا مشکل تھا۔

کبھی کبھی اسمی جملوں کے قبل حرف "کہ" محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے

— میں نے کہا جاؤ اب نہ آنا۔ اس نے کہا یہاں کیوں آئے ہو۔ میں جانتا تھا وہ نہیں آئے گا۔

— کبھی تابع جملہ اصل جملے سے قبل بھی آجاتا ہے۔ جیسے:

"چلو دہلی! چلو دہلی" ہر طرف سے یہی صدا آرہی ہے۔

"پکڑو! پکڑو، چور! چور!" وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔

یہ عموماً ایسے موقع پر آتا ہے جہاں خاص طور پر تاکید مقصود ہوتی ہے۔ یا کسی بات کو نمایاں طور پر ظاہر کرنا ہوتا۔ فجائیہ فقروں میں بھی ایسا واقع ہوتا ہے۔

وصفی جملہ: یہ وہ جملہ ہے جو "صفت" کا کام کرتا ہے۔ جیسے:

وہ کام جو آپ سے نہ ہو سکا میں کیوں کر کر سکتا ہوں۔

یہ ملتف جملہ ہے۔ اس میں "وہ کام میں کیوں کر کر سکتا ہوں" اصل جملہ ہے۔ اور "جو آپ سے نہ ہو سکا" جملہ تابع وصفی ہے جو کام سے متعلق ہے اور اس کی کیفیت بیان کرتا ہے۔

اس نے انھیں طالب علموں کے نام پکارے جو کتاب میں درج تھے۔

اوپر کی مثال میں "اس نے انھیں طالب علموں کے نام پکارے" اصل جملہ ہے۔ اور "جو کتاب میں درج تھے"۔ جملہ تابع وصفی ہے جو بطور صفت آیا ہے۔ اور نام کی توصیف کرتا ہے۔

- وصفی جملے کے ساتھ عموماً ضمیر موصولہ آتی ہے جیا کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہے۔
- بعض اوقات بول چال کے فقروں اور نظم میں ضمیر موصولہ حذف ہو جاتی ہے۔ جیسے:

تم کروگے سو اچھا ہی کروگے (یعنی جو تم کروگے)

ڈرا سو مرا (یعنی جو ڈر گیا وہ مر گیا)

تمیزی جملہ: وہ تابع جملہ ہے جو متعلق یا تمیز کا کام دے۔ یہ تابع جملہ بہ لحاظ وقت، طور، علت یا شرط کے اصل جملے سے متعلق ہوتا ہے۔

تمیزی جملہ زمانی: ایسا جملہ جو وقت (زماں) ظاہر کرتا ہے وہ "تمیزی جملہ زمانی" کہلاتا ہے۔ ایسے جملے ان حروف یا الفاظ سے شروع ہوتے ہیں جو وقت یا زماں کے لیے آتے ہیں۔ جیسے:

جو، جب، جب سے، جب تک، جس وقت، جس دم وغیرہ۔

- جس وقت اکبر آیا جمیل سو رہا تھا۔

اس مثال میں جمیل سو رہا تھا اصل جملہ ہے اور جس وقت اکبر آیا تمیزی جملہ زمانی ہے۔

- جس دم اس نے یہ سنا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

اس مثال میں "فوراً اٹھ کھڑا ہوا" اصل جملہ ہے اور جس دم اس نے سنا جملہ تمیزی زمانی۔

تمیزی جملہ مکانی: اسی طرح بعض تمیزی جملے مقام کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تمیزی جملہ مکانی کہلاتے ہیں: جیسے:

- جہاں وہ جاتا ہے، وہیں تم جاتے ہو۔
- جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔

پہلی مثال میں "وہیں تم جاتے ہو" اصل جملہ ہے اور "جہاں وہ جاتا ہے" تمیزی جملہ مکانی ہے۔

دوسری مثال میں "اُدھر تو ہی تو ہے" اصل جملہ ہے اور "جدھر دیکھتا ہوں" تابع جملہ تمیزی مکانی ہے۔

تابع جملہ تمیزی مکانی کے ساتھ "جہاں" یا" جدھر" آتا ہے۔ یہ دونوں لفظ تمیزی ہیں اور مقام کو بتاتے ہیں اور ان کے جواب میں اصل جملے کے ساتھ "وہاں" یا" ادھر" آتا ہے۔

جیسے:" جہاں تم ہو وہاں میں بھی ہوں"

جدھر وہ جاتا ہے ادھر میں بھی جاتا ہوں"

- لیکن بعض دفعہ جوابی "وہاں" یا" ادھر" محذوف بھی ہوتے ہیں جیسے

جہاں سینگ سمائیں چلے جاؤ۔ (یعنی جہاں سینگ سمائیں وہاں چلے جاؤ)

جدھر جاؤ وہ موجود ہے (یعنی اُدھر وہ موجود ہے)۔

جملہ تمیزی طوری: وہ ہے جو طور و طریقہ ظاہر کرتا ہے۔ یہ بھی تابع جملہ ہوتا ہے اور بجائے تمیز یا متعلق فعل کے آتا ہے۔ جیسے:

— جوں ہی وہ دروازے سے نکلا میں پہنچا۔

اس مثال میں "میں پہنچا" اصل جملہ ہے اور "جوں ہی وہ دروازے سے نکلا" تابع ہے اور جملہ تمیزی طوری ہے۔ کیونکہ اس کے جانے کا ڈھنگ معلوم ہوتا ہے۔ دوسری مثالیں یہ ہیں:

— جیسا کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔

— جیسے بنے انھیں ساتھ لے آؤ۔

— جیسے آپ مجھ پر مہربانی فرماتے ہیں ویسے اس پر بھی نظر کرم رکھیے۔

ان مثالوں میں "جیسا کہو"، "جیسے بنے" اور "جیسے" دونوں تمیزی طوری جملے ہیں کیونکے ان سے کام کا ڈھنگ یا طور طریقہ معلوم ہوتا ہے اور یہ اصل جملوں کے تابع ہیں۔

بعض اوقات اس قسم کے تمیزی جملوں کے ساتھ جوں جوں اور جیسے جیسے کے لفظ بھی آتے ہیں۔ جیسے:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

جیسے جیسے وہ خط پڑھتا جاتا تھا اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا

جملہ تمیزی سببی: یعنی وہ جملہ جو بطور تمیز کے واقع ہوا ہو اور سبب یا علت ظاہر کرے۔ ایسے جملوں کے شروع میں "اس لیے کہ" یا "کیونکہ" آتا ہے۔ جیسے

— وہ بہت خوش ہے کیونکہ اسے نوکری مل گئی ہے

— وہ کھیل نہیں سکتا اس لیے کہ وہ بیمار ہے

ان مثالوں میں "وہ بہت خوش ہے"۔ "وہ کھیل نہیں سکتا" اصل جملے ہیں اور "کیونکہ اسے نوکری ملی" اور "اس لیے کہ وہ بیمار ہے"۔ سبب ظاہر کرتے ہیں اس لیے تابع جملہ تمیزی سببی ہیں۔

جملہ تمیزی شرطیہ: وہ جملہ ہے جس میں شرط پائی جاتی ہے اور وہ بطور تمیز کے استعمال ہوا ہو۔ شرط میں لازم ہے کہ ایک جملہ دوسرے کا تابع ہو جیسے

— اگر حامد نہ آیا تو ارشد نہیں جائے گا۔

اس مثال میں ارشد نہیں جائے گا اصل جملہ ہے اور "اگر حامد نہ آیا تو" بطور تابع تمیزی جملے کے آیا ہے جس میں شرط پائی جاتی ہے اس لیے اسے تمیزی جملہ شرطیہ کہتے ہیں۔

تمیزی جملہ شرطیہ کے شروع میں جو جب یا اگر آتا ہے اور اس کے جواب میں اصل جملے کے شروع میں تو آتا ہے۔ ایسے جملوں میں جو، جب اور اگر حروف شرط کہلاتے ہیں اور تو حروف جزا۔ مثالیں:

— اگر وہ نہ آیا تو تم کیا کروگے

— جب کھیت ہی نہیں رہا تو بیل لے کر کیا کروں۔

— بعض اوقات (خصوصاً نظم میں) حرف جزا تو محذوف بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے:

تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

(یعنی جو نہ بادہ خوار ہوتا تو تجھے ولی سمجھتے)

بعض اوقات حرف شرط بھی محذوف ہو جاتا ہے۔ جیسے:

وہ نہیں آتا تو تمہیں چلے چلو۔

(یعنی اگر وہ نہیں آتا تو تمہیں چلے چلو)

جملے کی معنوی تقسیم: معنوں کے لحاظ سے بھی جملے کی دو قسمیں ہیں۔

(1) خبریہ (2) انشائیہ

جملہ خبریہ: جملہ خبریہ وہ جملہ ہے جو کسی واقعے یا حالت کی خبر دے۔

مثالیں:

1. موہن بیمار ہے وہ لندن نہیں جائے گا۔
2. جمیلہ سیب کھا رہی ہے۔
3. ہم چھٹیوں میں شملہ جا رہے ہیں۔
4. میں آج کل شاعری کی مشق کر رہا ہوں۔
5. وہ شخص جس سے تم ملنا چاہتے تھے کل میرے پاس آیا تھا۔

جملہ انشائیہ: جملہ انشائیہ وہ جملہ ہے جس میں تمنا، استفہام، حکم، شک، مسرت، افسوس، ندا، تعجب اور شرط کے معنٰی پائے جائیں۔ جیسے

تمنا: کاش ہماری ٹیم جیت جاتی۔

— کاش کے مینہ برستا اور فصلیں لہلہاتیں۔

— کاش اختر کو ویزا مل جاتا۔

استفہام: تم کون ہو؟ کیا کام کرتے ہو؟

— وہ کیوں چِلّا رہا ہے؟

— میری کتاب کہاں ہے؟

— ارشد کب آرہا ہے؟

— تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟

حکم:- دھوپ میں باہر مت نکلو۔

– احمد کو بلاؤ

– مہربانی کر کے میری پوری بات سن لیجئے۔

– دادا کو دوا پلا دو

– تم کل یہاں نہ آنا

شک:- وہ آتا ہو گا

– شاید وہ کل چلا جائے۔

– ممکن ہے آج بارش ہو۔

– وہ ہماری گفتگو سن رہا ہو گا۔

– غالباً اس کا نام راہل ہے۔

مسرت:- شاباش! یہ کام بہت اچھا کیا۔

– اہاہا! آپ مل گئے۔

– سبحان اللہ! کیا شعر سنایا ہے۔ آفریں! کیا آواز پائی ہے۔

اخاّہ! آپ بھی اس دفتر میں کام کرتے ہیں۔

افسوس: ہیہات! اس وبا میں کتنی جانیں گئیں۔

حیف! پلک جھپکتے میں شہر اجڑ گیا۔

یوں اُٹھے آہ! اس گلی سے ہم۔

وائے! ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا۔

افسوس! تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا

ندا: اے میاں! تم کدھر جا رہے ہو۔

اجی حضرت! یہاں آیئے۔

یا خدا! مشکل آسان کر۔

او لڑکے! ذرا ادھر تو آنا۔

ارے بیو قوف! بات تو سُن۔

تعجب:- ایں! وہ چلا گیا۔

- افوہ! کیا آپ بھی یہی کتاب لیں گے۔
- ہائیں! میرا قلم کہاں گیا۔ ابھی تو یہیں تھا۔
- سبحان اللہ! یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ آپ کام کریں اور میں بیٹھا رہوں۔
- باپ رے باپ! کتنی اونچی عمارت ہے۔

شرط:- اگر تم دہلی چلو گے تو میں بھی چلوں گا۔

- اگرچہ وہ مصروف نہ ہو تو تم سے ضرور ملے گا۔
- ہر چند اسے سمجھایا مگر وہ راضی نہ ہوا۔
- تاوقتیکہ تم لوٹانے کا وعدہ نہ کرو میں یہ کتاب تمہیں نہ دوں گا۔
- باوجودیکہ وہ دولت مند نہیں ہے پھر بھی وہ سب کی مدد کرتا ہے۔

7.7 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- جملہ الفاظ کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس سے کوئی بات پوری طرح سمجھ میں آئے۔
- ہر جملے میں دو اصل عناصر ہوتے ہیں۔ (1)مبتدا (2)خبر
- "مبتدا" وہ شخص یا شئے جس کا ذکر کیا جائے اور جو کچھ اس کے بارے میں بیان کیا جائے وہ "خبر" ہے۔
- بناوٹ کے لحاظ سے جملے کی دو قسمیں ہیں۔ (1)مفرد (2)مرکب
- اگر جملے میں صرف ایک مبتدا اور ایک خبر ہو تو وہ مفرد جملہ ہے۔ دو یا دو سے زائد مفرد جملے مل کر کوئی مفہوم ادا کر رہے ہوں تو ایسا جملہ مرکب کہلاتا ہے۔
- مرکب جملے کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ (1)مطلق (2)ملتف
- اگر مرکب جملے میں ہر جملہ جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اور اپنے معنوں کے لیے دوسرے جملوں کا محتاج نہیں تو وہ مرکب مطلق ہے۔ اگر مرکب جملے میں ایک جملہ اصل ہے اور باقی جملے ماتحت ہیں اور اصل جملے کے بغیر پورا مفہوم ادا نہ کر رہے ہیں تو وہ ملتف جملہ ہے۔
- مرکب مطلق جملے کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ (1)وصلی (2)تردیدی (3)استدراکی (4)سببی
- ملتف جملے کی تین قسمیں ہوتی ہیں (1)اسمی (2)وصفی (3)تمیزی
- ملتف جملہ تمیزی کی پانچ قسمیں ہیں (1)زمانی (2)مکانی (3)طوری (4)سببی (5)شرطیہ
- معنٰی کے اعتبار سے جملے کی دو قسمیں ہیں (1)جملہ خبریہ (2)جملہ انشائیہ

- جملہ خبریہ وہ ہے جو کسی واقعہ یا حالت کی خبر دے۔
- جملہ انشائیہ وہ ہے جو کہنے والے کے دلی جذبات یا اس کے منشا کو ظاہر کرتا ہے۔
- جملہ انشائیہ میں تمنا، استفہام، امر (حکم)، شک، مسرت، افسوس، ندا، تعجب، شرط وغیرہ سے تعلق رکھنے والے تمام جملے شامل ہیں۔

7.8 مشکل الفاظ

مفرد	تنہا	Singular / Individual
مرکب	کئی چیزوں سے مل کر بنا ہوا	Compound / Composite
مطلق	آزاد، بے قید	Absolute / Unlimited
ملفت	لپٹا ہوا، مربوط	Twisted / Entwined / Connected
حذف	گرا دینا، چھوڑ دینا	Deletion / Removal
محذوف	حذف کیا گیا	Deleted / Omitted
استدراک	سمجھ میں آنا	Realization / Understanding / Correction
وصل	ملاقات	Meeting / Connection / Union
استفہام	پوچھنا، سوال	Questioning / Interrogation

7.9 مشقیں

مشق 1: درج ذیل جملوں میں مبتدا اور خبر کی شناخت کیجیے۔ مبتدا کے نیچے "م" اور "خبر" کے نیچے "خ" لکھیے۔

1۔ چڑیا چہچہا رہی ہے۔

2۔ سیما کرسی پر بیٹھی ہے۔

3۔ خالد نہایت ذہین لڑکا ہے۔

4۔ پہاڑ کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی ہیں۔

5۔ رات تاریک تھی اور آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔

مشق 2: "تم نے سنا کہ نہیں" اس جملے میں "کہ" "یا" کے معنیٰ میں آیا ہے۔ "کہ" کو استعمال کرتے ہوئے اس طرز کے پانچ جملے لکھیے۔

مشق 3: "وہ دولت مند تو ہے لیکن سخی نہیں" اس جملے میں "لیکن" پہلے بیان کو محدود کر رہا ہے۔ "لیکن" کو استعمال کرتے ہوئے اسی طرز کے پانچ جملے لکھیے۔

مشق4: ذیل جملوں کو پڑھیے اور ہر جملے کے سامنے دی گئی قوسین (بریکٹ) میں اس کی قسم کا نام درج کیجیے۔

1۔ جس وقت حامد آیا جاوید پڑھ رہا تھا۔ (   )

2۔ اس نے وہ کتاب اٹھالی جو غالبؔ پر تھی۔ (   )

3۔ اکرم نہیں کھائے گا تو موہن بھی نہیں کھائے گا۔ (   )

4۔ وہ جہاں جاتا ہے لوگوں کو اپنا دوست بنالیتا ہے۔ (   )

5۔ جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے تھے گانے کی آواز قریب آتی جارہی تھی (   )

مشق5: مفرد اور مرکب جملوں کو الگ کیجیے اور قوسین میں ان کا نام لکھیے۔

1۔ شیر کو جنگل کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ (   )

2۔ گلاب کا پھول خوش نما بھی ہوتا ہے اور خوشبودار بھی۔ (   )

3۔ بھیا دفتر سے آگئے۔ (   )

4۔ اکرم ٹی۔وی۔ دیکھ رہا ہے۔ (   )

5۔ روی پڑھ رہا ہے اور موہن کھیل رہا ہے۔ (   )

مشق6: ذیل کے جملوں میں خبریہ اور انشائیہ کو الگ کیجیے اور قوسین میں ان کا نام لکھیے۔

1۔ کاش ہم نے انگریزی سیکھی ہوتی۔ (   )

2۔ راہل بارش میں مت بھیگو۔ (   )

3۔ وہ کتاب جو کل کھو گئی تھی آج مل گئی۔ (   )

4۔ تاج محل کس نے تعمیر کروایا؟ (   )

5۔ ماشاء اللہ آپ کا خط بہت خوب صورت ہے۔ (   )

6۔ اے لڑکے! ذرا اخبار تو لانا۔ (   )

7۔ اگرچہ وہ بہت مصروف ہے پھر بھی آپ کو وقت دے گا۔ (   )

8۔ یہ ٹرین غالباً دہلی جائے گی۔ (   )

7.9 نمونہ امتحانی سوالات

7.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ درج ذیل جملے میں مبتدا کی نشاندہی کیجیے۔

قرۃ العین حیدر اردو کی بہت بڑی ناول نگار خاتون تھیں۔

(A)خاتون (B)اردو (C)ناول نگار (D)قرۃ العین حیدر

2۔بناوٹ کے اعتبار سے جملے کی بڑی قسمیں کتنی ہیں؟

(A)دو (B)تین (C)چار (D)پانچ

3۔ مطلق جملے میں ہر جملہ...............

(A)دوسرے جملے کا محتاج ہوتا (B)اپنے پورے معنی رکھتا ہے

(C)منفی معنیٰ دیتا ہے (D)کسی کام کا حکم دیتا ہے

4۔ مطلق جملے کتنی قسم کے ہوتے ہیں۔

(A)تین (B)چار (C)پانچ (D)چھے

5۔ مطلق جملوں میں کون سا جملہ تردیدی جملے کی ضد ہوتا ہے۔

(A)استدراکی (B)سببی (C)وصلی (D)ان میں سے کوئی نہیں

6۔"احمد نے ای۔میل کیا کہ نہیں"اس جملے کا تعلق جملوں کے کس زمرے سے ہے۔

(A)استدراکی (B)تردیدی (C)سببی (D)وصلی

7۔اتنا ہنر منداور بے روزگار۔اس جملے میں "اور" کس کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے؟

(A)بلکہ (B)اس لیے (C)جیسے (D)مگر

8۔ملتف جملوں میں ایک تو اصل جملہ ہوتا ہے باقی ایک دو جملے...............

(A)اصل جملے سے آزاد ہوتے ہیں۔ (B)اصل جملے کی تردید کرتے ہیں۔

(C)اصل جملے سے دور ہوتے ہیں (D)اصل جملے کے تابع ہوتے ہیں۔

9۔"وہ جدھر دیکھ رہے ہیں سب ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں"۔اس جملے کا تعلق ذیل کے کس زمرے سے ہے؟

(A)جملہ تمیزی طوری (B)جملہ تمیزی مکانی (C)جملہ تمیزی شرطیہ (D)جملہ تمیزی سببی

10۔معنوی اعتبار سے جملے کی کتنی قسمیں ہیں؟

(A)دو (B)تین (C)چار (D)پانچ

7.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ جملے میں: خبر" سے کیا مراد ہے؟

2۔ مفرد جملے کی تعریف کیجے۔

3۔ جملہ انشائیہ کسے کہتے ہیں۔

4۔ مرکب جملے کی تین مثالیں لکھیے۔

5۔ جملہ تمیزی طوری کس جملے کو کہتے ہیں؟ واضح کیجیے

7.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ مرکب مطلق جملے کی تعریف کیجئے اور اس کی قسموں کی وضاحت کیجئے۔

2۔ ملتف جملہ تمیزی اور اس کی مختلف اقسام پر مفصل نوٹ لکھیے۔

3۔ معنیٰ کے اعتبار سے جملے کی اہم قسموں کا تعارف کرائیے۔

7.9.3 کے جوابات:

(i) D   (ii) A   (iii) B   (iv) B   (v) B

اکائی 8 : محاورے، کہاوتیں، سابقے لاحقے، مترادف اور متضاد الفاظ

اکائی کے اجزا

8.0 تمہید
8.1 مقاصد
8.2 محاورے
8.2.1 محاورے کی اقسام
8.3 کہاوتیں
8.3.1 کہاوت کی اقسام
8.3.1.1 ادبی کہاوتیں
8.3.1.2 غیر ادبی کہاوتیں
8.4 محاورے اور کہاوت میں مماثلات وافتراقات
8.5 سابقے لاحقے
8.6 مترادف اور متضاد الفاظ
8.6.1 مترادف الفاظ
8.6.2 متضاد الفاظ
8.7 اکتسابی نتائج
8.8 مشکل الفاظ
8.9 نمونۂ امتحانی سوالات

8.0 تمہید

زبان کوئی بھی ہو، اپنی لسانی خصوصیات کے ساتھ کچھ ایسی تہذیبی جڑیں بھی رکھتی ہے جو اگر کاٹ دی جائیں تو وہ زبان ایک سرسبز درخت کی جگہ محض ایک خشک تنارہ جاتی ہے۔ بغیر محاوروں کے کوئی بھی زبان ایک لباس بے رنگ اور ایک طعام بے نمک کی حیثیت رکھتی ہے۔ محاورے، کہاوتیں، روزمرہ اور ادبی وشعری تراکیب ہی اصلاً کسی بھی زبان کی تہذیبی صورت گری کرتی ہیں۔ محاوروں کی لسانی، تہذیبی

اور اسلوبی اہمیت سے شاید ہی کسی کو انکار ہو گا۔ اگر کسی زبان سے اس کے محاوروں کو الگ کر لیا جائے تو اس زبان کی روح ختم ہو جائے گی۔ کہاوتوں کے لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی حیثیت زبان میں وہی ہے جو کھانے میں نمک کی ہوتی ہے۔ کسی بھی زبان کا بولنے والا اپنی بات کو پر اثر بنانے اور اس میں لطف پیدا کرنے کے لیے کہاوتوں کا استعمال کرتا ہے۔ محاوروں اور کہاوتوں کے ساتھ ہی سابقوں ولاحقوں کا نظام زبان کو اختصار بخشتا ہے۔ ”درد نہ رکھنے والا“ کی جگہ ”بے درد“ یا ”قدر کرنے والا“ کی جگہ ”قدردان“ کہہ کر ہم نہ صرف طول کلامی سے بچتے ہیں بلکہ اس اختصار سے کلام میں حسن بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ الفاظ کے مترادفات، متضاد الفاظ ان سب سے واقفیت کسی بھی زبان کی ہیئت وماہیئت اور صحت و وسعت کو یقینی بناتی ہے۔ مترادفات اور متضاد الفاظ سے واقفیت ہمیں عجز بیان کا شکار نہیں ہونے دیتی۔ یہی سبب ہے کہ ان عناصر کو زبان کی تدریس کا اہم حصہ قرار دیا جاتا ہے۔

8.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس بات سے واقف ہو جائیں گے کہ:

- ”محاورہ“ کسے کہتے ہیں اور اس کی مختلف صورتیں کیا ہیں نیز ان کی سماجی و تہذیبی معنویت کیا ہے؟
- ”کہاوت“ کی تعریف اور اس کی اقسام کیا ہیں؟ اس کے ساتھ ہی سماجی و تہذیبی نقطۂ نظر سے ان کی کیا اہمیت ہے؟
- ”سابقے اور لاحقے“ کیا ہیں؟ ان کا استعمال کس طرح کیا جاتا ہے؟
- ”مترادف“ اور ”متضاد“ الفاظ سے کیا مراد ہے؟ یہ کس طرح زبان کو وسعت عطا کرتے اور معنی کی ترسیل میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

8.2 محاورے

محاورے کے لغوی معنی فرہنگ آصفیہ میں اس طرح دیے گئے ہیں:

1۔ ” محاورہ (ع) اسم مذکر (i) ہم کلامی، باہمی گفتگو، بول چال، بات چیت، سوال جواب (ii) اصطلاح عام، روزمرہ، وہ کلمہ یا کلام جسے چند ثقات نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے واسطے مختص کر لیا ہو۔“ (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، صفحہ 2059)

2۔ ”وہ کلام جس کے لفظ اپنے معنی غیر موضوع میں استعمال ہوتے ہوں، محاورہ ہے۔۔ محاورہ کم از کم دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے۔ محاورہ قواعد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرتا۔“

(کیفیہ: پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، صفحہ 134)

3۔ ”جب کوئی کلام دو یا دو سے زیادہ الفاظ سے مرکب ہو اور وہ اپنے معنی غیر موضوع لہ میں استعمال ہوتا ہو تو وہ کلام محاورہ کہلاتا ہے۔“ (تسہیل البلاغت: مرزا محمد سجاد بیگ، صفحہ 195)

4۔ ”محاورہ لغت میں مطلقاً بات چیت کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ بات چیت اہل زبان کے روزمرہ کے موافق ہو خواہ مخالف لیکن اصطلاح میں خاص اہل زبان کے روزمرہ یا بول چال یا اسلوب کا نام محاورہ ہے۔ پس ضرور ہے کہ محاورہ تقریباً ہمیشہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ میں پایا جائے کیونکہ مفرد الفاظ کو روزمرہ یا بول چال یا اسلوب بیان نہیں کہا جاتا۔“

(مقدمۂ شعر و شاعری: خواجہ الطاف حسین حالی، صفحہ 163)

محاورے کی مندرجہ بالا تعریف پر غور کرنے کے بعد درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

1۔ لفظ محاورہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی باہمی گفتگو یا بول چال کے ہیں۔

2۔ محاورہ دراصل وہ کلمہ ہے جو لغوی معانی سے مناسبت یا عدم مناسبت دونوں صورتوں میں کسی خاص معنی کے لیے بطور خاص اختیار کر لیا گیا ہو۔

3۔ اگر کئی لفظ باہم مل کر اپنے حقیقی معنوں کی جگہ دوسرے معنوں میں استعمال ہوں تو وہ محاورہ ہے۔

4۔ محاورے کے لیے یہ شرط ہے کہ کم سے کم دو کلموں کا مرکب ہو۔ محض ایک کلمہ یعنی بامعنی لفظ محاورے کی تشکیل نہیں کر سکتا۔

5۔ خاص اہل زبان کے روزمرہ یا بول چال یا اسلوب کا نام محاورہ ہے۔

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں یہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ محاورے کا اطلاق ان افعال پر ہوتا ہے جو کسی اسم کے ساتھ مل کر اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں جیسے لفظ ”اتارنا“ کے معنی ہیں کسی شئے یا شخص کو اوپر سے نیچے اتارنا یعنی یہ مصدر فعل ہے کہ جس سے کسی کام کا ہونا یا کرنا پایا جائے۔ اب اسی لفظ کا استعمال محاورے کی شکل میں دیکھیے۔ ” شیشے میں اتارنا“ یعنی اپنے موافق کر لینا، ہم نوا بنا لینا وغیرہ۔ یہاں لفظ اتارنا حقیقی یا لغوی معنی کی بجائے مجازی معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ اب آیئے اس بات کی طرف کہ الفاظ یا افعال کے یہ مجازی معانی ان الفاظ کے لغوی یا حقیقی معانی سے مناسبت رکھتے ہیں یا عدم مناسبت تو اس تعلق سے درج ذیل محاوروں پر غور کیجیے۔

1۔ ”ایک تیر سے دو شکار کرنا۔“ 2۔ ” دل باغ باغ ہو جانا۔“

پہلی مثال دیکھیے، تیر و کمان کی مدد سے کسی بھی پرندے، چرندے یا درندے کا شکار کیا جا سکتا ہے۔ کسی انسان کو بھی نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ تیر و کمان کی حیثیت ایک اہم جنگی ہتھیار کے طور پر ماضی قریب تک رہی ہے جب تک کہ ان کی جگہ آتشیں ہتھیاروں نے نہ لے لی۔ اب رہا ایک ہی تیر سے دو جانوروں، پرندوں وغیرہ کا شکار کرنا۔ اس کے دو معنی نکلتے ہیں۔ پہلا یہ کہ شکاری بیک وقت دو شکاروں کو اگر وہ ایک دوسرے کے بے حد نزدیک ہوں تو انہیں ایک ہی تیر سے شکار کر سکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ایک تیر سے کوئی شکار کرے اور پھر مردہ یا زخمی شکار کے جسم میں پیوست وہ تیر نکال لے اور پھر اسی تیر سے دوسرے شکار کو نشانہ بنائے۔ یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں اور ایسا ہو سکتا ہے یعنی یہ بعید از قیاس نہیں ہے اس لیے یہاں محاورہ الفاظ کے لغوی معانی سے مناسبت رکھتا ہے، لیکن چونکہ یہ محاورہ ہے اس لیے

یہاں لغوی معنی سے مناسبت کے باوجود الفاظ کے لغوی معانی مطلوب نہیں ہیں بلکہ کچھ اور معانی مراد ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ایسا کام کرنا جس سے بیک وقت دو مقاصد پورے ہوں۔ اسی بات کو ذرا بدلی ہوئی شکل میں ایک دوسرے محاورے کے ذریعے بھی کہا گیا ہے یعنی ''آم کے آم، گٹھلیوں کے دام''۔ اب آیئے دوسری مثال کی طرف۔ ''دل باغ باغ ہونا'' یعنی بے انتہا خوش ہونا۔ اس محاورے میں الفاظ کے لغوی معانی سے محاورے کے معانی مطلوب کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ دل کا خوشی و مسرت کے باعث باغ میں تبدیل ہو جانا ہر لحاظ سے بعید از قیاس ہے۔ ان دونوں مثالوں میں چونکہ الفاظ کے مطلوبہ معانی ان کے لغوی معانی نہیں ہیں اس لیے ہم ان جملوں کو محاورہ قرار دیں گے۔

محاوروں کے تعلق سے ایک اور اہم بات یہ کہی جاتی ہے کہ اس کے آخر میں ہر حال میں علامت مصدر ''نا'' کا ہونا ضروری ہے اور یہ علامت مصدر فعل کی مختلف صورتوں کے ساتھ بدلتی رہتی ہے جیسے ''رنگے ہاتھوں پکڑا جانا'' فعل کی اس بدلی ہوئی صورت کے ساتھ، ''چور بھاگ نہیں سکا اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔'' آپ نے دیکھا کہ ''پکڑا جانا'' یہاں ''پکڑا گیا'' ہو گیا ہے، لیکن ہر حال میں علامت مصدر ''نا'' کا محاورے کے آخر میں آنا ضروری نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایسی صورتیں استثنائی ہیں، مثلاً '' خواب خرگوش'' یا ''ٹیڑھی کھیر'' وغیرہ جیسے محاورے آخر میں علامت مصدر ''نا'' نہیں رکھتے۔ یہی سبب ہے کہ ڈاکٹر یونس اگاسکر محاورے کی اپنی تعریف میں اسے ضروری کی جگہ محض ایک عمومی صورت قرار دیتے ہیں:

> ''صوری اعتبار سے محاورہ الفاظ کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس سے لغوی معنی کی بجائے ایک قرار یافتہ معنی نکلتے ہوں۔ محاورے میں عموماً علامت مصدر ''نا'' لگتی ہے جیسے آب آب ہونا، دل ٹوٹنا، خوشی سے پھولے نہ سمانا۔ محاورہ جب جملے میں استعمال ہوتا ہے تو علامت مصدر ''نا'' کی بجائے فعل کی وہ صورت آتی ہے جو گرامر کے اعتبار سے موزوں ہوتی ہے جیسے دل ٹوٹ گیا، دل ٹوٹ جاتے ہیں، دل ٹوٹ جائے گا وغیرہ۔''

(اردو کہاوتیں: ڈاکٹر یونس اگاسکر، صفحہ 45)

بحیثیت مجموعی ماہرین نے محاورے کے لیے جو شرطیں متعین کی ہیں وہ تین ہیں۔

1۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ ہو (کوئی بھی محاورہ یک لفظی نہیں ہو سکتا)۔

2۔ الفاظ مجازی معنوں میں استعمال ہوں (مثلاً جھاڑو پھیرنا سے مراد جھاڑو لگانا نہیں بلکہ سب کچھ چرا لینا ہے)۔

3۔ مصدر سے مل کر بنا ہو (ہر محاورے میں کوئی نہ کوئی مصدر فعل عام طور پر ہو گا مثلاً پھوٹ پھوٹ کر رونا، شرم سے پانی پانی ہو جانا وغیرہ)۔

محاورے میں صرف علامت مصدر ''نا'' فعل کی مختلف صورتوں کے ساتھ بدلے گی، اس کے علاوہ محاورے کے الفاظ میں اور کسی طرح کی تبدیلی جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر محاورہ ''آٹھ آٹھ آنسو رونا'' میں فعل کی صورت میں تبدیلی ہو سکتی ہے جیسے ''آٹھ آٹھ آنسو رویا'' لیکن اس محاورے کی یہ تبدیل شدہ صورت کہ ''دس دس آنسو رونا'' جائز نہیں ہے۔ ذیل میں دو ایسے اشعار بطور مثال دیے جا رہے ہیں جن میں ایک ہی محاورہ '' ہاتھوں کے طوطے اڑنا'' نظم کیا گیا ہے۔

سبزہ خط کو دکھایا نہ کرو
طوطے ہاتھوں کے اڑایا نہ کرو

جب یہ سنا کہ دزدِ حنا دل کا چور ہے
ہاتھوں کے طوطے اڑگئے رنگ حنا کے ساتھ

پہلے شعر میں محاورے کی ترتیب کو بدلا گیا ہے۔"طوطے اڑایا نہ کرو" سے جو مصدر فعل حاصل ہو گا وہ "طوطے اڑانا" ہو گا اور یہ غلط ہے۔جب کہ دوسرے شعر میں "طوطے اڑگئے" ہے،اس سے جو مصدر فعل بر آمد ہو گا وہ "طوطے اڑنا" ہو گا اور یہی اس محاورے کی اصل ترتیب ہے، لیکن ایک رائے اس کے برعکس بھی ہے۔سید انور حسین آرزو لکھنوی اپنی تصنیف "نظام اردو" میں رقم طراز ہیں:

"محاورات میں ایسا تغیر جس سے اس کی اصلیت اس طرح بگڑ جائے کہ روزمرہ کی تعریف میں بھی نہ آئے ناجائز ہے اور نہ بگڑے تو جائز ہے اور حسن کلام بڑھ جائے تو مستحسن ہے۔"

(نظام اردو: سید انور حسین آرزو لکھنوی، صفحہ 79)

آرزو لکھنوی نے ایک محاورے کے حوالے سے "تصرف مستحسن" کی مثال دیتے ہوئے میر انیس کا یہ شعر درج کیا ہے۔

کودکی، پیری، جوانی دیکھ لی
تین دن کی زندگانی دیکھ لی

اصل محاورہ میں دو دن یا چار دن کی زندگی استعمال کیا جاتا ہے جس کے معنی "قلت زمانہ" کے ہیں۔اب چونکہ میر انیس نے عمر کے تین موڑ یا پڑاؤ بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا ذکر کیا ہے لہٰذا اس کی رعایت سے تین دن کی زندگانی "تصرف مستحسن" ہے۔یعنی محاورے میں ایسا تصرف جائز ہی نہیں مستحسن ہے کیونکہ اس تصرف سے شعر کی معنی آفرینی میں اضافہ ہوا ہے۔اب ہم محاوروں کی مختلف اقسام پر گفتگو کریں گے۔

8.2.1 محاورے کی اقسام:

سید قدرت نقوی نے اپنی تصنیف "لسانی مقالات" میں معانی کے لحاظ سے محاوروں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ محاوروں کی پہلی قسم وہ ہے جب ان میں آنے والا اسم یعنی نام مجازی معنوں میں استعمال ہو جیسے "کافور ہو جانا"۔ لفظ "کافور" ایک اسم ہے یہ ایک چیز کا نام ہے جو خوشبو رکھتی ہے، لیکن اس محاورے میں یہ اسم مجازی معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ یہاں "کافور ہو جانا" کا مطلب ہے غائب ہو جانا۔

2۔ محاوروں کی دوسری قسم وہ ہے جب مصادر اور ان کے مشتقات مجازی معنوں میں استعمال ہوں جیسے "غم کھانا"۔ اس مثال پر غور کریے یہاں مصدر فعل "کھانا" اور اس کا مشتق "غم" دونوں حقیقی نہ ہو کر مجازی معنوں میں ہی استعمال ہوئے ہیں کیونکہ اصلاً غم

کھانا ممکن نہیں ہے۔ غم تو خوشی کی طرح محض ایک احساس ہے کوئی کھانے کی شئے نہیں۔

3۔ محاوروں کی تیسری قسم وہ ہے جب اسم اور فعل دونوں کے حقیقی اور لغوی معنی ممکن تو ہوں، لیکن دونوں سے مراد ان کے مجازی معنی ہی لیے جائیں جیسے "رال ٹپکنا" یا "دال نہ گلنا" وغیرہ۔ رال منھ سے واقعتاً ٹپکتی ہے اور دال کا گلنا یا نہ گلنا بھی ایک حقیقی صورت حال ہے یعنی یہاں اسم "رال" اور "دال" نیز فعل "ٹپکنا" اور "گلنا" کا حقیقی مفہوم موجود ہے، لیکن محاورے میں ان کے مجازی معنی ہی مراد لیے جائیں گے یعنی رال ٹپکنا = لالچ کرنا یا للچانا۔ دال نہ گلنا = کام کا نہ بننا۔

8.3 کہاوتیں

ذیل میں کہاوت کے معنٰی و مفہوم کی وضاحت میں لغات اور ماہرین کے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔

1۔ "کہاوت (ہ) اسم مونث 1۔ کہن، قول، بچن، مثل 2۔ ضرب المثل، وہ بات جو نظیراً بار بار زبان پر آئے۔"

(فرہنگ آصفیہ، جلد دوم، صفحہ 1695)

2. "Proverb is a short pithy saying in common use."(Oxford Dictionary)

"کہاوت عام استعمال میں آنے والے مختصر اور معنٰی خیز مقولے کو کہتے ہیں"۔(آکسفورڈ ڈکشنری)

لفظ کہاوت چونکہ اردو میں ہندی زبان سے آیا ہے اور یہ لفظ اصلاً ہندی الاصل ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس پر بھی غور کریں کہ ہندی زبان کی لغات میں کہاوت کا کیا مفہوم بیان کیا گیا ہے نیز اس زبان کے ماہرین کہاوت کے تعلق سے کیا کہتے ہیں؟

1۔ مانک ہندی کوش میں کہاوت کا اشتقاق اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہا= کہی ہوئی + وت = بات ۔یعنی کہی ہوئی بات یا "کہاوت"۔

2۔ ہندی وشو کوش کے مطابق مادہ "کہ" کے آگے لاحقہ "آوت" لگا کر لفظ کہاوت بنایا گیا ہے۔

3۔ ڈاکٹر سدھیشور ورما کے مطابق لفظ کہاوت ہندی مصدر "کہنا" کے امر "کہ" میں "آو" کا لاحقہ جڑنے سے پہلے لفظ "کہاو" بنا پھر اس میں "ات" کا لاحقہ لگنے سے لفظ "کہاوت" وجود میں آیا۔

4۔ کنہیالال سہل مصنف "راجستھانی کہاوتیں" کے مطابق کہاوت کا ایک مفہوم کہی ہوئی بات بھی ہے۔ کہاوت یعنی کہی ہوئی بات۔

کہاوت کی مندرجہ بالا دونوں تعریفات پر غور کرنے کے بعد اب اس کی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں۔ کہاوت کی مختلف تعریفوں پر غور کرنے سے اس کی تین اہم خصوصیات ہمارے سامنے آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ کہاوت کا ایک اہم وصف "اختصار" ہے یعنی کہاوت مختصر ہوتی ہے، کوئی بھی کہاوت محض ایک یا دو جملوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کہاوت کی جو دوسری خصوصیت سامنے آتی ہے وہ ہے اس کا بے پناہ معنویت کا حامل ہونا، بالفاظ دیگر کہاوت میں معنوی زور پایا جاتا ہے۔ تیسری خصوصیت اس کا کثرت سے استعمال ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں

اپنی بات کو کسی بر محل و بر موقع کہاوت کے ذریعے مستحکم و قابل قبول بنانے کی ضرورت کہاوت کے بار بار استعمال پر مجبور کرتی ہے۔ کہاوت یا ضرب المثل کا سب سے اہم وصف یہ ہے کہ کہاوتیں خواہ کسی بھی زبان سے تعلق رکھتی ہوں، یہ سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی آئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کوئی بھی کہاوت ایک عمومی سچائی کی حامل ہو یعنی وہ صدیوں کے ان تجربات کا نچوڑ ہو جو کسی بھی معاشرے میں ایک عمومی سچائی کا درجہ حاصل کر چکے ہوں۔ کہاوت کی چند مزید تعریفیں ملاحظہ کیجیے:

1۔ ”کہاوت دانش مندوں کے اقوال کی تفسیر ہے۔“ (بائبل)

2۔ ” مختصر جملے جو طویل تجربات کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں، کہاوت کہلاتے ہیں۔“ (سروانتے)

3۔ ”مشہور و مستعمل فیصلے جو غیر مستعمل ہیئت اور طرز میں ڈھلے ہوں۔“ (اراسمس)

4۔ ” مختصر جملے جن میں قدما نے قوانین کی طرح زندگی کو سمو دیا ہو۔“ (جان اگریکولا)

5۔ ”کہاوتوں کو دانش مندی کا نچوڑ کہنا چاہیے۔“ (دیوبرٹ)

6۔ ” فرد واحد کی ذہانت اور بہتوں کی دانش مندی کا نام کہاوت ہے۔“ (جان رسل)

کہاوت یا ضرب المثل کی جو بھی تعریفات اوپر بیان کی گئی ہیں، ان سب پر غور کرنے سے کہاوت کے درج ذیل اوصاف سامنے آتے ہیں:

1۔ دانش مندی 2۔ اختصار 3۔ طویل تجربات 4۔ قوانین 5۔ ذہانت 6۔ غیر معمولی طرز بیان

اب اگر ان خصوصیات میں رواج عام یا مقبولیت کو بھی ہم شامل کر لیں تو کہاوت کے تمام اوصاف کا احاطہ ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا انہی تمام اوصاف کو یکجا کرتے ہوئے ڈاکٹر یونس اگاسکر نے کہاوت کی درج ذیل تعریف بیان کی ہے:

”کہاوت قدما کے طویل تجربات و مشاہدات کا نچوڑ وہ دانش مندانہ قول ہے جس میں کسی کی ذہانت نے زور بیان پیدا کیا ہو اور جسے قبول عام نے روزمرہ کی زندگی کا کلیہ بنا دیا ہو۔“

(اردو کہاوتیں: ڈاکٹر یونس اگاسکر، صفحہ 30)

ڈاکٹر یونس اگاسکر کی بیان کردہ تعریف ”کہاوت“ کی کم و بیش تمام خصوصیات کا احاطہ کر لیتی ہے، لیکن یہاں ایک اور بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ کہاوت کو ”دانش مندانہ قول“ قرار دیے جانے سے یہ قطعی نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر دانش مندانہ قول کہاوت کے زمرے میں آتا ہے۔ ہم حکماء یا دانش وروں کے اقوال کو کہاوت نہیں کہہ سکتے کیونکہ کہاوت کے لیے اس کا زبان زد عام و خاص ہونا یعنی مقبول عام ہونا ایک لازمی شرط ہے جب کہ کسی بھی دانش مند کا قول مقبول عام ہو یہ قطعاً ضروری نہیں ہے۔

8.3.1 کہاوت کی اقسام:

”کہاوت“ کی اس تعریف کے بعد اس کی دو اہم اقسام کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ پروفیسر رے براؤن کے مطابق کہاوتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک ادبی کہاوت دوسری غیر ادبی کہاوت۔ ذیل میں ہم کہاوت کی انہی دو اقسام پر گفتگو کریں گے۔

8.3.1.1 ادبی کہاوتیں :

ادبی کہاوتیں(Literary Proverbs)معیاری اسلوب، شستہ زبان اور ذہانت و ظرافت کی حامل ہوتی ہیں۔ پروفیسر براؤن نے انجیل کے ایک مستند انگریزی ترجمے کی ایک کہاوت کی مثال دے کر یہ بتایا ہے کہ ادبی کہاوت غیر ادبی کہاوت سے کس طرح اور کیسے مختلف ہوتی ہے۔ یہ کہاوت اس طرح ہے:

"To everything there is a season, and a time to every purpose under the heaven."

انگریزی کے مشہور ڈراما نگار ولیم شیکسپیر نے اپنے مشہور ڈرامے Comedy of Errors میں انجیل مقدس کی اسی کہاوت کو اس طرح استعمال کیا ہے "There is a time for all things" اس کے بعد جب یہی کہاوت عوام میں مقبول ہو کر عوامی شکل اختیار کر گئی تو یہ زیادہ چست اور برجستہ ہو گئی:

"There is a time for everything"

اردو میں ادبی کہاوتوں کی مثالیں اشعار کے ان مصرعوں سے دی جاسکتی ہیں، جو اپنی مقبولیت اور قبول عام کے باعث زبان زد عام و خاص ہو گئے ہیں۔ مقبولیت کی بناء پر عام طور پر کسی شعر کا مصرعہ اولیٰ یعنی پہلا مصرعہ یا مصرعہ ثانی یعنی دوسرا مصرعہ مشہور ہو جاتا ہے اور ایک ادبی ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ ذیل میں ایسے ہی چند مقبول عام مصرعے دیے جا رہے ہیں :

بطور ضرب المثل مقبول عام مصرعے	مصرعہ اولیٰ یا ثانی	
1۔"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"	"دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے	(مصرعہ اولیٰ)
2۔" خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"	"قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو"	(مصرعہ اولیٰ)
3۔" جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی"	"پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی"	(مصرعہ اولیٰ)
4۔" ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا"	" آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا"	(مصرعہ ثانی)
5۔" سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں"	"آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں"	(مصرعہ اولیٰ)

ان کے علاوہ عربی اور فارسی زبانوں کے کچھ مصرعے اور مقولے بھی بطور ضرب المثل یا کہاوت اہل علم حضرات دوران گفتگو اکثر و بیشتر استعمال کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1۔"الانسان باللسان" (عربی) "انسان زبان کی وجہ سے انسان ہے۔"

2۔"الحق مرّ"" (") "سچی بات کڑوی ہوتی ہے۔"

3۔"جائے استاد خالی است" (") " استاد کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔"

4۔"ہنوز دلی دور است" (") " ابھی دلی دور ہے۔"

8.3.1.2 غیر ادبی یا روایتی کہاوتیں :

اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو غیر ادبی یا روایتی(Non Literary or Traditional Proverbs) ہی اصلاً کہاوت کہلانے کی سزاوار ہیں، کیوں کہ یہ ایک نسل سے دوسری نسل کو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی آئی ہیں۔ کسی بھی زبان کا محاوراتی لہجہ عام طور پر انہی عوامی کہاوتوں سے ہی متعین ہوتا ہے۔ غیر ادبی یا روایتی کہاوتیں مختلف تاریخی واقعات، اساطیر، دیومالائی تصورات اور صدیوں کے انسانی تجربات کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ یہ کہاوتیں زبان کے لسانی وادبی مزاج کی بھی تشکیل کرتی ہیں اور کسی معاشرے کی تہذیب کی شناخت کا سبب بھی بنتی ہیں۔ پروفیسر آرچر ٹیلر نے عوامی یا غیر ادبی کہاوتوں کو درج ذیل زمروں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ **ملفوظات پر مبنی:** بزرگوں کے وہ اقوال جو اپنی بے پناہ سماجی معنویت کی وجہ سے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ جیسے "شہ کی چوٹ، شکر کی پوٹ۔" یہ کہاوت دراصل حضرت سید محمد جونپوری کا کہا ہوا وہ جملہ ہے، جو انہوں نے اس وقت کہا تھا جب خراسان کی شاہی فوج نے انہیں پریشان کیا پھر شاہ خراسان نے رقعہ بھیج کر ان سے اس واقعہ پر معذرت کی۔

2۔ **کسی واقعے کا رمزیاتی یا استعاراتی اظہار:** دلی کے قریب ایک ویرانے میں ایک بڑھیا بھکارن بیٹھا کرتی تھی، جس کے بیٹے پوتے قریب کی جھاڑیوں میں چھپے رہتے۔ اگر کوئی تنہا راہ گیر گزرتا تو بڑھیا صدا لگاتی " اکیلے دکیلے کا اللہ بیلی" اور اس آواز پر اس کے بیٹے پوتے آکر اس راہ گیر کو لوٹ لیتے۔ اگر مسافر کئی ہوتے تو وہ صدا دیتی "جماعت سے کرامت ہے" یہ سن کر وہ لوگ باہر نہیں آتے تھے۔ اس طرح اردو کی یہ دو کہاوتیں وجود میں آئیں۔

3۔ **کسی حقیقی واقعہ یا حکایت کا جامع ترین اختصار:** کسی احسان فراموش شخص کے لیے کہا جاتا ہے کہ "جس کی گود میں بیٹھے اس کی ڈاڑھی کھونٹے۔" اس کہاوت کے پیچھے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے محل میں ہوئی۔ جب وہ بچے تھے تو ایک دن فرعون نے انہیں اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا۔ فرعون کی ڈاڑھی ہیرے جواہرات سے مزین تھی، حضرت موسیٰ نے ڈاڑھی نوچ لی اور فرعون نے غضب میں آکر آپ کو قتل کر دینے کا حکم صادر کر دیا۔ زوجہ فرعون حضرت آسیہ نے کہا یہ بچہ ہے اور اس کی نظر میں تمرہ (کھجور) اور جمرہ (انگارہ) میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ ایک ایک پلیٹ کھجور اور انگارے کی رکھی گئی، حضرت موسیٰ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ چونکہ پرورش کرنے کی بناء پر فرعون کو حضرت موسیٰ کا محسن قرار دیا جاسکتا ہے، اسی لیے یہ کہاوت وجود میں آئی ہوگی۔ بہر حال یہ ایک مشہور واقعہ کے جامع ترین اختصار کی حیثیت رکھتی ہے۔

4۔ **مذہبی کتب سے ماخوذ:** مذہبی کتب میں بیان کیے گئے واقعات سے بھی کچھ کہاوتیں وجود میں آئی ہیں۔ قرآن حکیم میں جناب موسیٰ اور فرعون کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں اسی سے فارسی کی یہ کہاوت یا ضرب المثل وجود میں آئی ہے۔"ہر فرعون را موسیٰ" یعنی ہر ظالم کا

خاتمہ کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور سامنے آتا ہے۔

5۔بے اختیار منہ سے نکلا ہوا ٹکڑا: دہلی کا سلطان غیاث الدین تغلق حضرت نظام الدین اولیاء سے بغض و عداوت رکھتا تھا۔بنگالہ سے واپسی پر اس نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اس کے دہلی پہنچنے سے پہلے دلی چھوڑ کر چلے جائیں۔جب یہ پیغام حضرت نظام الدین اولیاء تک پہنچا تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا''ہنوز دلی دور است۔'' کہا جاتا ہے کہ آپ اس وقت حالت جذب میں تھے۔یہ بات پوری ہو کر رہی اور سلطان خود دہلی سے کچھ دوری پر ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔آج حضرت کے منہ سے نکلا ہوا یہ جملہ ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

کہاوت یاضرب المثل کی تعریف اور اس کی اقسام پر گفتگو کرنے کے بعد ذیل میں ایسی کچھ کہاوتیں درج کی جارہی ہیں جو اردو زبان کے لسانی و تہذیبی مزاج کا حصہ بن چکی ہیں اور جن کے بغیر اردو میں کسی بامحاورہ تحریر و تقریر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

1۔گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے　　2۔آم کے آم گٹھلیوں کے دام　　3۔گڑ کھائے گلگلے سے پرہیز

4۔سوسنار کی ایک لوہار کی　　5۔کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا　　6۔ایک انار سو بیمار

7۔ناچ نہ آوے آنگن ٹیڑھا　　8۔پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل　　9۔یہ منہ اور مسور کی دال

10۔آنکھ کے اندھے نام نین سُکھ

8.4 محاورے اور کہاوت میں مماثلات وافتراقات

محاوروں اور کہاوتوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں،لیکن دونوں کے مابین فرق بھی واضح ہے۔ذیل میں انہی مماثلات وافتراقات پر گفتگو ہو گی۔

(الف)مماثلات

1۔کہاوت اور محاورے دونوں میں جو سب سے اہم قدر مشترک ہے وہ دانش و حکمت اور ذہنی و فکری استعداد کا وہ قرینہ ہے،جو صدیوں کے انفرادی واجتماعی تجربات کے زیر سایہ پروان چڑھا اور پھلا پھولا ہے۔یعنی دونوں کا اہم عنصر حکمت و دانائی اور وہ تجربات ہیں،جو نسل در نسل ایک سے دوسرے کو منتقل ہوئے ہیں۔

2۔کہاوت اور محاورے کے مابین دوسرا اہم مشترکہ عنصر ان دونوں کے الفاظ کا لغوی نہ ہو کر اصطلاحی و مجازی محل استعمال ہے۔یعنی خواہ وہ کہاوت ہو یا محاورہ دونوں کے الفاظ سے جو معنی مراد لیے جاتے ہیں وہ اصطلاحی و مجازی معنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی یا حقیقی معنی۔مثال کے طور پر اگر ہم کہیں کہ ''جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں''تو یہاں ان الفاظ کے لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی معنی مطلوب ہیں یعنی جو لوگ زیادہ باتیں کرتے ہیں وہ عملی اعتبار سے اکثر و بیشتر ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔

3۔کہاوت اور محاورے دونوں کا استعمال عام طور پر ایک بڑے وسیع تجربے سے لوگوں کو روشناس وواقف کرانے کے لیے کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی ان کی حیثیت ایک قسم کے تلقین و تنبیہہ آمیز کلمات کی بھی ہے۔چونکہ ان دونوں کا عام تعلق تجربے و مشاہدے سے ہے۔اسی لیے نئی نسل کے بجائے پرانی نسل ان کا استعمال دوران گفتگو یا تحریر زیادہ کرتی ہے۔

4۔ کہاوت اور محاورے میں ایک اور قدر مشترک یہ پائی جاتی ہے کہ دونوں کے پس منظر میں اکثر وبیشتر کوئی نہ کوئی تاریخی یافرضی حکایت یا کوئی رسم نیز دیگر کوئی تہذیبی قدر موجود ہوتی ہے۔ کہاوت ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' اور محاورہ'' بیڑا اٹھانا'' دونوں کے پس منظر میں تاریخی واقعہ یا رسم قدیم ہے۔ ''گھر کا بھیدی'' سے مراد لنکا کے راجا راون کا بھائی وبھیشن ہے جو رام چندر جی سے مل گیا اور اس کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں رام چندر جی کی فوج نے بہ آسانی لنکا فتح کرلی۔ ''بیڑا اٹھانا'' سے مراد ماضی کی ایک راجپوتی رسم ہے جب پان کا بیڑا اٹھانے کا مطلب کسی انتہائی دشوار گزار جنگی مہم کی ذمہ داری قبول کرلینا ہوتا تھا۔

(ب)افتراقات

کہاوت اور محاورے کے درمیان پائے جانے والے ان مشترکہ عناصر سے قطع نظر دونوں کے درمیان جو فرق ہے اسے سمجھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اگر ہم اس فرق کو ذہن میں نہیں رکھیں گے تو محاورے اور کہاوت کے مابین خلط مبحث کا پیدا ہونا یقینی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔

1۔ کہاوت ایک مکمل جملے کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ محاورہ محض الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے جو عام طور پر علامت مصدر ''نا'' پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے

(الف) ''سو سنار کی ایک لوہار کی'' (کہاوت) (ب) '' پھوٹ پھوٹ کر رونا'' (محاورہ)

2۔ کہاوت بغیر کسی تبدیلی کے جملے کا جزو بن جاتی ہے جب کہ محاورے میں فعل کی صورت زمانہ وفرد کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ جیسے

(الف) ناچ نہ آوے آنگن ٹیڑھا: (کہاوت) ''تم ہمیشہ اپنی غلطیوں کے لیے دوسروں کو الزام دیتے ہو، یہ تو وہی مثل ہوئی ناچ نہ آوے آنگن ٹیڑھا۔

(ب) آنکھیں دکھانا: (محاورہ) '' کبھی بیٹے کو آنکھیں بھی دکھایا کرو اس قدر لاڈ پیار اسے بگاڑ کر رکھ دے گا۔

آپ نے دیکھا کہ کہاوت جملے کا جزو اپنی مکمل صورت میں بنی جب کہ محاورے میں زمانہ وفرد کے لحاظ سے تبدیلی واقع ہوگئی۔

3۔ کہاوت کے معنی امکانی وقیاسی ہوسکتے ہیں یعنی ان کے لغوی مفہوم کا امکان بھی ہے اور ان کے حقیقی ہونے پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ''سو سنار کی ایک لوہار کی'' یا '' اونچی دکان پھیکا پکوان'' لیکن ''پھوٹ پھوٹ کر رونا'' اور شرم سے پانی پانی ہوجانا'' کے ہر حال میں مجازی واصطلاحی معنی ہی مراد لیے جاسکتے ہیں، حقیقی نہیں۔

4۔ کہاوت یا ضرب المثل دراصل ایک جملہ تامہ ہے۔ جو اپنے مکمل مفہوم کے لیے کسی دوسرے جملے یا عبارت کی محتاج نہیں جب کہ محاورہ ایک غیر جملہ تامہ کی حیثیت رکھتا ہے جو کسی دوسری عبارت کے بغیر اپنا مفہوم ادا نہیں کرسکتا۔

کسی بھی زبان میں محاوروں کے استعمال کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ کم سے کم الفاظ میں بڑی سے بڑی بات کہہ دی جاتی ہے۔ لفظوں کے لغوی معنی ہمیشہ محدود ہوتے ہیں جب کہ مجازی معنوں میں ایک جہان معانی پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہاوت یا ضرب الامثال کی طرح محاورے بھی بے حد اہم ہیں۔

8.5 سابقے لاحقے

سابقے اور لاحقے وہ الفاظ ہیں جو کسی لفظ کے پہلے یا بعد میں آ کر اس کے معنی بدل دیتے ہیں۔ پہلے آنے والے لفظ کو "سابقہ" (Prefix) اور بعد میں آنے والے لفظ کو "لاحقہ" (Suffix) کہا جاتا ہے۔

مثلاً 1۔ بے اختیار (یہاں "بے" سابقہ ہے)

2۔ چال باز (یہاں "باز" لاحقہ ہے)۔

سابقے کی چند مثالیں:

1۔ با--------------- باادب۔ باملاحظہ۔ باشعور۔ باذوق۔ باوفا۔ بااخلاق۔ باوثوق۔ باخبر۔ بااختیار۔ بااصول

2۔ بد--------------- بدنام۔ بدنما۔ بدکردار۔ بدمزاج۔ بدزبان۔ بدفطرت۔ بدنظر۔ بدکار۔ بدذوق۔ بدسلیقہ۔ بدتمیز

3۔ بے--------------- بے کار۔ بے وجہ۔ بے شعور۔ بے مثل۔ بے لاگ۔ بے پرواہ۔ بے خبر۔ بے ہنر۔ بے زبان

4۔ پُر--------------- پرمغز۔ پراسرار۔ پرشکوہ۔ پرتکلف۔ پربہار۔ پرخلوص۔ پرجوش۔ پرسکون۔ پرنم۔ پردرد

5۔ پس--------------- پس پردہ۔ پس منظر۔ پس ماندہ۔ پس انداز۔ پس پشت۔ پس مرگ

لاحقے کی چند مثالیں:

1۔ باز--------------- چال باز۔ دھوکے باز۔ دغاباز۔ جاں باز۔ پتنگ باز۔ نشانے باز۔ خلاباز۔ ہواباز۔ نشہ باز۔ آتش باز

2۔ پسند--------------- خودپسند۔ دل پسند۔ من پسند۔ ترقی پسند۔ شہرت پسند۔ حقیقت پسند۔ شر پسند۔ اناپسند۔ عدل پسند

3۔ پوش--------------- میزپوش۔ نقاب پوش۔ پاپوش۔ پلنگ پوش۔ سرپوش۔ خوان پوش۔ تخت پوش۔ سیاہ پوش۔ عیب پوش

4۔ خانہ--------------- صاحب خانہ۔ دیوان خانہ۔ زنان خانہ۔ ڈاک خانہ۔ شراب خانہ۔ اہل خانہ۔ دواخانہ۔ کبوتر خانہ

5۔ دار--------------- جان دار۔ سمجھ دار۔ تختہ دار۔ ساجھے دار۔ تحصیل دار۔ تھانے دار۔ دوکان دار۔ کرایہ دار۔ رشتے دار

8.6 مترادف اور متضاد الفاظ

معانی کے اعتبار سے الفاظ کو دواہم زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے "مترادف" اور "متضاد"۔ ذیل میں ہم الفاظ کی انہی دواقسام پر گفتگو کریں گے۔

8.6.1 مترادف الفاظ:

یکساں معانی کے حامل الفاظ کو مترادف الفاظ کہا جاتا ہے مثلاً نشیمن اور آشیانہ، صدق اور سچ، فریب اور دھوکا، فرقت اور جدائی، تمیز اور سلیقہ، ڈر اور خوف وغیرہ۔ آپ نے محسوس کیا کہ مترادف الفاظ کے ان جوڑوں میں نشیمن اور آشیانہ دونوں فارسی زبان کے الفاظ ہیں اور باہم مترادف ہیں کیونکہ دونوں کے لغوی معانی گھونسلے کے ہیں، لیکن ان کے عام مجازی معانی گھر یا رہائش گاہ کے ہیں۔ صدق

اور سچ میں صدق عربی زبان کا لفظ ہے اور سچ ہندی الاصل لفظ ہے، جو سنسکرت زبان کے لفظ "ستیہ "کا" تد بھو" یعنی بگڑی ہوئی شکل ہے، لیکن معانی دونوں کے یکساں ہیں۔ فریب اور دھوکا میں فریب فارسی کا اور دھوکا ہندی زبان کا لفظ ہے۔ اسی طرح لفظ فرقت کی اصل عربی ہے اور جدائی فارسی الاصل ہے اور یہ دونوں الفاظ بھی ہم معانی ہیں۔ تمیز اور سلیقہ دونوں الفاظ عربی الاصل ہیں اور اردو میں مترادف الفاظ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ڈر اور خوف کا بھی یہی معاملہ ہے، ڈر ہندی لفظ ہے اور خوف عربی ۔

8.6.2 متضاد الفاظ:

متضاد الفاظ انہیں کہتے ہیں جو معانی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے " آگ اور پانی"، "رات اور دن"، "اچھا اور بُرا" وغیرہ۔ انگریزی میں ایک دوسرے کے متضاد الفاظ کو (Antonyms) کہا جاتا ہے:

> "A word that expresses a meaning opposed to the meaning of another word, in which case the two words are antonyms of each other ",
>
> ترجمہ : "متضاد لفظ وہ ہے جو ایک دوسرے لفظ کے مفہوم کے برعکس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسی صورت میں دونوں الفاظ ایک دوسرے کے متضاد الفاظ قرار پائیں گے۔"

ذیل میں ایسے ہی کچھ متضاد الفاظ دیے جارہے ہیں:

1۔ کالا-سفید، 2۔ اچھا-برا، 3۔ اونچا-نیچا، 4۔ امیر-غریب، 5۔ عالم-جاہل، 6۔ گناہ-ثواب

ان تمام مثالوں میں پہلا لفظ دوسرے کا اور دوسرا لفظ پہلے لفظ کا متضاد لفظ ہے۔

8.7 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- محاوروں کی لسانی، تہذیبی اور اسلوبی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت ہے۔
- کہاوتوں کی حیثیت زبان میں وہی ہے جو کھانے میں نمک کی ہوتی ہے۔
- کہاوت ہو یا محاورہ دونوں کے الفاظ سے جو معنی مراد لیے جاتے ہیں وہ اصطلاحی و مجازی معنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی یا حقیقی معنی۔
- کہاوت اور محاورے دونوں کے پس منظر میں اکثر و بیشتر کوئی نہ کوئی تاریخی یا فرضی حکایت یا کوئی رسم نیز دیگر کوئی تہذیبی قدر موجود ہوتی ہے۔
- کہاوت ایک مکمل جملے کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ محاورہ محض الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے، جو عام طور پر علامت مصدر "نا" پر ختم ہوتا ہے۔
- کہاوت بغیر کسی تبدیلی کے جملے کا جزو بن جاتی ہے جب کہ محاورے میں فعل کی صورت زمانہ و فرد کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔

- محاوروں کی پہلی قسم وہ ہے جب ان میں آنے والا اسم یعنی نام مجازی معنوں میں استعمال ہو۔
- محاوروں کی دوسری قسم وہ ہے جب مصادر اور ان کے مشتقات مجازی معنوں میں استعمال ہوں۔
- محاوروں کی تیسری قسم وہ ہے جب اسم اور فعل دونوں کے حقیقی اور لغوی معنی ممکن تو ہوں، لیکن دونوں سے مراد ان کے مجازی معنی ہی لیے جائیں۔
- کہاوت کا ایک اہم وصف "اختصار" ہے یعنی کہاوت مختصر ہوتی ہے، کوئی بھی کہاوت محض ایک یا دو جملوں پر مشتمل ہوتی ہے۔
- کہاوتوں کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ 1۔ ادبی کہاوتیں، 2۔ غیر ادبی یا روایتی کہاوتیں۔
- اردو میں ادبی کہاوتوں کی مثالیں اشعار کے ان مصرعوں سے دی جاسکتی ہیں جو اپنی مقبولیت اور قبول عام کے باعث زبان زد عام وخاص ہو گئے ہیں۔
- غیر ادبی یا روایتی کہاوتیں مختلف تاریخی واقعات، اساطیر، دیومالائی تصورات اور صدیوں کے انسانی تجربات کا نتیجہ ہوتی ہیں۔
- ہر کہاوت اپنے پس منظر میں ماضی کے کسی واقعے، حادثے، تاریخی یا نیم تاریخی قصے یا خیالی حکایتوں کو لیے ہوئے ہوتی ہے۔
- کہاوتیں قدیم زبان کے نمونوں کو بہ حفاظت نئی نسل تک پہنچاتی رہتی ہیں۔
- سابقوں ولاحقوں کا نظام زبان کو اختصار بخشتا ہے۔ ان کے استعمال سے کلام میں حسن بھی پیدا ہو جاتا ہے۔
- سابقے اور لاحقے وہ الفاظ ہیں جو کسی لفظ کے پہلے یا بعد میں آکر اس کے معنی بدل دیتے ہیں۔
- پہلے آنے والے لفظ کو "سابقہ " (Prefix) اور بعد میں آنے والے لفظ کو "لاحقہ " (Suffix) کہا جاتا ہے۔
- مترادفات اور متضاد الفاظ سے واقفیت ہمیں عجز بیان کا شکار نہیں ہونے دیتی۔
- یکساں معانی کے حامل الفاظ کو مترادف الفاظ کہا جاتا ہے مثلاً نشیمن اور آشیانہ، صدق اور سچ وغیرہ۔
- متضاد الفاظ انہیں کہتے ہیں جو معانی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے "آگ اور پانی"، "رات اور دن" وغیرہ

8.8 مشکل الفاظ

تدریس	پڑھانا	Teaching / Instruction
متضاد	ایک دوسرے کے برعکس	Opposite / Contradictory
مترادف	ہم معنی	Synonym
مختص	مخصوص	Specific / Assigned
متجاوز	حد سے بڑھنے والا	Transgressing / Exceeding
تامہ	مکمل	Complete / Whole
مشتقاق	ماخوذ، لیا گیا	Derived / Taken / Derived forms

Control / Possession / Action	قبضہ، تبدیلی	تصرف
Compound / Mixture	مجموعہ	مرکب
Fiery / Combustible	جلانے والا	آتشیں
Distant / Far	دور	بعید
Estimation / Assumption	اندازہ	قیاس
Food / Meal	کھانا	طعام
Delivery / Sending	پہنچانا	ترسیل
Contents / Included items	شامل کی گئی چیزیں	مشمولات
Desired / Sought after	جس کی طلب ہو	مطلوب
Apparent / Formal / External	ظاہری	صوری
Appreciated / Recommended	پسندیدہ	مستحسن
Capability / Competence	صلاحیت	استعداد
Method / Way / Evidence	طریقہ	قرینہ
Figurative / Unreal	معنی	لفظ
Wisdom / Intelligence	جو حقیقی نہ ہو	مجازی
Between / Among	عقل مندی	دانائی
Warning / Admonition	درمیان، دو کے بیچ	مابین
Battle / Combat	سرزنش، دھمکی	تنبیہہ
Interpretation / Explanation	کلیت کا حامل، مکمل	تامہ
Meaning Creation	جنگ، لڑائی	رزم
In use / Used	تشریح، تفصیل، صراحت	تفسیر
Sayings / Statements of elders	معنی پیدا کرنا	معنی آفرینی
Derived / Taken	جو استعمال میں ہو	مستعمل
Inevitable / Unavoidable	بزرگوں کے اقوال	ملفوظات
Decorated / Adorned	اخذ کیا گیا، لیا گیا	ماخوذ

ناگزیر	جس سے بچا نہ جا سکے	Persianized / Mixed with Persian
مزین	آراستہ، سجا ہوا	Abandoned / Obsolete
مفرس	فارسی آمیز	Of Hindi origin
متروک	جسے ترک کیا گیا	Bowed / Downcast
ہندی الاصل	جس کی اصل ہندی ہو	Ancients / Elders
نگوں	جھکا ہوا	Individual / Personal
قدما	قدیم کی جمع، پرانے لوگ	Collective / Social / Group
انفرادی	شخصی	Individual / Personal
اجتماعی	جمع ہو کر، مجموعی طور پر	Collective / Social / Group

8.9 نمونہ امتحانی سوالات

8.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

(1) محاورہ کس زبان کا لفظ ہے؟

(a) عربی (b) فارسی (c) اردو (d) ہندی

(2) ایک تیر سے دو شکار کرنا کیا کہلاتا ہے؟

(a) کہاوت (b) محاورہ (c) ضرب المثل (d) سابقہ

(3) محاوروں کی کتنی قسمیں بیان کی جاتی ہیں؟

(a) آٹھ (b) تین (c) پانچ (d) چار

(4) کہاوت کس زبان سے اردو میں آئی؟

(a) فارسی (b) عربی (c) ترکی (d) ہندی

(5) جو الفاظ کسی لفظ کے پہلے آئے، اسے کیا کہتے ہیں؟

(a) حرف ندا (b) سابقہ (c) لاحقہ (d) حرف تحسین

8.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ”ایک تیر سے دو شکار کرنا“ اس محاورے کے معنی بیان کیجیے۔

2۔ محاورے کے لیے متعین کسی ایک شرط کا ذکر کیجیے۔

3۔ "حیوانی محاوروں" سے کیا مراد ہے؟ واضح کیجیے۔

4۔ "مانک ہندی کوش" میں کہاوت کی کیا تعریف بیان کی گئی ہے؟

5۔ ادبی کہاوت کی کوئی ایک مثال پیش کیجیے۔

8.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ کہاوت کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی مختلف اقسام کا ذکر کیجیے۔

2۔ سابقے اور لاحقے سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ تفصیل سے بیان کیجیے۔

3۔ کہاوت اور محاورے کے مماثلات وافتراقات پر ایک مضمون تحریر کیجیے۔

89.1 کے جوابات:

(i) A   (ii) B   (iii) B   (iv) D   (v)B

بلاک III

اکائی 9: خطوط نویسی

اکائی کے اجزا

9.0 تمہید

9.1 مقاصد

9.2 خط کی تعریف

9.3 خط کے اجزا

9.4 خطوط کی قسمیں

9.5 خطوط نویسی کے اصول

9.6 خطوط کے نمونے

9.7 اکتسابی نتائج

9.8 مشکل الفاظ

9.9 مشقیں

9.10 نمونہ امتحانی سوالات

9.0 تمہید

پچھلے بلاک کی اکائیوں میں آپ نے "حروف، جنس اور تعداد، جملے کی قسموں اور محاورے، کہاوتیں، مترادف الفاظ، متضاد الفاظ، سابقے اور لاحقے" کے بارے میں پڑھا۔ اس بلاک میں آپ "خطوط نویسی، درخواست نویسی، مضمون نویسی اور انشا پردازی" کے بارے میں پڑھیں گے۔ عام طور سے اُردو اصناف نثر کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (1) افسانوی ادب (2) غیر افسانوی ادب۔ افسانوی نثر میں داستان، ناول، افسانہ شامل ہیں اور غیر افسانوی نثر میں سوانح نگاری، خود نوشت سوانح، خاکے، انشائیے، مکتوب نگاری، درخواست نویسی، مضمون نگاری، سفر نامے اور رپور تاژ شامل ہیں۔ خطوط نویسی یا مکتوب نگاری کا تعلق بھی اُردو نثر کے غیر افسانوی ادب سے ہے۔ اس اکائی میں ہم خط کی تعریف، اس کے اجزا، قسموں اور اصول کے بارے میں بارے میں گفتگو کریں گے۔

9.1 مقاصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- خط کسے کہا جاتا ہے۔اس کے بارے میں جان سکیں۔
- خطوط نویسی کے اجزا کو بیان کر سکیں۔
- خط کی قسموں کا مطالعہ کر سکیں۔
- خطوط نویسی کے اصول سے واقف ہو جائیں۔

9.2 خط کی تعریف

''خط''(Letter) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ''لکیر''، ''سطر'' یا تحریر کے ہیں۔ مگر وقت کے گزرنے کے ساتھ لفظ ''خط'' کے معنی و مفہوم میں بھی تبدیلی آئی اور یہ لفظ مکتوب یا ''نامہ'' کے معنی میں بھی مستعمل ہونے لگا۔

خط ایک تحریری ملاقات ہے۔ جو بات بلا فاصلے کے کہی جائے اسے گفتگو اور ملاقات کہتے ہیں۔ اور جو بات فاصلے کی وجہ سے لکھ کر کی جائے، خط کہلاتی ہے اسی لیے خط کو نصف ملاقات بھی کہتے ہیں۔ خط یا مکتوب دراصل دو افراد کے درمیان اپنے خیالات کو پہنچانے کا ایک وسیلہ ہے۔ جس میں ایک شخص کسی دوسرے شخص کو اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔ جو خط لکھتا ہے اسے مکتوب نگار اور جس کو خط لکھا جاتا ہے اسے مکتوب الیہ کہتے ہیں۔

خطوط عموماً صیغۂ واحد متکلم میں لکھے جاتے ہیں۔ ان میں روز مرہ کی چھوٹی باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے' جن کا تعلق مکتوب نگار یا مکتوب الیہ کی ذات سے ہوتا ہے۔ خطوط میں ضروری نہیں ہے کہ ہر بات مربوط اور منظم ہو بلکہ کبھی کبھی بے ربطی اور منتشر خیالی بھی پائی جاتی ہے۔ انسان کی ذاتی زندگی کے ساتھ ساتھ کاروباری اور دفتری زندگی میں خط نویسی کی بڑی اہمیت ہے۔ انسان اپنے عزیزوں تک اپنی بات پہنچانے کے لیے خط ہی کا سہارا لیتا تھا۔ اسی طرح سرکاری اور غیر سرکاری دفتروں میں تمام معاملات خطوط کے ذریعہ ہی انجام پاتے تھے۔

9.3 خط کے اجزا

خط کے درج ذیل اجزا ہوتے ہیں۔

(1) مکتوب الیہ کا نام اور پتہ (2) تاریخ تحریر (3) القاب، آداب (4) نفسِ مضمون

(5) خاتمہ (6) دستخط (7) مکتوب نویس کا نام اور پتہ

(1) مکتوب الیہ کا نام اور پتہ: خط کے دائیں طرف اوپر کونے میں مکتوب الیہ کا نام اور پتہ لکھا جاتا ہے۔ جیسے:

ڈاکٹر حامد خاں

مکان نمبر 14، روڈ نمبر 5، علی گڑھ

(2) تاریخِ تحریر: خط میں دائیں طرف اوپر کے حصے میں نام اور پتے کے نیچے تاریخ لکھی جاتی ہے۔ جیسے

بتاریخ 24 مارچ 2025

(3) القاب، آداب: جب کسی دوسرے شخص کو خط لکھا جاتا ہے تو مکتوب الیہ کو کسی نہ کسی القاب و آداب سے مخاطب کرتے ہیں۔ یہ بات بھی ضرور یاد رکھنے کی ہے کہ القاب کا استعمال دوستوں اور ہم عصروں کے لیے الگ اور گھر خاندان کے بزرگوں کے لیے الگ ہوتا ہے۔ جیسے جناب والد صاحب، محترم نانا جان، قبلہ و کعبہ، پیارے جاوید وغیرہ

اوپر دیے گئے الفاظ "جناب والد صاحب، محترم نانا جان، نانی جان، قبلہ و کعبہ "القاب کی مختلف شکلیں ہیں۔ جن کا استعمال مکتوب الیہ کے مرتبے اور مقام کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔

(4) نفسِ مضمون: القاب و آداب کے بعد عرض مدعا کی باری آتی ہے۔ انسان خط کے ذریعہ جو پیغام، ضرورت یا خواہش بیان کرتا ہے وہی نفس مضمون کہلاتا ہے۔ جیسے

"پیارے حامد

خوش رہو۔ سلامت رہو۔

میں یہاں خیریت سے ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ تم بھی بخیر و عافیت ہوگے۔ ضروری عرض یہ ہے

کہ میں نے تمہارے امتحان کی فیس جمع کر دی ہے۔ معلوم کر کے مجھے خبر کرنا۔"

اگر آپ کسی کو پہلی بار خط لکھ رہے ہیں تو عرض مدعا کا مختصر ذکر پہلے ہی پیراگراف میں کر دیں۔ تاکہ نفس مضمون سمجھنے میں آسانی ہو۔ اسی طرح اگر خط و کتابت پہلے سے ہو رہی ہے تو پچھلے خط کا حوالہ ضرور دیں۔ تاکہ عرض مدعا سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ جیسے "آپ نے 15 / دسمبر 1995 کو جو خط لکھا تھا۔ اس میں اس امر کے بارے میں بات کی تھی۔

(5) خاتمہ: جب خط مکمل ہو جائے تو آخر میں دعائیہ یا اختتامی جملہ لکھیں۔ یہ جملے دائیں حصے میں نہ لکھ کر بائیں حصہ میں لکھے جاتے ہیں۔ اور یہ الفاظ نئی سطر میں لکھے جانے چاہیے۔ اختتامی یا دعائیہ کلمات کو تعلقات کی نوعیت سے لکھنا زیادہ مناسب ہے۔ جیسے

- ✓ والدین یا بزرگ کو لکھتے وقت — "دعاؤں کا طالب"
- ✓ استاد کو لکھتے وقت — "آپ کا خادم یا شاگرد"
- ✓ دوست کو لکھتے وقت — "تمہارا دوست"
- ✓ اپنے چھوٹوں کو لکھتے وقت — "خیر خواہ / دعا گو"
- ✓ دعوت نامے پر لکھتے وقت — "آپ کا منتظر"

اسی طرح اختتامی کلمات لکھتے وقت کچھ رسمی کلمات بھی ادا کیے جاتے ہیں جیسے:

- ✓ آپ کے جواب کا منتظر

- ✓ باقی باتیں ملاقات ہونے پر
- ✓ آپ کی عنایت کا شکریہ
- ✓ شکریہ کے ساتھ

(6) دستخط: خط کے خاتمہ پر دستخط یا نام لکھا جاتا ہے جیسے:

- ✓ آپ کا دوست سنیل کمار
- ✓ آپ کا شاگرد رئیس احمد
- ✓ آپ کی بیٹی مریم
- ✓ آپ کا بیٹا فرحان

(7) مکتوب نویس کا نام اور پتہ: خط کے آخر میں دستخط کے بعد خط لکھنے والا اپنا نام اور مکمل پتا تحریر کرتا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ خط کس نے لکھا ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں دی جا رہی ہیں۔ جیسے

(1) ڈاکٹر محمد ادیب

79، چوڑی والی گلی، گول دروازہ، چوک لکھنؤ

پن کوڈ: 226003

(2) خالد ظفر

فلیٹ نمبر 402، حسینی گلی، ریتی باؤلی، مہدی پٹنم، حیدر آباد

پن کوڈ: 500019

9.4 خطوط کی قسمیں

عام طور سے خطوط کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ (1) ذاتی خطوط (2) تجارتی خطوط (3) دفتری خطوط

(1) ذاتی خطوط: ذاتی خطوط سے مراد وہ خطوط ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنے دوستوں، عزیزوں، رشتہ داروں، بھائی، بہن، ماں، باپ اور جاننے والوں کو لکھتے ہیں۔ اس خط میں ہم اپنے احساسات و جذبات کا بیان کرتے ہیں۔ اپنی ضرورتوں کو بیان کرتے ہیں۔ کسی اہم مسئلے پر مشورہ کرتے ہیں۔ اپنی خوشی یا غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنی خیریت بتاتے ہیں اور ان کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔

ذاتی خطوط ہم اپنے ایسے رشتہ داروں یا عزیز و اقارب کو لکھتے ہیں جن سے ہمارا قریبی اور بے تکلفانہ رشتہ ہوتا ہے اسی لیے ایسے خطوط میں تمام القاب و آداب آپسی تعلقات والے لکھے جاتے ہیں۔ جیسے:

- ✓ میرے پیارے والد السلام علیکم
- ✓ دل سے عزیز دوست آداب

✓ جانِ پدر　　　بیٹے　　　جیو / سلامت رہو

✓ محترم　　　استاد　　　تسلیم و نیاز

اسی طرح خط کے اختتام پر کلمات بھی اسی نوعیت کے ادا کیے جاتے ہیں جیسے:

✓ آپ کا بیٹا　　　جاوید

✓ آپ کا شاگرد / خادم　　　اسلم

✓ آپ کا چھوٹا بھائی　　　سنیل

✓ تمہارا خیر خواہ　　　کمار ساحل

✓ تمہارا مخلص / خیر خواہ　　　رفیق احمد

(2) تجارتی خطوط: تجارتی خط سے مراد وہ خطوط ہوتے ہیں جو کاروبار اور تجارت کے حوالے سے لکھے جائیں۔ان خطوط کا تجارت کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ لہٰذا تجارتی خطوط لکھتے وقت یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ یہ خطوط عبارت کے حوالے سے درست، دلکش اور جاذب ہوں۔ان میں کسی چیز کے متعلق قرارداد، خرید و فروخت، اطلاع دینا، کسی چیز کا طلب کرنا جیسے موضوعات کو بیان جاتا ہے۔ تجارتی خطوط کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ مختلف اداروں اور کمپنیوں کے خط لکھنے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ان کا انداز لین دین کی نوعیت پر منحصر ہوتا ہے، لیکن عام طور سے تجارتی خط کی طرز وہی ہوتی ہے جو عمومی ہیں اور معیاری قرار پاچکی ہے۔ تجارتی / کاروباری خطوط درج ذیل حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

1. **سرنامہ** :　کاروباری اداروں میں سرنامہ / لیٹر پیڈ عام طور پر چھپا ہوا ہوتا ہے۔ جس میں کمپنی یا ادارہ کا نام و پتہ، تجارت کی نوعیت اور قسم، ٹیلی فون نمبر، فیکس نمبر، ٹیلی گرام کا پتہ، ای میل وغیرہ درج ہوتا ہے۔
2. حوالہ :　جس میں دفتر میں موجود رجسٹر میں خط کا اندراج کیا جاتا ہے اور اسے ایک نمبر دیا جاتا ہے۔ جوابی خط میں اسی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔
3. خط پر لکھا جاتا ہے جیسے "حوالہ نمبر 112/RM/2025
4. تاریخ :　خط کس تاریخ میں لکھا گیا ہے اس کو لکھا جاتا ہے جیسے "مورخہ 20 جنوری 2015"
5. مکتوب الیہ کا پتہ :　جس کے نام خط لکھا جا رہا ہے اس کا پورا نام اور پتہ درج کیا جاتا ہے۔ جیسے "جناب رام لعل یادو، منیجر بامبے مرکنٹائل بینک، حضرت گنج لکھنؤ"
6. موضوع :　پیش کش برائے ایجنسی
7. القاب :　مکرمی، محترم، جناب

8. عرض مدعا: اس حصے میں اصل بات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے اگر آپ کسی تجارتی معاملات میں کسی دفتر یا کمپنی سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو لکھیں گے " آج کے اخبار "سہارا اردو" میں آپ کے دفتر کا ایک اشتہار شراکت داری کے ضمن میں پڑھا۔ میں نے تمام اصول وضوابط کو پڑھ لیا ہے۔ شرائط کو قبول کرتے ہوئے میں آپ کے ساتھ شراکت داری کے لیے آپ کی کمپنی / دفتر کو خط ارسال کر رہا ہوں۔"

9. اختتامیہ : خط کا اختتام دعائیہ کلمات پر کیا جاتا ہے جیسے " آپ کی بڑی مہربانی ہو گی "خدا آپ کو سلامت رکھے" وغیرہ۔

10. دستخط مع عہدہ: دعائیہ کلمات کے بعد اپنا نام مع عہدہ تحریر کر دیں۔

11. حوالہ جاتی اختصارات: مختصر طور پر اپنے کام کی نوعیت کو بیان کر دیں۔

12. منسلکات: اس حصے میں ضروری کاغذات کو ثبوت کے طور پر درج کر دیں۔

13. نقل : تمام منسلکات کی نقل فراہم کر دیں۔

(3) دفتری خطوط: دنیا کے تمام ملکوں میں مرکزی حکومت ہو یا ریاستی حکومت، خود مختار ادارے اور عوامی ادارے موجود ہوتے ہیں جو عوام کی خدمت کرتے ہیں۔ خدمات کی انجام دہی میں خط و کتابت کو ایک اہم اور ضروری وسیلہ شمار کیا جاتا ہے۔ خط و کتابت کی ضرورت ایک ملک کو دوسرے ملک سے، ایک حکومت کو دوسری حکومت سے، مرکزی حکومت کو ریاستی حکومتوں سے، مختلف اداروں اور ایجنسیوں کو ایک دوسرے کے درمیان رابطہ کرنے اور معاملات کا حل تلاش کرنے کے لیے پڑتی ہے۔

جب خط و کتابت حکومتی سطح پر ہوتی ہے تو اسے "سرکاری مراسلت" کہتے ہیں۔ سرکاری خطوط کی درج ذیل قسمیں ہوتیں ہیں۔

1. سرکاری خط
2. نیم سرکاری خط
3. دفتری یادداشت
4. یو۔او۔نوٹ (غیر سرکاری نوٹ)
5. آفس آرڈر
6. نوٹی فیکیشن (قرارداد)
7. انڈورسمنٹ
8. پریس نوٹ

9.5 خطوط نویسی کے اصول

خط لکھنے کے لیے کچھ مخصوص اصول اور اجزا کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے، جن کے ذریعے خط کا خاکہ ترتیب دیا جاتا ہے۔

1- خط کے شروع میں مکتوب الیہ کو اس کے مرتبے اور اس سے ذاتی تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے مخاطب کیا جائے۔

2-القاب و آداب مختصر ہوں اور رسمی طور پر اپنی خیریت کی اطلاع دینے اور مکتوب الیہ کی خیریت طلبی سے گریز کیا جائے۔

3-اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ تحریر میں باہمی گفتگو اور مکالمے کا انداز پیدا ہو۔

4-خط میں جو بھی باتیں بیان کرنی ہوں انھیں سلیقے سے ترتیب دیا جائے۔

5-الفاظ اور عبارت پیچیدہ نہ ہو جس سے مطلب سمجھنے میں مشکل ہو۔

6-زبان کی صحت اور خوبی کا خیال رکھیں۔ ایک ہی لفظ کو بار بار نہ دہرائیں۔ بے جا طوالت سے بچنا چاہیے۔

7-مخاطبت کے علاوہ عبارت میں بھی مکتوب الیہ کے مرتبے کا خیال رکھا جائے۔

9.6 خطوط کے نمونے

جیسا کہ اس اکائی میں آپ کو بتایا گیا کہ عام طور پر خطوط تین طرح کے ہوتے ہیں۔(1) ذاتی خطوط (2) تجارتی خطوط (3) دفتری خطوط۔ آیئے اب ان خطوط کو مثالوں کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(1) ذاتی خطوط:

(1)

دوست کے تقرر پر مبارک باد کا خط

محلہ رستم نگر، علی گڑھ

12 فروری 2015

جان سے پیارے عزیز دوست

دعائیں اور نیک خواہشات

کل تمہارا خط ملا۔ جس میں تم نے اپنی تقرری کا ذکر کیا۔ پڑھ کر میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ بالآخر قسمت نے وہ دن دکھایا کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ تمہیں ہمیشہ خوش و سلامت رکھے۔

تمہارا اپنا دوست

توصیف عالم

(2)

والد صاحب کے نام خط

روم نمبر 18، پریم چند ہاسٹل

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدر آباد۔32

مورخہ 18 دسمبر 2010

محترم والد صاحب

السلام علیکم

میں خیریت سے ہوں۔ آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر تمام لوگوں کی خیریت سے باخبر ہوا۔ آپ کی خوشی کے لیے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا سلیکشن یونیورسٹی کی کرکٹ ٹیم میں ہو گیا ہے۔ ہمارا پہلا میچ ہماچل یونیورسٹی کی ٹیم سے پڑا ہے۔ دعا کیجیے کہ ہماری ٹیم کو کامیابی نصیب ہو۔

خدا سے آپ کی صحت و سلامتی کے لیے ہمیشہ دعا گو ہوں۔ اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر باقی رکھے۔ والدہ کو بھی سلام کہیے گا۔

خدا حافظ

آپ کا فرماں بردار بیٹا

عدیل رضا

(3)

استاد کی خدمت میں شاگرد کا خط

مکان نمبر۔225

گلشن کالونی، دارا نگر

تلک پوری، بنارس۔260025

محترم استاد ذی قدر

آداب و تسلیم

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کا محبت اور شفقتوں بھرا خط ملا۔ پڑھ کر دلی مسرت ہوئی۔ پچھلے مہینے ششماہی رسالہ "نیا رنگ" میں "تعلیم کا گرتا معیار اور ہماری اخلاقی ذمہ

داریاں" کے عنوان سے آپ کے مضمون کا مطالعہ کیا۔ جس میں نہایت سلیس اور سادہ زبان میں آپ نے تعلیم کے تئیں اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ معلومات میں اضافہ ہوا۔ اگر آپ کی گزارشات پر ہم جیسے طلبا توجہ دیں تو تعلیم کے مسائل کو حتی الامکان حل کیا جاسکتا ہے۔

آپ کا پڑھایا ہوا سبق آج بھی ہماری ہدایت کرتا ہے۔ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آج کل قرۃ العین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" مطالعہ کر رہا ہوں۔ دعا کیجیے کچھ زبان و ادب کی خدمت کر سکوں۔

خداوند عالم آپ کا سایہ تادیر باقی رکھے۔ آپ کی ہدایات سے مستفید ہوتے رہیں۔

آپ کا ادنیٰ طالب علم

محمد عدنان

(2) تجارتی خطوط:

(1)

ٹیلی فون نمبر۔0522262600	فیکس نمبر	0522242709
ٹیلی گرام۔ عظمت گڑھ، بہادر گنج	سیل ٹیکس نمبر	0000000000

خان الیکٹرک ورکس

عظمت گڑھ، بہادر گڑھ

حوالہ نمبر۔10/(18)/3 مورخہ اپریل 2019

بخدمت جناب منیجر صاحب

بجاج کمپنی عالم باغ لکھنؤ

آداب

موضوع: پیش کش برائے ایجنسی

آپ کی کمپنی کا اشتہار روزنامہ "آگ" مورخہ 30 مارچ 2019 میں پڑھا۔ میں نے اشتہار میں دی گئی شرائط کو اچھی طرح سے پڑھ لیا ہے۔ میں ان شرائط کو قبول کرتے ہوئے آپ کی کمپنی سے معاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس سلسلے میں اپنا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے یہ عرض ہے کہ میری عظمت گڑھ میں خان الیکٹرک نام سے دوکان ہے۔ جس میں بجلی کے تمام سامان بیچے جاتے ہیں۔ میری دکان کا شمار علاقہ کی مشہور دکانوں میں ہوتا ہے۔

موسم گرما شروع ہونے والا ہے۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ جلد از جلد اپنے فیصلے سے آگاہ کریں۔ تاکہ بروقت سامان کی فراہمی ممکن ہو سکیں۔ سامان کی فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے۔

1۔	کولر	60 عدد
2۔	چھت کے پنکھے	60 عدد
3۔	ٹیبل پنکھے	60 عدد
4۔	ایر کنڈیشنر	30 عدد
5۔	ٹیوب لائٹ	100 عدد

مخلص

خان بہادر، عظمت گڑھ

(3) دفتری خطوط:

دفتری خطوط وہ خط ہیں جو اداروں یا دفاتر کے درمیان باضابطہ امور کے سلسلے میں لکھے جاتے ہیں۔ ان میں سرکاری امور، درخواستیں یا سرکاری پیغامات شامل ہوتے ہیں۔

(1)

مدرسہ ایجوکیشنل بورڈ

ودھان سبھا مارگ، حضرت گنج لکھنؤ۔32

حوالہ نمبر۔14/QR/12 تاریخ۔10-08-2024

از طرف: چیئرمین مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، اتر پردیش

بخدمت: محترم وزیر تعلیم، حکومت اتر پردیش سرکار

موضوع: مدرسوں کو سرکاری امداد دینے کے ضمن میں

جناب عالی: آپ کے علم میں ہو گا کہ سرکار کے منصوبے کے مطابق مدارس کے بچوں اور معاشی طور پر پسماندہ افراد کو مین اسٹریم میں لانے کے لیے اور ان کو مستقبل میں ملک کا باعزت شہری بنانے میں آپ کی مدد درکار ہے۔ لہٰذا آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ درج ذیل امور پر غور فرما کر حکم صادر کریں تاکہ طلبا کے تعلیمی معیار کو بلند کیا جاسکے۔

1۔ معیاری تعلیم کے لیے ماہر تعلیم اساتذہ کا تقرر

2۔ خاطر خواہ مدارس کی امداد

3۔ ہر مدارس میں لائبریری کا قیام

4۔ مدارس کے نصاب میں انگریزی، ریاضی، فلسفہ اور دنیاوی علوم کو شامل کرنا

5۔ غریب طلبا کے کھانے، پینے پر خصوصی دھیان دینا

امید کرتا ہوں کہ آپ ہماری شفارشات کو منظور فرما کر شکریہ کا موقع عنایت کریں گے۔

ڈاکٹر عبدالصمد

چیئرمین مدرسہ ایجوکیشن بورڈ

آزاد بھون، ودھان سبھا مارگ، اتر پردیش

منسلکات:

تمام اسناد کی نقول منسلک ہیں۔

9.6 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں۔

- خط کا شمار اُردو نثر کی غیر افسانوی اصناف میں ہوتا ہے اور فارسی اصنافِ نثر کی تقلید میں اس کا آغاز اُردو میں ہوا۔

- خط کے لغوی معنی ”لکیر“، ”سطر“ یا تحریر، کتابت، نامہ کے ہیں۔
- ادبی اصطلاح میں، خط ایک ایسا پیغام ہوتا ہے جو دو اشخاص یا ادارے کے درمیان تبادلہ خیالات اور معلومات کے لیے لکھا جاتا ہے۔
- خط ایک تحریری ملاقات ہے۔ جو بات بلا فاصلے کے کہی جائے اسے گفتگو اور ملاقات کہتے ہیں۔ اور جو بات فاصلے کی وجہ سے لکھ کر کی جائے، خط کہلاتی ہے اسی لیے خط کو نصف ملاقات بھی کہتے ہیں۔
- خطوط کی تین بڑی اقسام ہیں۔ (1) ذاتی خطوط (2) تجارت / کاروباری خطوط (3) دفتری / سرکاری خطوط
- ذاتی خطوط نجی نوعیت کے ہوتے ہیں جو دوستوں، رشتہ داروں یا دیگر قریبی لوگوں کو لکھے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد خیریت دریافت کرنا، جذبات کا اظہار کرنا یا نجی مسائل پر بات کرنا ہوتا ہے۔
- تجارتی خط سے مراد وہ خطوط ہوتے ہیں جو کاروبار اور تجارت کے حوالے سے لکھے جائیں۔ ان خطوط کا تجارت کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔
- دفتری خطوط وہ خط ہیں جو اداروں یا دفاتر کے درمیان باضابطہ امور کے سلسلے میں لکھے جاتے ہیں۔ ان میں سرکاری امور، درخواستیں یا سرکاری پیغامات شامل ہوتے ہیں۔

9.7 مشکل الفاظ

ارسال	بھیجنا، روانہ کرنا	Sending / Dispatch
خط	تحریر	Letter / Writing
مکتوب	لکھا ہوا	Written document / Letter
مکتوب الیہ	جس کے نام خط لکھا جائے	Addressee / Recipient of the letter
مکتوب نویس	خط لکھنے والا	Writer / Scribe
والدین	ماں، باپ	Parents
طالب	طلب کرنے والا	Seeker / Applicant / Student
خیر خواہ	بھلائی چاہنے والا	Well-wisher
منتظر	انتظار کرنے والا	One who waits / Awaiting
شکریہ	شکر، سپاس، منت پذیری کا اظہار	Thanks / Gratitude
دوست	رفیق، انیس، ہمدم	Friend / Companion
شاگرد	Student	Student / Pupil
استاد	Teacher	Teacher / Instructor

9.8 مشقیں

مشق 1۔ ذیل کے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

خط نویس : ....

مکتوب الیہ : ....

خط کے اجزا : ....

بخدمت : ....

مشق 2۔ خطوط کی تین قسمیں ہیں۔ تینوں کے بارے میں ایک ایک جملہ لکھیے۔

(1) ذاتی خط : ....

(2) کاروباری خط: ....

(3) دفتری خط : ....

9.9 نمونہ امتحانی سوالات

9.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

(1) خط کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(a) پڑھنا (b) یاد کرنا (c) بھول جانا (d) تحریر کرنا

(2) خط کی کتنی قسمیں ہیں؟

(a) تین (b) پانچ (c) دس (d) پندرہ

(3) ذاتی خط کسے لکھا جاتا ہے؟

(a) افسران کو (b) تاجران کو (c) رشتہ داروں کو (d) نہیں معلوم

(4) مکتوب نویس کون ہوتا ہے؟

(a) خط لکھنے والا (b) خط پانے والا (c) پہنچانے والا (d) لانے والا

(5) Teacher کو اردو میں کیا کہتے ہیں؟

(a) شاگرد (b) استاد (c) کلرک (d) پرنسپل

9.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. والدین کو خط لکھتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟
2. ذاتی اور دفتری خطوط میں کیا فرق ہے؟ بیان کیجیے۔
3. سرکاری خطوط کی خصوصیات بیان کیجیے۔
4. ۔ذاتی خط کس کس کو لکھا جاسکتا ہے؟ چند کے نام بتائیے۔
5. خطوط نویسی کے اصول چند جملوں میں تحریر کیجیے۔

9.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. خط کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کیجیے۔
2. اپنے دوست کو ایک خط لکھیے۔ جس میں اپنی پڑھائی کا تذکرہ کیجیے۔
3. کسی دوست کو خط لکھیے جس میں کتاب میلے کا ذکر ہو۔

(1) زید (2) سنجیو اگروال (3) خالد سیف (4) امین الدین

9.9.1 کے جوابات:

(i) D (ii) A (iii) C (iv) A (v) B

اکائی 10 : درخواست نویسی

اکائی کے اجزا

10.0	تمہید
10.1	مقاصد
10.2	درخواست کی تعریف
10.3	درخواست نویسی کے اصول
10.4	درخواست کی قسمیں
10.5	اکتسابی نتائج
10.6	مشکل الفاظ
10.7	مشقیں
10.8	نمونۂ امتحانی سوالات

10.0 تمہید

انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ وہ بغیر کھائے پیئے کچھ دن زندہ رہ سکتا ہے، لیکن کسی سے بات چیت کیے بغیر اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ جب بھی خوشی و مسرت یا دکھ درد کے مرحلوں سے گزرتا ہے تو اس کا اظہار اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے کرتا ہے۔ اس اظہار کا مقصد اپنی خوشی یا غم میں اسے شامل کرنا ہے۔ ایک زندہ معاشرے میں لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد یا خوشی و مسرت میں شریک ہوتے ہیں تاکہ کسی کا غم ہلکا ہو جائے یا خوشی دوبالا ہو جائے۔ اگر دوست واحباب دور مقامات پر رہتے ہوں تو ان سے اپنے دکھ اور افسوس یا خوشی و مسرت کا اظہار خط کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حکومتی یا خانگی اداروں میں اپنے اعلیٰ عہدیداروں سے سہولت یا حق یا رعایت حاصل کرنے کے لیے جو خط لکھا جاتا ہے اسے درخواست کہتے ہیں۔ اپنے جذبات یا خواہشات یا ضروریات کو قلم بند کرنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ اس اکائی میں درخواست نویسی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

یہ اکائی درخواست نویسی کے لیے مختص ہے، جس میں درخواست نویسی کے بنیادی لوازم کے علاوہ اس کو لکھنے کے مختلف طریقے بتائے گئے ہیں۔

10.1 مقاصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- درخواست نویسی کی تعریف بیان کر سکیں۔
- اس کی اہمیت وافادیت کا تجزیہ کر سکیں۔
- درخواست نویسی کے لوازم کی تشریح وتوضیح کر سکیں۔
- درخواست کی مختلف اقسام بیان کر سکیں۔
- اپنے طور پر درخواست لکھنے کی مشق کر سکیں۔

10.2 درخواست کی تعریف

درخواست کے لغوی معنی التماس یا گذارش کے ہیں۔ درخواست کو عرضی بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے Application کہتے ہیں۔ سوال کرنا یا کسی آرزو یا تمنا کا اظہار بھی درخواست ہے۔ درخواست نویسی سے مراد اپنی خواہشات یا ضروریات کو تحریری طور پر متعلقہ حکام تک پہنچانے کا عمل ہے۔ درخواست کی زبان اور لب ولہجہ آپ کی ضرورت یا خواہش کی شدت کا ترجمان ہوتا ہے۔ یہی لب ولہجہ آپ کی شخصیت کی شناخت کرواتا ہے۔ یعنی درخواست سے نہ صرف آپ کی ضرورت یا خواہش کا اظہار ہوتا ہے بلکہ آپ کی شخصیت کے کچھ پہلو بھی آشکار ہوتے ہیں۔

درخواست نویسی کی ضرورت اور اہمیت ہر دور میں رہی ہے۔ جب تک انسان کی خواہشات اور ضروریات باقی رہیں گی تب تک درخواست نویسی کا عمل جاری رہے گا۔ آپ کو ایسے کئی مواقع ملیں گے جب آپ درخواست تحریر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ فرض کیجیے آپ کے گھر کے قریب کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہے۔ جو آہستہ آہستہ سڑک پر پھیل رہا ہے۔ گلی کے کتے اور دوسرے جانور اس میں اپنی غذا تلاش کرنے کے لیے اسے مزید پھیلا رہے ہیں۔ لوگوں کو بھی اس سے بڑی تکلیف ہو گی۔ کچھ لوگ اس گندگی کو دیکھتے رہیں گے اور محکمہ بلدیہ کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کریں گے۔ آپ متعلقہ احباب کو زبانی طور پر اس مسئلہ کو حل کرنے کی گزارش کریں گے۔ تب بھی آپ کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ پھر آپ کمشنر بلدیہ کو ایک درخواست لکھنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اس بات کا اظہار کریں گے کہ یہ گندگی جلد سے جلد دور کی جائے۔

آج کا دور میڈیا کا دور ہے۔ آپ کو مختلف افراد اور محکموں سے ربط رکھنا پڑتا ہے تاکہ آپ کی معلومات تازہ رہیں۔ تعلقات کو استوار کرنے کا واحد طریقہ درخواست نویسی ہے۔ مختلف معلومات کو اکٹھا کرنا ہو یا اپنی معلومات دوسروں تک پہنچانا ہو تو درخواست سے بہتر مستند ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کو مطلوبہ معلومات نہیں مل رہی ہیں تو آپ RTI کریں گے جسے Right to information کہا جاتا ہے جس پر متعلقہ آفیسر کو جواب دینا لازم ہو جاتا ہے۔ آج الکٹرانکس میل (e-mail) کے ذریعے بھی اپنی درخواستیں بھیجی جاتی ہیں

جو لمحوں میں دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتی ہیں۔ ذرائع میں خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ ہو درخواست نویسی تو بہر حال ایک فن ہے اور ہر فن کی طرح یہ فن بھی تخلیقی اظہار چاہتا ہے۔

ایسا ہر گز نہیں ہے کہ صرف دانشور طبقہ ہی درخواست لکھتا اور پڑھتا ہے بلکہ عام لوگوں کو بھی اس مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ کالج میں داخلہ چاہیے تو درخواست لکھیے، کالج سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنا ہو تو درخواست، ملازمت کے لیے درخواست اور ملازمت چھوڑنے کے لیے درخواست، بینک میں اکاؤنٹ کھولنا ہو تو درخواست اور اکاؤنٹ کو بند کرنا ہو تو درخواست، غرض زندگی کا ایسا کونسا شعبہ ہے جہاں درخواست کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہو۔ کام چھوٹا ہو کہ بڑا، ضرورت حقیر ہو کہ عظیم، آپ کو درخواست لکھنا ضروری ہو جائے گا۔ بعض محکمے جس میں پولیس اسٹیشن بھی شامل ہے، تحریری درخواست کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا ہے۔ زبانی درخواست غیر معتبر تصور کی جاتی ہے۔

10.3 درخواست: فن اور تکنیک

درخواست نویسی ایک فن ہے اور ہر فن اپنی جگہ مشکل ہوتا ہے۔ تھوڑی سی توجہ اور مشق کے ذریعے اس فن پر عبور حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مختلف اداروں کو روزانہ سینکڑوں عرضیاں موصول ہوتی ہیں۔ وہی عرضی قابلِ مطالعہ ٹھہرتی ہے جو اپنے اندر کوئی نہ کوئی خوبی پوشیدہ رکھتی ہے اور یہی جو عرضی دیگر عرضیوں سے مختلف ہوتی ہے، متعلقہ آفیسر کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ اس لیے بہتر درخواست لکھنے کے لیے چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جو درج ذیل ہیں۔

10.3.1 بنیادی اوزار:

درخواست لکھنے کے لیے کاغذ اور قلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہتر اور معیاری کاغذ استعمال کیجیے۔ کاغذ سفید اور چمک دار ہونا چاہیے۔ اس کے لیے عموماً کوارٹر سائز یا فل سکیپ A4 سائز کا کاغذ استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے نام کا لیٹر ہیڈ موجود ہو تو عرضی کے لیے وہی استعمال کریں۔ نیلی یا سیاہ روشنائی کا قلم، سفید اور چمکدار کاغذ کے لیے نہایت موزوں رہتا ہے۔ کاغذ اور قلم کے ضمن میں کوئی لاپرواہی یا کنجوسی کا مظاہرہ مت کیجیے۔ پرانے کاغذ یا روانی سے نہ چلنے والا قلم آپ کی تحریر کی خوبصورتی کو مجروح کر سکتا ہے۔ ایسی عرضی آپ کی شخصیت کو نقصان پہنچا سکتی ہے حتیٰ کہ عرضی کے لیے استعمال کیا جانے والا لفافہ بھی معیاری اور نفیس ہونا چاہیے۔ کاغذ بڑا اور لفافہ چھوٹا ہو جائے تو آپ کی بد سلیقگی ظاہر ہوگی۔ غرض اس بات کی کوشش کیجیے کہ عرضی کے لیے درکار سامان نہایت معیاری اور نفیس ہو تاکہ آپ کی نفاست پسندی کا اندازہ ہو سکے اور آپ کی عرضی پڑھنے اور عملی اقدام اٹھانے کے لیے منتخب کی جائے۔

آج کے ٹکنالوجی کے دور میں کاغذ اور قلم کا استعمال کم ہو گیا ہے۔ اب کی بورڈ کا زمانہ ہے۔ اس بات کی کوشش کیجیے کہ آپ کے کی بورڈ پر بہتر روشنی کا نتظام ہو تاکہ غلط حرف ٹائپ ہونے سے رہ جائے۔ بڑے اور جلی حرفوں میں ٹائپ کرنے کی کوشش کریں۔ درخواست کو پرنٹ کرنے یا ای میل بھیجنے سے پہلے اسے اچھی طرح پڑھیں اور درخواست کو غلطیوں سے پاک کریں۔

10.3.2 ذہنی خاکہ:

عرضی لکھنے سے قبل ایک ذہنی خاکہ بنائیں کہ آپ کو کیا لکھنا ہے اور کس طرح لکھنا ہے۔ کون سے پہلوؤں کو واضح کرنا ہے اور کن دستاویزات کو عرضی کے ساتھ منسلک کرنا ہے۔ مدعا کو کتنے لفظوں میں بیان کرنا ہے اور کیسے بیان کرنا ہے؟ آپ کو یہ بھی طے کرنا ہوگا کہ درخواست اپنے خط میں لکھی جائے یا اسے ٹائپ یا کمپوز کروانا چاہتے ہیں۔

10.3.3 سچ پر مبنی ہو:

کچھ لوگ اپنے نام سے درخواست نہیں دیتے بلکہ دوسروں کے نام (فرضی) سے درخواست دیتے ہیں۔ کچھ شکوک وشبہات پیدا کرنے یا کسی کو بدنام کرنے کے لیے درخواست نویسی کا مشغلہ اپناتے ہیں۔ جب کہ کچھ احباب محض اپنا نام اخبار میں شائع کرنے کے لیے فرضی موضوعات پر درخواست بازی شروع کر دیتے ہیں۔ عرضی خواہ کسی بھی نوعیت کی ہو وہ صداقت پر مبنی ہونی چاہیے۔ جو کچھ بھی مواد یا معلومات دیے جائیں وہ بالکل سچ ہوں۔ اپنی قابلیت کی دھونس جمانے کے لیے جھوٹ کا سہارا نہ لیں۔ گول مول باتیں بنا کر صداقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ اس سے آپ کی شخصیت بے اعتبار ہو جائے گی اور آپ کو فائدے کے بجائے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ فرضی ناموں سے درخواست لکھنا آپ کی بزدلی کو ظاہر کرتا ہے۔

10.3.4 زبان:

آپ جس جذبے یا تاثر سے عرضی لکھ رہے ہوں۔ عرضی پڑھنے والا بھی کم و بیش وہی تاثر قبول کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ نے ابلاغ کا فریضہ انجام دے دیا۔ کہا جاتا ہے کہ موثر ابلاغ کی تین بڑی خوبیاں ہیں۔ سلاست، وضاحت اور اختصار۔ سلیس زبان کا مطلب صحیح الفاظ کا انتخاب اور استعمال ہے۔ سلیس اور بامحاورہ زبان لکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ زبان میں سلاست اور سادگی پیدا کرتا ہے۔

تحریر میں سلاست کے اوصاف اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب الفاظ آسان اور جملے مختصر ہوں۔ سادہ الفاظ وہی ہوتے ہیں جو روز مرہ استعمال میں آتے ہیں۔ مرزا غالب کو لیجیے انھوں نے ابتدا میں مشکل الفاظ اور پیچیدہ تراکیب کو اپنی شاعری میں استعمال کیا تھا جو لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ حالانکہ اس مشکل شاعری پر وہ فخر کیا کرتے تھے، لیکن لوگوں نے انھیں مسترد کیا۔ جب انھوں نے آسان لفظوں اور آسان تراکیب میں شعر کہنے لگے تو ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے اور ان کا شمار اردو کے بڑے شاعروں میں کیا جانے لگا۔ مشکل لفظ اور پیچیدہ ترکیب کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

”غدودانِ معدہ میں حالتِ خانہ جنگی سی ہے۔“

اس جملے کو کتنے لوگ سمجھ پائیں گے؟ اگر یہی جملہ آسان لفظوں میں ہوتا تو اس کی ہیئت کچھ اس طرح ہوتی:

”معدہ صاف نہیں ہے۔“

اسی طرح درخواست میں بھی مشکل الفاظ اور مبہم تراکیب کا استعمال کرکے اپنی قابلیت کا سکّہ جمانے کی کوشش نہ کریں۔ کچھ لوگ

ادق اور غیر مانوس الفاظ کو استعمال کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں حالانکہ ان کے آسان اور مرادف الفاظ موجود ہیں۔ ذیل میں کچھ ایسے مشکل الفاظ اور ان کے مترادف دیے جارہے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کیجیے کہ کون سے لفظ عرضی کے لیے بہتر ہیں۔

مشکل لفظ	آسان لفظ
منصہ شہود پر آنا	ظاہر ہونا
گراں بہاں	بے حد قیمتی
حقیقت نفس الامری	امر واقعہ
چرخِ نیلگوں	آسمان
ترقی معکوس	الٹی ترقی
کاسہ لیسی	خوشامد
منشائے ایزدی	خدا کی رضا

آسان الفاظ وتراکیب اور آسان زبان پر مشتمل درخواستیں ہی قابل مطالعہ ٹھہرتی ہیں۔ زبان کی سلاست کا واحد مقصد یہ ہے کہ عرضی دینے والے اور لینے والے میں ترسیل کی کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

10.3.5 وضاحت:

بہترین عرضی کی ایک خصوصیت اس کا واضح ہونا ہے۔ آپ جو کچھ لکھیں وہ واضح ہو۔ بے موقع لفظوں کا استعمال اور قواعد سے عاری جملے بھی عرضی کو ناقابل فہم بنادیتے ہیں۔ لفظوں کا انتخاب صحیح ہو بلکہ ان کی دروبست بھی درست ہو۔ کیوں کہ عرضی کی لفظی اور معنوی سطح قابل فہم ہونا چاہیے۔

املا کی غلطیاں بھی عرضی کو مبہم اور ناقابل قرأت بنادیتی ہیں۔ املا کی غلطیاں عموماً مطالعہ کی کمی سے واقع ہوتی ہیں۔ اس سے مخالف پر غلط اثر پڑتا ہے۔ کوشش کیجیے کہ املا درست ہو۔ اس کے لیے لغت کا استعمال کیا کریں۔ کچھ الفاظ ایک جیسا ہی املا رکھتے ہیں لیکن ان کی آوازیں اور ان کے معنی مختلف ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں اعراب کا استعمال ضروری ہے تاکہ پڑھنے والا غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ مثلاً:

عالَم (دنیا)	....	عالِم (علم رکھنے والا)
سَحر (صبح)	....	سِحر (جادو)
عِلم (معلومات)	....	عَلم (پرچم)
کَرم (مہربانی)	....	کِرَم (کیڑا)
مِلک (جائیداد)	....	مُلک (انڈیا)
مرتِب (ترتیب دینے والا)	....	مرتَّب (ترتیب دیا ہوا)

کچھ لوگوں کا اپنا تکیہ کلام ہوتا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں اس کو استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تکیہ کلام سے درخواست اور مبہم ہو جاتی ہے جیسے میرے کہنے کا مطلب ہے، آپ سمجھے نا، میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں، یعنی کہ آپ سمجھ رہے ہیں، سنیے تو سہی وغیرہ وغیرہ تکیہ کلام کے استعمال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ تحریر اور تقریر میں کوئی فرق نہیں کرپاتے ہیں۔ تحریر میں تکیہ کلام کے استعمال سے پڑھنے والا جھنجھلاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

10.3.6 جامعیت اور اختصار:

درخواست نویسی کی ایک اور خوبی اختصار ہے۔ یعنی کم سے کم الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرنا ہے۔ دفاتر کو روزانہ کئی درخواستیں موصول ہوتی ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہر درخواست کا تفصیلی مطالعہ کیا جاسکے۔ ابتدائی مرحلہ میں ایک درخواست کا مدعا نوٹ کیا جاتا ہے اور متعلقہ سکشن کو روانہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر درخواست غیر ضروری طور پر طویل ہو، بے شمار غلطیاں ہوں اور یہ واضح نہ ہو پائے کہ درخواست گزار کیا کہنا چاہتا ہے تو وہ درخواست ابتدائی مرحلے میں روک لی جاتی ہے۔ عرضی کو نہ صرف مختصر بلکہ جامع ہونا چاہیے۔ وقت کا احساس ہر ایک کو ہوتا ہے۔ اس لیے عرضی میں غیر ضروری الفاظ، کلام تکرار و اعادہ، حشو وزائد کا استعمال نامناسب ہے۔ درخواست جامع اسی وقت ہو سکتی ہے جب درخواست گزار کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہو۔

10.4 درخواست کی قسمیں

10.4.1 عرضی برائے رخصت:

فاطمہ انعم
ایم بی بی ایس (سال آخر)
دکن میڈیکل کالج، سنتوش نگر، حیدرآباد
محترم پرنسپل صاحبہ!

مدعا: عرضی برائے رخصت۔ 7/ فروری تا 11/ فروری 2020ء

عرض یہ ہے کہ میں پانچ دن کے لیے کالج نہیں آپاؤں گی کیوں کہ میرے خالہ زاد بھائی کی شادی دہلی میں مقرر ہے۔ یہ نہ صرف میرا بھائی ہے بلکہ میرا دوست بھی ہے اس لیے شادی میں میری شرکت بے حد ضروری ہے۔

آپ سے ادباً گزارش ہے کہ 7/ فروری تا 11/ فروری 2020ء (پانچ دن) کی رخصت منظور کی جائے تو نوازش ہوگی۔

تاریخ: 5/ فروری 2020ء

آپ کی شاگرد
دستخط
(فاطمہ انعم)

10.4.2 عرضی برائے وضاحت:

منور افضل، انڈین انٹر نیشنل اسکول

پوسٹ بکس نمبر 786

جدّہ، سعودی عرب

اسسٹنٹ رجسٹرار (اکیڈمک)

مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، حیدرآباد، الھند

عالی جناب! تسلیمات!

مدعا: عرضی برائے وضاحت۔ داخلہ برائے پی ایچ ڈی (اردو) سے متعلق

حوالہ: روزنامہ رہنمائے ادب، بتاریخ: 26/ دسمبر 2019ء

راقم انڈین انٹر نیشنل اسکول جدّہ میں سینئر ٹیچر ہے۔ گزشتہ دنوں روزنامہ۔۔۔۔ میں یونی ورسٹی کا ایک پریس نوٹ شائع ہوا تھا۔ جس میں اردو پی ایچ ڈی کورس شروع کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ درج ذیل نکات پر آپ کی نظر کرم کا متمنّی اور وضاحت کا طالب ہوں۔ امید کہ مایوس نہیں فرمائیں گے۔

(1) راقم حیدرآباد سنٹرل یونی ورسٹی سے ایم۔ اے، ایم۔ فل (اردو) امتیازی نشانات سے کامیاب ہے اور پی ایچ ڈی میں داخلے کا خواہش مند ہے۔ مذکورہ کورس میں داخلہ کے لیے اسٹڈی سنٹر جدّہ سے رجوع کیا جاسکتا ہے؟

(2) پی ایچ ڈی میں داخلے کے لیے یونی ورسٹی کی فیس کیا ہے اور یہ فیس کس ملک کی کرنسی میں ادا کرنا ہوگی؟

(3) داخلے کی صورت میں کلاسس کا لزوم ہے یا اپنے طور پر ریسرچ مکمل کرنا ہوگا۔ مقالے کے نگران کا تعلق انڈیا سے ہوگا؟ یا سعودیہ کے اساتذہ کی خدمات لی جاسکتی ہیں؟

(4) کیا پی ایچ ڈی کرتے ہوئے Teach English کورس میں داخلہ لیا جاسکتا ہے؟ جو ایک فاصلاتی طرز کا کورس ہے۔

براہِ کرم مذکورہ امور کی وضاحت فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

بتاریخ: 7/ جنوری 2020ء

دستخط

(منور افضل)

10.4.3 عرضی برائے ملازمت:

آج کل ملازمت کے لیے کسی خاص عرضی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ ہر ادارہ اپنا مخصوص پروفارما رکھتا ہے۔ امیدوار کو صرف خانہ پُری کرنی ہوتی ہے۔ البتہ بعض ادارے بائیوڈاٹا طلب کرتے ہیں۔ اب بائیوڈاٹا بھی قدیم اصطلاح ہوگئی ہے۔ اس کی جگہ سی وی (CV) کا استعمال عام ہوگیا ہے۔ جسے Curriculum Vitae کہا جاتا ہے۔ CV درخواست گزار کی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے۔ کیریئر میں کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ آپ نے کس قدر سوجھ بوجھ کے ساتھ CV تیار کی ہے۔

CV میں ذاتی معلومات جیسے نام، تاریخ پیدائش، سماجی رتبہ، زبان، پتہ، ٹیلیفون نمبر بشمول موبائل نمبر اور ای میل پتہ درج کیا جاتا ہے۔ تعلیمی پس منظر کے تحت تعلیمی ادارے کا نام، مدت مع سال و سنہ، محصول فیصد نمبرات، ڈویژن، نمایاں کارکردگی، کمپیوٹر کی جانکاری وغیرہ جب کہ ملازمت کے تجربے کے تحت ادارہ کا نام، مدت، عہدہ، ذمہ داریاں، کارکردگی اور تربیتی پروگرام جن میں شرکت کی ہو۔ موجودہ ملازمت کی مکمل تفصیلات ضرور درج کریں۔

CV مندرجات کی ترتیب ملازمت یا عہدہ پر منحصر ہے۔ اگر آپ پہلی مرتبہ ملازمت کے لیے عرضی داخل کررہے ہوں تو ذاتی معلومات ابتدا میں دیے جائیں پھر تعلیمی قابلیت اور تجربہ کو شامل کیا جائے۔ اگر آپ کسی بڑے عہدہ کے لیے امیدوار ہوں اور پہلے سے ملازم ہوں تو اپنا CV کو تعلیمی قابلیت یا تجربہ سے شروع کیا جائے۔ CV میں خاندانی حالات ہرگز نہ دیں۔ مختصر لفظوں میں اپنی پوری شخصیت کو پیش کریں۔ CV دو صفحات سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ اہم نکات کو اہمیت دیں غیر ضروری معلومات دے کر CV کو طویل کرنے سے گریز کریں۔

CV کے ساتھ ایک تمہیدی خط لکھا جاتا ہے۔ CV کی طرح تمہیدی خط کے معیار پر خاص توجہ دیں کیوں کہ تمہیدی خط آپ کی تعلیمی لیاقت اور تجربہ کا خلاصہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آفیسر آپ کی CV پڑھنے پر مجبور ہوگا۔ خط جاذب نظر اور مختصر ہو قواعد کی غلطیوں سے پاک ہو۔ جس شخص کو خط لکھ رہے ہوں اس کے نام کے ہجے پر خاص دھیان دیں۔ درخواست میں نہ تو بے جا عاجزی اور انکساری سے کام لیں اور نہ ہی تکبر اور گھمنڈ کا مظاہرہ کریں بلکہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ مطلوبہ جائیداد کے لیے آپ بہترین امیدوار ہیں اور بتائیں کہ ادارہ کو ترقی دینے اور اس کے معیار کو اونچا کرنے میں آپ اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ CV کے ساتھ جو عرضی لکھی جاتی ہے اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

درخواست برائے ملازمت:

حسان عبداللہ
مکان نمبر C 4 'سی آئی بی کوارٹرز
قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد، 500036
فون: 040-65703084

منیجر
ایچ آر ڈیپارٹمنٹ
بی ایچ ای ایل
حیدرآباد، تلنگانہ

ای میل:hassan007@gmail.com

جناب عالی!

مدعا: عرضی برائے تقرر بہ حیثیت اسسٹنٹ انجینئر سے متعلق

حوالہ: اشتہار روزنامہ۔۔۔۔۔۔۔بتاریخ:10-01-2020

روزنامہ۔۔۔۔میں آپ کی کمپنی کا اشتہار دیکھا۔ آپ کو یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس کررہاہوں کہ راقم بی۔ای میکانیکل کے (عثمانیہ) درجہ اوّل سے کامیاب کیا۔ حیدرآباد میں ہی ایک پرائیویٹ کمپنی میں پانچ برسوں سے بہ حیثیت فورمین کارگزار رہاہوں۔ انگریزی، ہندی، تلگو اور اردو زبان پر قدرت رکھتاہوں۔ اس عرضی کے ساتھ اپنا CV اور تعلیمی تجربے کے صداقت نامے منسلک کررہاہوں۔ امید کہ مذکورہ جائیداد کے لیے اہل قرار پاؤں گا۔

تاریخ: 2020-01-28

دستخط

(حسان عبداللہ)

10.4.4 عرضی برائے استفسار (آر ٹی آئی):

آج کل حق معلومات یعنی Right to Information کے تحت مختلف اداروں سے درخواستیں داخل کی جاتی ہیں۔ حکومت ہند نے 2005ء میں ایک قانون کی منظوری دی تھی جس کو ہم RTI Act 2005 کہتے ہیں۔ اس قانون کے حوالے سے ہم مختلف سرکاری، نیم سرکاری' خانگی اداروں اور محکمہ جات سے استفسار کرسکتے ہیں اور متعلقہ محکمہ کا ایک آفیسر جسے پبلک انفارمیشن آفیسر کہاجاتاہے، پوچھے گئے سوالات کا جواب دیتاہے، لیکن بیس سال سے زائد پرانے ریکارڈ سے متعلق معلومات حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ انفارمیشن آفیسر آپ کی جانب سے طلب کیے گئے دستاویزات کی زیراکس کے اخراجات طلب کرسکتاہے پھر وہ اخراجات آپ کی جانب سے ادا کیے جانے کے بعد مطلوبہ دستاویزات کی زیراکس بھیجی جاتی ہیں۔ اگر کسی ادارے کا انفارمیشن آفیسر ایک ماہ کے اندر آپ کی درخواست کا جواب نہیں دیتاہے تو آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ ریاستی سطح کے زونل آفیسر سے شکایت کریں جو متعلقہ محکمہ کو فوری کاروائی کرنے کا حکم دیتاہے اور تعمیل نہ کرنے پر سزا بھی متعین کرسکتاہے۔ اس کے علاوہ مرکزی سطح کا بھی آفیسر مقرر ہوتاہے۔ غرض آپ کی درخواست پر متعلقہ محکمہ کارروائی کرنے کا پابند ہے۔ اب آن لائن بھی آر ٹی آئی کے ذریعے درخواست داخل کرنے کی سہولت ہے۔ اس کے لیے آپ کو اس لنک پر کلک کرناہوگا۔

www.onlinertiapplication.com

ہر شہری کو ہر محکمہ یا ادارے سے سوال کرنے کا حق ہے۔ تاکہ اسے پتہ چلے کہ سرکاری یا خانگی محکموں میں کام کاج کس طرح چل

رہاہے۔ کہیں کوئی غبن دھوکہ دہی کا کھیل تو نہیں ہو رہاہے۔ سرکاری بجٹ کا استعمال کیسا ہو رہاہے۔ تعلیمی اداروں میں داخلوں میں کس حد تک شفافیت ہے؟ تقررات کے ضمن میں کس طریقہ کار کو اپنایا جارہاہے؟ غرض ہر قسم کے استفسار اپنے طور پر درخواست کے ذریعے پوچھے جاسکتے ہیں۔

درخواست کانمونہ:

آر ٹی آئی کے تحت جو درخواست دی جاتی ہے اس میں پہلے آپ اپنا نام، پتہ اور آئی ڈی پروف (آدھار، پیان کارڈ، آئی ڈی کارڈ وغیرہ) کی کاپی منسلک کرنا ہوتی ہے۔ آر ٹی آئی درخواست کی دس روپئے فیس بھی مقرر ہے لیکن غریب افراد اگر وہ اپنا آمدنی سر ٹیفکیٹ مسلک کریں تو فیس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

رام لعل

مکان نمبر CIB-A4

ملک پیٹ، حیدرآباد

بخدمت جناب اسسٹنٹ انفارمیشن آفیسر

گورنمنٹ ڈگری کالج، محبوب نگر تلنگانہ

عالی جناب!

مدعا: قانون حق معلومات 2005 کے تحت کالج کے پروفیسر سید سمیع اللہ صاحب سے متعلق معلومات درکار۔

شعبۂ ہندی کے پروفیسر سید سمیع اللہ سے متعلق درج ذیل معلومات درکار ہیں۔ دستاویزات کی زیراکس کاپی مہیا کریں تو نوازش ہوگی۔

(1) جناب سید سمیع اللہ کا ابتدائی تقررنامہ اور جوائننگ رپورٹ۔

(2) تعلیمی اور تدریسی اسناد کی کاپی۔

(3) مختلف ترقیوں کی تواریخ اور ان کی کاپی مع آخری تنخواہ کا سرٹیفکٹ

(4) ملازمت سے سبکدوش کی تاریخ مع پنشن کی تفصیلات۔

جناب سید سمیع اللہ پر ایک خصوصی کتاب ترتیب دی جارہی ہے اس ضمن میں صحیح معلومات درکار ہیں۔ امید ہے کہ آپ آر ٹی آئی کے مطابق جلد سے جلد مندرجہ بالا تمام سوالات کے جواب اور کاغذات ارسال فرمائیں گے۔

دستخط	تاریخ:
رام لعل	مقام:

10.5 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- درخواست کے معنی التماس یا گزارش کے ہیں۔ اسے انگریزی میں Application کہا جاتا ہے۔ درخواست نویسی سے مراد اپنی خواہش یا ضرورت کو تحریری طور پر متعلقہ حکام تک پہنچانے کا عمل ہے۔
- درخواست نویسی کی ضرورت اور اہمیت ہر دور میں رہی ہے۔ جب تک انسان کی خواہشات اور ضروریات باقی رہیں گے تب تک درخواست نویسی کا عمل جاری رہے گا۔ درخواست نویسی ایک فن ہے جو تھوڑی سی توجہ اور مشق کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔
- درخواست لکھنے کے لیے کاغذ اور قلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیشہ قلم اور کاغذ بہتر اور معیاری ہونا چاہیے۔ عرضی لکھنے سے قبل ایک خاکہ بنائیں کہ آپ کو کیا لکھنا ہے اور کیسے لکھنا ہے کون سے پہلوؤں کو واضح کرنا ہے۔ عرضی خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی صداقت پر مبنی ہونا چاہیے۔
- موئثر ابلاغ کی تین بڑی خوبیاں ہیں۔ سلاست، وضاحت اور اختصار۔ تحریر میں سلاست کے اوصاف اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب الفاظ آسان اور جملے مختصر ہوں۔ ادق اور غیر مانوس الفاظ اور پیچیدہ تراکیب سے بچنے کی کوشش کیجیے۔ آپ جو کچھ لکھیں وہ ذاتی ہو۔
- ناقابل فہم عرضیاں مسترد کر دی جاتی ہیں۔ عرضی کو مختصر بھی ہونا چاہیے یعنی کم سے کم الفاظ میں اپنا مدعا بیان کیجیے۔ غیر ضروری الفاظ، تکرار، حشو وزائد کا استعمال نامناسب ہے۔ عرضی کو قواعد کی غلطیوں سے پاک ہونا چاہیے۔
- CV یعنی Curriculum Vitae آپ کی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے جس میں ذاتی معلومات، تعلیم اور تجربہ کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ CV دو صفحات سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے CV کے ساتھ جو عرضی لکھی جاتی ہے وہ بھی جاذب نظر اور مختصر ہو۔
- آج کل آر ٹی آئی کا چلن زیادہ ہے۔ آر ٹی آئی یعنی Right to Information Act 2005 جس کو اردو میں قانون حقِ معلومات کہا جاتا ہے اس کے حوالہ سے دی گئی درخواست پر متعلقہ محکمہ یا ادارہ کو اندرون تیس دن جواب دینا لازم ہوتا ہے۔ اگر وہ جواب نہیں دیتا ہے تو اس کے خلاف ریاستی مرکزی انفارمیشن بیورو میں شکایت کی جاسکتی ہے۔

10.6 مشکل الفاظ

ابلاغ	پہنچانا	Conveying / Delivering
ادق	نہایت مشکل	Very difficult / Subtle
اعراب	زیر، زبر، پیش کی علامتیں	Diacritical marks (Zabar, Zair, Pesh)
ترسیل	بھیجنا	Sending / Dispatch
جامع	مکمل	Complete / Comprehensive

حشووزائد	زائد کلام	Superfluous / Unnecessary words
حیوان ناطق	انسان	Rational animal / Human being
سلاست	روانی	Fluency / Smoothness of speech
لوازم	ضروری چیزیں	Essentials / Necessities
مبہم	غیر واضح	Ambiguous / Unclear
مشاہدہ	دیکھنا	Observation / Inspection
مترادف	ہم معنی	Synonym / Similar meaning
مترجم	ترجمہ کرنے والا	Translator
نامانوس	اجنبی	Unfamiliar / Strange
CV	Curriculum Vitae	Curriculum Vitae (Resume)
RTI	قانون حق معلومات	Right to Information

10.7 مشقیں

1۔ خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

(i) CV کا مطلب...ہے۔

(ii) RTI سے مراد...ہے۔

(iii) قانون حق معلومات سنہ .... میں منظور ہوا۔

(iv) درخواست نویسی ایک ....ہے اور ہر فن اپنی جگہ مشکل ہوتا ہے۔

(v) موثر ابلاغ کی تین بڑی خوبیاں سلاست، وضاحت اور ....ہے۔

10.8 نمونۂ امتحانی سوالات

10.8.1 معروضی سوالات:

(1) درخواست کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(a) التماس یا گذارش (b) حکم (c) ہدایت (d) فرمائش

(2) درخواست کی زبان کیسی ہونی چاہیے؟

(a) صاف اور واضح (b) مبہم (c) ادق (d) شاعرانہ

(3) اختصار کس چیز کی خوبی شمار کی جاتی ہے؟

(a) مضمون (b) خط (c) درخواست (d) نہیں معلوم

(4) درخواست کا انحصار کس چیز پر ہونا چاہیے؟

(a) جھوٹ (b) قصہ کہانی (c) غلط باتیں (d) سچ

(5) ادق کے کیا معنی ہیں؟

(a) نہایت آسان (b) نہایت مشکل (c) قافیہ والا (d) مختصر

10.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. درخواست کیوں لکھی جاتی ہے؟ مثالیں دیجیے۔
2. درخواست کا ذہنی خاکہ کس طرح تیار کیا جاتا ہے؟
3. موئثر ابلاغ کی خوبیاں بیان کیجیے؟
4. اپنے پرنسپل کے نام تین روزہ رخصت کی درخواست لکھیے؟
5. اپنے ہیڈ کے نام ایک درخواست لکھیے جس میں آپ بیماری کے لیے رخصت لیں۔

10.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. درخواست نویسی کو جامع اور مختصر بنانے کے اہم اصول بیان کیجیے؟
2. CV کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے مندرجات پر روشنی ڈالیے۔
3. آپ کے شہر کے محکمہ بلدیہ کا منظور کردہ بجٹ اور اس کے خرچ کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے آر ٹی آئی درخواست لکھیے۔

10.8.1 کے جوابات:

(i) A (ii) A (iii) C (iv) D (v) B

اکائی 11: مضمون نویسی

اکائی کے اجزا

11.1 تمہید
11.2 مقاصد
11.3 مضمون نگاری
11.3.1 تعریف
11.3.2 مضمون کے اجزا
11.3.3 مضمون نویسی کے اصول
11.3.4 مضمون کی قسمیں
11.4 اکتسابی نتائج
11.5 مشکل الفاظ
11.6 مشقیں
11.7 نمونہ امتحانی سوالات

11.1 تمہید

زندگی اور زندگی سے جڑے تمام معاملوں پر اظہار خیال اور ان کی ترسیل کے لیے ایک مختصر اور جامع صنف ادب کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ کم وقت میں پڑھی جاسکے اور موضوع کی ضرورت کی تکمیل بھی کرے۔ اس مقصد کے لیے سب سے مناسب صنف "مضمون" قرار پاتی ہے۔ اس صنف ادب میں ہر شعبہ حیات سے متعلق کسی بھی موضوع کو ضبط تحریر میں لایا جاسکتا ہے اور قاری کو مختصر مدت میں ایک جامع تحریر پڑھنے کو مل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مضمون آج کے اس تیز رفتار دور کی سب سے مقبول صنف ادب ہے۔

مضمون کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس اکائی میں مضمون نگاری کی تفصیلات پر گفتگو کریں گے۔ اور مضمون کے اہم اجزا کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی اقسام کی وضاحت کریں گے۔

11.2 مقاصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مضمون کی تعریف بیان کر سکیں۔
- مضمون کے اجزا پر گفتگو کر سکیں۔
- مضمون کی قسموں کا مطالعہ کر سکیں۔
- مضمون نگاری کے اصول سے واقف ہو سکیں۔

11.3 مضمون نویسی

11.3.1 تعریف:

اخبار کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اخباروں میں خبروں کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق معلومات فراہم کی جاتی ہیں اور یہ معلومات مضامین کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ مضامین صرف اخباروں ہی میں نہیں رسالوں کے لیے بھی لکھے جاتے ہیں اور خوب پڑھے جاتے ہیں۔ مضمون موجودہ دور کی ایک اہم اور مقبول صنف ادب ہے۔ حق تو یہ ہے کہ چھاپے خانوں کی ایجاد نے مضمون کی ترقی اور اس کو مقبول بنانے میں اہم حصہ ادا کیا ہے۔یعنی چھاپے خانے کی وجہ سے جب سے اخبار اور رسائل کثرت سے چھپنے لگے تو اخباروں اور رسالوں کے لیے ایک ایسی نثری تحریر کی ضرورت محسوس ہوئی جو مختصر تو ہو لیکن زندگی کے مختلف گوشوں اور شعبوں سے متعلق ضروری اور لازمی معلومات پڑھنے والوں کو فراہم کرتی ہو۔اس ضرورت کو مضمون بہترین طور پر پورا کرتا ہے۔

جس وقت چھاپے خانے کی سہولتیں میسر نہیں تھیں اس وقت مضامین چھوٹی چھوٹی قلمی کتابوں کی شکل میں دستیاب ہوتے تھے جو قدرے طویل بھی ہوتے تھے۔ لیکن چھاپے خانوں کی شروعات کے بعد ہر قسم کے موضوعات پر مختصر اور جامع تحریریں لکھی جانے لگیں۔یوں اس صنف ادب کو فروغ حاصل ہوتا گیا۔ اردو زبان میں مضمون نگاری کی باقاعدہ شروعات تو کم و بیش انیسویں صدی کے وسط سے ہوئی۔اور بیسویں صدی میں اس صنف ادب کی اہمیت اور مقبولیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

جس طرح دوسری زبانوں کے ادب میں مضمون اور مضمون نگاری کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح اردو ادب میں بھی مضمون نگاری ایک اہم مقام کی حامل ہے۔ مضمون بھی افسانہ اور ناول کی طرح غیر ملکی زبان و ادب خصوصاً انگریزی زبان و صحافت سے اردو ادب میں شامل ہوا۔

مضمون در اصل فرانسیسی ذہن کی اپج ہے۔ اس کا موجد ایک فرانسیسی قلم کار مائکل دی مونتین (Michal De Montaigne) ہے۔اس نے پہلی بار مضامین لکھے اور انہیں "Essai" کا نام دیا۔اور اس کے معنی ذاتی سعی یا کوشش کے بتائے۔ بعد میں جان فلوریو(John Florio)نامی ایک اور قلم کار نے ان "Essai" کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور اسے "Essays" کا نام دیا۔ ان انگریزی

ترجموں سے متاثر ہو کر فرانسس بیکن (Francis Beckon) نے Essays لکھنا شروع کیے۔ اسی لیے بیکن کو انگریزی میں Essay کا بانی مانا جاتا ہے۔ اسی انگریزی کے لفظ "Essay" کے لیے اردو میں "مضمون" لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مضمون اس مختصر تحریر کو کہتے ہیں جس میں کسی بھی موضوع کے متعلق معلومات کو یا کسی بھی خیال کو تسلسل، ترتیب، اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ مضمون نگار کا ایک خاص نقطہ نظر ہوتا ہے۔ جس کے تحت وہ کسی موضوع پر اظہار خیال کرتا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر اپنی کتاب "اردو مضمون کا ارتقا" میں لکھتی ہیں:

"Essay" میں کسی موضوع کو منتخب کر کے ایک خاص نقطہ نظر سے اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے اس لیے اس کو Essay کہتے ہیں۔"

مضمون ایک وسیع صنف ادب ہے۔ اس صنف میں اظہار خیال کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے کسی بھی موضوع پر اظہار خیال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن موضوع سے متعلق بنیادی خیال کو اہمیت حاصل رہتی ہے۔ اس بنیادی خیال کے ساتھ ساتھ موضوع کے تمام اہم پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ کیا جاتا ہے۔ باوجود اس کے اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اختصار مضمون کی اہم خصوصیت ہے۔ اختصار کے باوجود مضمون کا اپنے موضوع کے اعتبار سے مکمل ہونا ضروری ہے۔ اس لیے خیالات کو ایک خاص ترتیب اور جامعیت کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مضمون کی زبان سادہ اور سلیس ہوتی ہے۔ طرز اظہار ایسا ہوتا ہے کہ اسے ایک عام آدمی بھی پڑھ کر سمجھ سکتا ہے۔ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب ادا کیا جاتا ہے۔ بے معنی اور مبہم الفاظ کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ خیالات کو واضح انداز میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ قاری مضمون پڑھ کر مکمل استفادہ کر سکے۔

کسی بھی موضوع پر مضمون لکھنے کے لیے مواد کی فراہمی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور مواد کے حصول کے ذرائع میں سب سے اہم ذریعہ کتابوں کا مطالعہ ہوتا ہے۔ مطالعہ وسیع ہو تو کسی بھی موضوع پر بہترین مضمون لکھا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ مطالعے کی وسعت سے معلومات میں اضافہ اور زبان پر عبور بھی حاصل ہوتا ہے۔ پھر غور وفکر، ذاتی مشاہدات اور تجربات مضمون کے معیار میں اضافہ کرتے ہیں۔

موجودہ دور میں اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ مواد کی فراہمی کے اہم ماخذ ہیں۔ ان ماخذات سے نہ صرف اردو زبان میں بلکہ دنیا بھر کی زبانوں سے مختلف معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

11.3.2 مضمون کے اجزا:

کسی اچھے مضمون کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ مختصر اور جامع ہوتا ہے جس میں موضوع کے متعلق خیالات کو مرتب اور منظم انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ خیالات کی بے ترتیبی مضمون کے اثر کو زائل کر دیتی ہے۔ اسی لیے بہتر ہوتا ہے کہ موضوع کے مختلف پہلوؤں پر پہلے ہی غور کر لیا جائے کہ مضمون کے کس حصے میں کون سے خیالات پیش کرنے ہوں گے۔ عموماً مضمون کے تین اہم حصے ہوتے ہیں۔

(1) تمہید یا ابتدائی حصہ (2) درمیانی حصہ (3) اختتامی حصہ

(1)ابتدائی حصہ (تمہید):

کسی بھی مضمون کا ابتدائی حصہ کافی اہم ہوتا ہے۔ اس کا مقصد اصل موضوع سے متعلق کچھ لکھنے سے قبل مضمون کی طرف قارئین کو متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اگر تمہید اچھی ہوگی تو قاری مضمون کو پڑھنے میں دلچسپی لے گا۔ ورنہ غیر دلچسپ تمہید بے توجہی کی طرف لے جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ تمہید کا حصہ زیادہ طویل نہ ہو۔ بلکہ یہ ابتدائی حصہ مختصر ہو اور ان نکات کی طرف اشارہ کرتا ہو جو آگے چل کر پیش آنے والے ہیں۔ اسی لیے انہیں دلچسپ اور فکر انگیز بنا کر پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(2)درمیانی حصہ:

یہ مضمون کا اہم حصہ ہوتا ہے۔ اس حصے میں موضوع سے متعلق تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔ موضوع کے متعلق جن نکات کی طرف ابتدا میں اشارہ کیا گیا تھا ان نکات کی وضاحت مدلل انداز میں کی جاتی ہے، اور خیالات کو تسلسل کے ساتھ اس طرح ترتیب وار پیش کیا جاتا ہے کہ آپس میں ان کا گہرا ربط معلوم ہوتا ہے۔ مربوط انداز میں پیش کش سے قاری کو موضوع کے متعلق تمام باتوں سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ مضمون میں سب سے طویل حصہ یہی ہوتا ہے۔

(3)اختتامی حصہ:

مضمون کا آخری حصہ اختتامی حصہ کہلاتا ہے۔ اس حصے میں مضمون نگار موضوع سے متعلق سارے اہم خیالات کا نچوڑ پیش کرتا ہے۔ مضمون کے ابتدائی دونوں حصوں میں پیش کی گئی وضاحتوں یا تفصیلات کی روشنی میں اختتامی حصہ میں بہتر نتائج تک پہنچا جاتا ہے۔ یہ خیال رکھا جائے کہ اختتامی حصہ طویل نہ ہو۔ طوالت غلط تاثر قائم کر سکتی ہے۔ اس لیے بہتر یہ کہ مضمون کے تمام اہم نکات کو مختصر اور جامع انداز میں پیش کر کے مضمون کو ختم کیا جائے۔

11.3.3 مضمون نویسی کے اصول:

مضمون نویسی دراصل ایک فن ہے۔ مضمون نویسی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے چند باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ مضمون لکھنے کے لیے ذخیرہ معلومات اور ذخیرہ الفاظ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ رسالوں اور کتابوں کا مطالعہ اور ذرائع ابلاغ کا استعمال نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی معلومات کے لیے ذیل میں مضمون نویسی کے کچھ اصول دیے گئے ہیں۔ ان پر غور کیجیے۔

1۔ مضمون لکھنے سے قبل اس موضوع کے متعلق ایک خاکہ ذہن میں بنا لیا جائے اور اس کے متعلق تمام پہلوؤں پر غور کر لیا جائے۔

2۔ موضوع سے متعلق مختلف ذریعوں سے جو مواد اکٹھا کیا گیا ہو اس پر خوب غور کر لیا جائے اور غیر متعلق مواد کو الگ کر دیا جائے تاکہ صحیح مواد کا انتخاب بہتر طریقے سے ہو۔

3۔ مضمون کے پہلے حصہ یعنی تمہید میں کون سے نکات اٹھائے جائیں ان پر غور کر لیا جائے۔

4۔ درمیانی حصہ میں مواد کی پیش کشی میں ترتیب پر خاص توجہ دی جائے تاکہ مضمون بے ربط معلوم نہ ہو۔

5۔ موضوع کے متعلق اپنے خیالات کے اظہار کے لیے آسان، پراثر اور سادہ زبان کا استعمال کیا جائے۔

6۔ الفاظ کی تکرار اور غیر ضروری باتوں سے احتراز کیا جائے۔

7۔ تمام مواد ایک ہی پیراگراف میں نہ لکھا جائے بلکہ اس کو کئی پیراگراف میں تقسیم کیا جائے۔

8۔ مضمون تیار ہو جائے تو اسے ایک سے زیادہ مرتبہ تنقیدی نظروں سے پڑھ لیا جائے۔

9۔ جہاں ضرورت ہو تصحیح ترمیم واضافہ کر لینا چاہیے اور اشاعت سے قبل اس پر نظر ثانی کر لینی چاہیے۔

10۔ اختتامی حصے میں مضمون کے اہم نکات کا نچوڑ اور موضوع کی اہمیت واضح کرنی چاہیے۔

11.3.4 مضمون کی قسمیں:

مضمون ایک لچک دار صنف ہے۔ اس صنف ادب میں موضوع کی کوئی قید نہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل بتایا جا چکا ہے کہ شعبہ حیات کے کسی بھی موضوع پر مضمون لکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مضامین کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یعنی مختلف موضوعات کو مختلف انداز سے لکھا جاتا ہے۔ اور ان کی ہیئت کی بنا پر انہیں مختلف اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے تاہم بنیادی طور پر مضامین کی دو زمروں میں درجہ بندی کی جا سکتی ہے۔

1۔ بہ لحاظ موضوع 2۔ بہ لحاظ نوعیت یا اسلوب

1۔ مضامین بہ لحاظ موضوع:

ایسے مضامین جن میں موضوع کی خاص اہمیت ہوتی ہے اور موضوع کے متعلق ہی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ موضوعاتی مضامین کہلاتے ہیں۔ ان میں موضوع سے متعلق مواد کو ترتیب و تسلسل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ ایسے مضامین کا بنیادی مقصد چنے گئے موضوع کے متعلق جامع انداز میں معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے اس طرح کے مضامین کے اقسام کی ذیل میں تشریح کی گئی ہے۔

1۔ علمی مضامین

ایسے مضامین کو جن میں کسی موضوع پر عالمانہ وحکیمانہ خیالات پیش کیے جاتے ہیں علمی مضامین کہا جاتا ہے۔ یہ مضامین وسیع مطالعے اور غور وفکر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان سے قاری کے علم میں بیش بہا اضافہ ہوتا ہے۔

2۔ سائنسی مضامین

یہ مضامین سائنسی موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ اور سائنسی موضوعات کے متعلق معلومات فراہم کرتے ہیں۔

3۔ مذہبی مضامین

ایسے مضامین جو مذہبی موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں مذہبی مضامین کہلاتے ہیں۔

4۔ تہذیبی مضامین

ان مضامین میں کسی ملک، سماج یا معاشرہ کے تہذیبی عناصر کو موضوع بنایا جاتا ہے۔

5۔ ادبی مضامین

ایسے مضامین جن میں ادب کی کسی صنف پر اظہار خیال کیا جاتا ہے ادبی مضامین کہلاتے ہیں۔

2۔ مضامین بہ لحاظ نوعیت یا اسلوب:

ایسے مضامین جن میں موضوع کی پیش کش کا انداز اہمیت رکھتا ہے کہ موضوع پر اظہار خیال کے لیے کس قسم کے اسلوب کی ضرورت ہوتی ہے۔ آیا وہ موضوع تحقیقی نوعیت کا متقاضی ہے یا تنقیدی یا پھر تاثراتی۔ آیئے ذیل میں اس قسم کے مضامین کی اقسام کا جائزہ لیں گے۔

1۔ تشریحی مضامین

ایسے مضامین میں کسی موضوع پر مفصل تشریحی انداز اپنایا جاتا ہے۔ تاکہ موضوع کے متعلق مکمل معلومات فراہم کیے جائیں۔

2۔ اطلاعی مضامین

ایسے مضامین جن میں مختلف موضوعات پر اطلاعات فراہم کی جاتی ہیں، اطلاعی مضامین کہلاتے ہیں۔ ایسے مضامین عموماً مختصر ہوتے ہیں۔

3۔ تجزیاتی مضامین

ایسے مضامین میں کسی خاص موضوع کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے اور موضوع کو مختلف اکائیوں میں تقسیم کر کے خاص ترتیب کے ساتھ تجزیہ کیا جاتا ہے۔

4۔ تحقیقی مضامین

کسی موضوع کا تحقیقی نقطۂ نظر سے جائزہ لے کر مواد کو مختلف دلائل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تاکہ صحیح نتائج اخذ کیے جاسکیں۔

5۔ تنقیدی مضامین

تنقیدی مضامین میں موضوع کا تنقیدی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جاتا ہے اور خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

6۔ سوانحی مضامین

سوانحی مضامین میں کسی شخصیت کے سوانحی حالات پیش کیے جاتے ہیں۔

7۔ تاثراتی مضامین

تاثراتی مضامین میں کسی شخصیت کے متعلق یا کسی تجربہ اور مشاہدہ کے متعلق تاثرات پیش کیے جاتے ہیں۔

11.4 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- مضمون جدید نثر کی ایک مقبول صنف ہے۔ خیالات کے اظہار اور ان کی ترسیل کے لیے یہ ایک مفید صنف ادب ہے جس میں زندگی سے جڑے تمام موضوعات پر اظہار خیال کیا جاسکتا ہے خواہ وسائنسی موضوعات ہوں کہ مذہبی یا پھر ادبی ہو کہ معلوماتی

ہر قسم کے موضوعات اس صنف ادب کا حصہ بن سکتے ہیں۔

- مضمون نگاری کو موجودہ زمانے میں غیر معمولی فروغ حاصل ہوا ہے۔ چھاپے خانے کی ایجاد نے رسالوں اور اخبارات کی اشاعت کی راہ ہموار کی۔ جس کی بنا پر اخبار اور رسالوں کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مضمون نویسی عام ہوئی اور اس مقصد کے لیے ہر موضوع پر مضامین لکھے جانے لگے۔
- عصر حاضر میں انٹرنیٹ پر ہر موضوع پر سینکڑوں مضامین پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آج کی جدید ترین معلومات کا ذریعہ یہ مضامین ہی ہیں۔
- مضمون ایک مختصر صنف ادب ہونے کے باوجود اس میں موضوع کا احاطہ بڑی گہرائی اور گیرائی سے کیا جاتا ہے۔
- موضوع کے متعلق اہم باتیں ایک تسلسل اور تعظیم کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔
- مضمون کی زبان سادہ اور سلیس ہوتی ہے اور انداز بیان میں علمی سنجیدگی ہوتی ہے۔ جیسے علمی مضامین، تحقیقی و تنقیدی مضامین سائنسی و مذہبی مضامین وغیرہ۔
- مضمون میں ابتدا سے لے کر اختتام تک موضوع کے متعلق ایک ہی خیال کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

11.5 مشکل الفاظ

ترسیل	بھیجنا	Sending / Dispatch
جامع	مکمل	Complete / Comprehensive
مقبول	پسندیدہ	Accepted / Popular / Favored
امتیاز	فرق، تمیز	Distinction / Difference
مربوط	وابستہ	Connected / Linked / Attached
احتراز	پرہیز	Caution / Avoidance
تصحیح	درست کرنا	Correction / Rectification
ترمیم	اصلاح	Amendment / Modification
شعبہ	Branch،شاخ	Branch / Department
ایجاد	نئی چیز بنانا	Invention / Creation
مختصر	چھوٹا	Short / Brief
دستیاب	حاصل ہونا	Available / Accessible
اپج	انوکھی بات	Novelty / New creation

تسلسل	سلسلہ وار بیان کرنا	Continuity / Sequence
وسیع	چوڑا	Wide / Spacious / Extensive

11.6 مشقیں

مشق 1: موبائل فون کے پانچ نقصانات بیان کیجیے۔

....

....

....

....

....

مشق 2: نیچے دیے گئے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

مضمون نگاری : ....

اختصار : ....

ایجاد : ....

مقبول صنف : ....

دستیاب : ....

11.7 نمونۂ امتحانی سوالات

11.7.1 معروضی سوالات:

(1) Essay کو اردو میں کیا کہتے ہیں؟

(a) عرضی (b) مضمون (c) داستان (d) خاکہ

(2) مضمون کتنے حصوں پر مشتمل ہوتا ہے؟

(a) چار (b) دو (c) تین (d) پانچ

(3) مضمون کی زبان کیسی ہونی چاہیے؟

(a) گنجلک (b) سادہ (c) مسجع و مقفیٰ (d) دقیق

(4) عام طور پر مضمون کو کتنے حصوں تقسیم کیا جاتا ہے؟

(a) ایک (b) دس (c) دو (d) پانچ

(5) جامع کے کیا معنی ہیں؟

(a) ادھورا (b) مکمل (c) ناقص (d) مختصر

11.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. مضمون کو بنیادی طور پر کتنے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ کون کون سے ہیں؟
2. بہ لحاظ موضوع مضمون کی کتنی اقسام ہیں۔ واضح کیجیے۔
3. بہ لحاظ اسلوب مضامین کی اقسام کی تشریح کیجیے۔
4. تحقیقی و تنقیدی مضامین کے فرق کی وضاحت کیجیے۔
5. تشریحی واطلاعی مضامین میں کیا فرق ہے؟

11.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

4. مضمون کی تعریف اور خصوصیات بیان کیجیے؟
5. مضمون کے مختلف اجزا کی وضاحت کیجیے۔
6. مضمون نویسی کے اصولوں پر روشنی ڈالیے۔

11.7.1 کے جوابات:

(i) B	(ii) C	(iii) B	(iv) C	(v) B

اکائی 12: انشاپردازی

اکائی کے اجزا

12.0 تمہید

12.1 مقاصد

12.2 انشاپردازی

12.2.1 انشاپردازی فن اور اصول

12.2.2 انشاپردازی میں غلطیوں کے اسباب

12.2.3 انشاپردازی کے نمونے

12.3 اکتسابی نتائج

12.4 مشکل الفاظ

12.5 نمونۂ امتحانی سوالات

12.0 تمہید

انسان اپنے احساسات وجذبات، خیالات وافکار کو گفتگو اور تحریر کے ذریعہ دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ گفتگو اور تحریر جتنی واضح اور خوبصورت ہوگی سننے والے اتنے ہی متاثر ہوں گے۔ جس طرح خطابت بولنے کا فن ہے اسی طرح انشاپردازی لکھنے کا فن ہے۔اس کے کچھ اصول ہیں جن سے واقفیت اور عملی مشق کے ذریعے اس فن کو نہ صرف سیکھا جاسکتا ہے بلکہ اس میں مہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

اس اکائی میں یہ بتایا گیا ہے کہ انشاپردازی کے فن اور اس کے اصولوں کی روشنی میں لکھنے کے دوران سرزد ہونے والی غلطیوں کو کیسے درست کیا جاسکتا ہے۔ آپ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ صرف مشق کے ذریعے ہی اچھی عبارت لکھنا سیکھ سکتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ معروف انشاپردازوں کی تحریروں کے مطالعہ سے نہ صرف ذوق میں اضافہ ہوگا بلکہ یہ مطالعہ اس فن کے سیکھنے میں معاون ثابت ہوگا۔ محنت وریاضت سے اپنے آپ کو اس قابل بنا سکتے ہیں کہ اپنی بات کو موثر انداز میں پڑھنے والے تک پہنچا سکیں۔

12.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ

- فن انشا پردازی، ادب اور عام زندگی میں اس کی اہمیت کو بیان کر سکیں۔
- انشا پردازی کے اصولوں پر اظہار خیال کر سکیں۔
- صحیح عبارت تحریر کر کے اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کے ہنر سے واقف ہو جائیں۔
- مشق کے ذریعے اپنی غلطیوں اور کمیوں کو درست کرنا سیکھ جائیں۔
- انشا پردازی کے اصولوں کی روشنی میں اپنی تحریروں کو خوبصورت و دلکش بنا سکیں۔

12.2 انشا پردازی

12.2.1 انشا پردازی فن اور اصول:

انشا پردازی لکھنے کا فن ہے۔ اسی فن کے ذریعہ سے انسان اپنی علمی و ادبی ہر قسم کی معلومات کو دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ اگر انسان میں لکھنے کا سلیقہ ہو تو وہ اپنی بات اپنے خیالات و افکار کو ایسے موثر انداز میں پیش کر سکتا ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کے دل و دماغ متاثر ہو جائیں۔ ادب کے علاوہ عام زندگی میں بھی انشا پردازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے ہم کسی کو خط لکھتے ہیں، موبائیل پر پیغام ٹائپ کر کے دوسروں کو بھیجتے ہیں، امتحان میں سوالات کے جوابات لکھتے ہیں، مضمون نگاری کے مقابلے میں حصہ لیتے ہیں، ان سب کاموں میں در حقیقت انشا پردازی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نیز دعوت نامہ تیار کرنا ہو کہ خط لکھنا، مبارک باد دینا ہو کہ وصیت لکھنا ان سب کے لیے انشا پردازی کا فن آنا ضروری ہے۔

اپنے خیالات کو دلنشیں پیرائے میں بیان کرنا ہر قلم کار کی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن اس میں مہارت کے لیے مشق درکار ہے۔ فن انشا پردازی صرف نظری علم کا نام نہیں ہے جو کتابیں پڑھنے اور غور و فکر کرنے سے حاصل ہو سکے۔ بلکہ یہ ایسا فن ہے جو حصول علم کے ساتھ لکھنے کی عملی مشق کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ محنت کی جائے گی اتنی جلدی یہ فن حاصل ہو گا۔

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو بعض علوم اور فنون میں بڑی مہارت ہوتی ہے۔ لیکن ان کو لکھنا نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ اپنے خیالات اور علمی تجربات کو دوسروں تک نہیں پہنچا سکتے۔ اس طرح ان کا علم و فضل غیر مفید چیز ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر اس کے برعکس لکھنے کا سلیقہ آتا ہو تو ان کے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ الغرض انشا پردازی ایک مفید اور بہترین فن ہے جس کا سیکھنا اور اس کی عملی مشق کرنا ہر پڑھے لکھے انسان کے لیے ضروری ہے۔

انشا پردازی کو عبارت آرائی بھی کہتے ہیں جس کا مطلب ہے عبارت (تحریر) کو سنوارنا۔ لفظوں سے جملہ بنتا ہے۔ جملوں سے

عبارت بنتی ہے۔ اچھی عبارت کے لیے ضروری ہے کہ جملے درست ہوں۔ لکھنے کے دوران تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(1) لفظ کا صحیح املا کیا ہے: صحیح املا سے مراد لفظ کو اس طرح لکھا جائے جس طرح لکھا جانا چاہیے۔

(2) لفظ کے جو معنی ہیں۔ اسی معنی میں لفظ کو جملے میں استعمال کرنا چاہیے۔

(3) تیسری بات میں قواعد، روز مرہ، محاورہ ان سب کا صحیح اور موزوں استعمال شامل ہے۔

فن خطابت میں جس طرح ایک عمدہ تقریر اپنی خوش ادائیگی سے مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے اسی طرح دلچسپ تحریر بھی اپنی تصویر دل پذیر سے قارئین کے دلوں کو مسخر کر لیتی ہے۔

مشقیں:

I۔ خالی جگہ کو پُر کیجیے۔

1۔ انشاپردازی............ہے۔

(الف) لکھنے کا فن (ب) مطالعہ کا ذوق (ج) تحقیق کرنا (د) تنقید کرنا

2۔ انشاپردازی میں مہارت کے لیے................. درکار ہے۔

(الف) محنت و لگن (ب) مشق (ج) ریاضت (د) تینوں

3۔ انشاپردازی کو.................. بھی کہتے ہیں۔

(الف) سخن فہمی (ب) عبارت آرائی (ج) قافیہ پیمائی (د) داستان گوئی

4۔ فن خطابت...................... کو کہتے ہیں۔

(الف) خطوط نگاری (ب) مکتوب نویسی (ج) تحریر کا فن (د) تقریر کا فن

5۔ انشاپردازی میں لفظ کے صحیح............کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(الف) معنی (ب) املا (ج) استعمال (د) تینوں

12.2.2 انشاپردازی میں غلطیوں کے اسباب:

کسی تحریر کو پڑھتے ہوئے بعض مرتبہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کہیں الفاظ کا املا غلط، کہیں جملہ غلط ہے۔ کہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والے نے موزوں لفظ استعمال نہیں کیا ہے وغیرہ۔ اس طرح کی غلطیاں کیوں ہوتی ہیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ذیل میں ہم انشاپردازی میں غلطیوں کے چند اسباب کا مطالعہ کریں گے۔

1۔ محدود مطالعہ:

زبان سیکھنے کے لیے مطالعہ بہت ضروری ہے۔ مطالعے کی عادت سے علمی و ادبی ذوق پیدا ہوتا ہے۔ انسان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کا شعور بڑھتا ہے اور زبان کی سطح پر اس کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ نئے نئے الفاظ سیکھتا ہے ان کے معنوں سے

واقف ہوتا جاتا ہے۔ الفاظ کے محل استعمال یعنی کس لفظ کو کہاں اور کس طرح استعمال کرنا ہے اس سے آگہی حاصل کرتا ہے۔ ایک لفظ کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ معنی کبھی کبھی آپس میں متضاد بھی ہوتے ہیں۔ اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہم کن معنوں میں اس لفظ کو استعمال کررہے ہیں۔ اس کے لیے لغت دیکھنے کی عادت کو معمول بنالینا چاہیے۔ کوئی نیا لفظ نظر آجائے تو فوراً لغت میں اس کے معنی دیکھ لینا چاہیے اور جملے میں کس معنی کے لیے اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اسے بھی خوب توجہ سے سمجھنا چاہیے۔ خصوصاً شاعری کے مطالعہ کے دوران۔

مطالعہ کی عادت سے ذخیرۂ الفاظ بڑھے گا تو آپ کے پاس کسی ایک بات کو بیان کرنے کے لیے کئی سارے الفاظ ہوں گے۔ جنھیں ہم مترادفات کہتے ہیں۔ جن کے استعمال سے آپ اپنی بات کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور موثر بناسکتے ہیں۔ اس کے برخلاف آپ کا مطالعہ محدود ہوگا تو آپ کو اپنی بات کہنے میں دقت محسوس ہوگی۔ آپ کے پاس مناسب الفاظ نہیں ہوں گے۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں وہ کہہ نہیں سکیں گے۔ اس طرح سے آپ کا علم، آپ کی معلومات، آپ کے خیالات وافکار دوسروں تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

2۔ قواعد سے ناواقفیت:

ہر زبان کے اپنے قواعد واصول ہوتے ہیں اس زبان میں گفتگو کرنے اور اپنی بات کو تحریری شکل میں پیش کرنے کے لیے ان اصول و قواعد کو سیکھنا لازمی ہے۔ قواعد سے ناواقفیت کے سبب جو غلطیاں ہوسکتی ہیں ان سے بچنے کے لیے کچھ بنیادی باتوں کی طرف یہاں اشارہ کیا جارہا ہے۔

1. جملے میں فعل، فاعل اور مفعول کی پہچان ضروری ہے۔
2. اسم اور اس کی اقسام کے متعلق معلومات
3. ضمیر اور اس کی اقسام
4. واحد اور جمع
5. اسم کی تذکیر و تانیث
6. بے جان اشیا کی تذکیر و تانیث
7. صفت
8. سابقہ اور لاحقہ
9. محاورے، ضرب الامثال
10. رموزواوقاف

ان تمام باتوں کو ہم مثالوں سے سمجھیں گے۔

1. جملے میں فعل، فاعل اور مفعول کی پہچان ضروری ہے:

جملے کی ساخت میں فعل، فاعل اور مفعول کو کیسے مناسب جگہوں پر لایا جانا چاہیے اور ان کی ترتیب قواعد کے مطابق ہونی چاہیے۔ جیسے راشد کتاب پڑھ رہا ہے۔ اردو میں فاعل (راشد) سب سے پہلے آتا ہے۔ پھر مفعول (کتاب) اس کے بعد فعل (پڑھ رہا ہے)۔

رہا راشد پڑھ کتاب ہے۔ یہ جملہ قواعد کی رو سے درست نہیں ہو گا۔ اسی طرح حامد نے باغ خریدا۔ اس جملے میں بھی پہلے فاعل (حامد) پھر مفعول (باغ) ہے اس کے بعد فعل (خریدا) ہے۔

اگر ہم اس جملے کو یوں کہیں، نے باغ خرید احامد۔ تو غلط ہو گا۔

مشق 1: فعل، فاعل اور مفعول کا استعمال کرتے ہوئے چار جملے لکھیے۔

....

....

....

....

2. اسم اور اس کی اقسام کے متعلق معلومات:

جملوں میں اسمِ عام اور اسمِ خاص کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جیسے

اسم عام: انسان کو محنت و لگن سے کام کرنا چاہیئے۔

اسمِ خاص: خالد کو اس کی محنت و لگن کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی۔

مشق 2: اسم عام اور اسم خاص کے استعمال سے چار جملے لکھیے۔

....

....

....

....

3. ضمیر اور اس کی اقسام:

یہ عبارت پڑھیے:

"گاندھی جی کو بابائے قوم کہا جاتا ہے۔ گاندھی جی نے ہمارے ملک کو انگریزوں سے آزاد کرایا۔ گاندھی جی امن پسند انسان تھے۔ گاندھی جی نے عدم تشدد کے ذریعے یہ لڑائی لڑی۔"

اس عبارت میں گاندھی جی کی تکرار ہو رہی ہے۔ جو سننے میں بھلی نہیں لگتی ہے۔ "ضمیر" کا استعمال کر کے اس تکرار سے بچا جا سکتا ہے۔ ضمیر وہ الفاظ ہیں جو اسم کے بجائے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے آپ، وہ، ان، انھیں، انھوں وغیرہ۔ یہی عبارت ضمیر کے استعمال کے ساتھ لکھی جائے تو کیسی لگے گی دیکھیے۔

"گاندھی جی کو بابائے قوم کہا جاتا ہے۔انھوں نے ہمارے ملک کو انگریزوں سے آزاد کرایا۔وہ امن پسند انسان تھے۔انھوں نے عدم تشدد کے ذریعے یہ لڑائی لڑی۔"

مشق 3: آپ بھی جملوں میں ضمیر کا استعمال کرتے ہوئے اپنی پسندیدہ شخصیت کے بارے میں ایک پیراگراف لکھیے۔

....

....

....

....

4.واحد اور جمع:

جملوں میں واحد جمع کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔اردو میں فعل کی بھی واحد جمع ہوتی ہے۔جیسے آیا(واحد) آئے(جمع)۔بولا (واحد) بولے(جمع)۔اسی طرح "تھا، ہے اور ہو گا" کی جمع "تھے، ہیں اور ہوں گے "ہو گی۔عام طور پر لوگ جملے میں اس کا خیال نہیں رکھتے اور غلطی کر جاتے ہیں۔ذیل کی مثالیں دیکھیے۔

(1) یہ ایک کتاب ہے۔ یہ دس کتابیں ہیں۔

(2) میرا ایک نوکر تھا۔ میرے دو نوکر تھے۔

(3) لڑکا آیا ہو گا۔ لڑکے آئے ہوں گے۔

مشق4:واحد جمع کے استعمال سے چار جملے بنائیے۔

....

....

....

....

5.اسم کی تذکیر و تانیث:

مونث مذکر کی پہچان بھی بہت ضروری ہے۔اردو میں فاعل کی جنس کے ساتھ فعل کی جنس بھی تبدیل ہوتی ہے۔جیسے:

مذکر: سراج کرکٹ کھیل رہا ہے۔

مونث: ثانیہ ٹینس کھیل رہی ہے۔

مذکر: لڑکے دوڑ رہے ہیں۔

مونث: لڑکیاں دوڑ رہی ہیں۔

6.بے جان اشیاء کی تذکیر و تانیث:

اردو زبان میں بے جان اشیا کو بھی تذکیر و تانیث کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جیسے:

مذکر: دروازہ بڑا ہے۔

مونث: کھڑکی بڑی ہے۔

مذکر: کپڑے سوکھ رہے ہیں۔

مونث: پیالیاں ٹوٹ گئیں۔

مشق:5 جاندار اور بے جان اشیاء میں مذکر و مونث کے استعمال سے چار چار جملے بنائیے۔

....

....

....

....

7.صفت:

چیزوں کی خوبیوں اور خصوصیات کو بیان کرنے کے لیے جن الفاظ کا استعمال ہوتا ہے اس صفت کہتے ہیں۔ موصوف (جس کی صفت بیان کی گئی ہو) کی جنس کے ساتھ صفت بھی مذکر یا مونث ہو جاتا ہے۔ جیسے:

ہمالیہ اونچا پہاڑ ہے۔

چار مینار اونچی عمارت ہے۔

دہلی بہت بڑا شہر ہے۔

آم بہت میٹھا ہے۔

مشق6:صفت کے استعمال سے چار جملے بنائیے۔

....

....

....

....

8.سابقہ اور لاحقہ:

سابقہ: لفظ سے پہلے چھوٹا سا لفظ یا حروف جوڑے جاتے ہیں جیسے: بے حد، پس ماندہ، بدنام، باخبر، پُر جوش

لاحقہ: لفظ کے آخر میں چھوٹا سا لفظ یا حروف جوڑے جاتے ہیں جیسے: عقل مند، آخر کار، نامہ بر، علم بردار، خوش نما۔

سابقوں اور لاحقوں کے استعمال سے خیالات کے اظہار میں بڑی سہولت ملتی ہے۔

مشق 7: سابقہ اور لاحقہ کے استعمال سے چار جملے بنائیے۔

....

....

....

....

9. محاوروں، ضرب الامثال:

محاوروں اور ضرب الامثال کے استعمال سے عبارت میں حسن پیدا ہوتا ہے۔

محاورہ: محاورہ الفاظ کے اس مجموعے کو کہتے ہیں جس میں الفاظ کسی مخصوص معنی کے لیے آئیں اور اصل معنی نہ دیں۔

1۔ آڑے ہاتھوں لینا: لتاڑنا۔

2۔ آسمان ٹوٹ پڑنا: سخت مصیبت پڑنا

3۔ پاپڑ بیلنا: نہایت محنت و مشقت کرنا

5۔ منہ پھیر لینا: بے اعتنائی کرنا، بے پروائی کرنا

ضرب الامثال: ایسے جملے جو مثل کے طور پر حسب موقع بولے یا لکھے جاتے ہیں۔ ان کو ضرب الامثال کہتے ہیں۔

1۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں: ضرورت مند کو جو مل جائے اس پر قناعت کر لیتا ہے۔

2۔ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں: صبر کی تلقین کرنے اور امید کو برقرار رکھنے کا مشورہ دیتے وقت اس کا استعمال ہوتا ہے کہ کبھی کبھی چیزیں انسان کو دیر سے ملتی ہیں مگر ملتی ہیں۔

3۔ اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی: برے کا انجام برا ہوتا ہے۔ برے کام کی سزا ملنے پر کہا جاتا ہے۔ خدا کی پکڑ خاموشی سے ہوتی ہے۔

4۔ گئے تھے روزے بخشوانے الٹی نماز گلے پڑی: کام کم کروانے کے لیے گئے تھے الٹا کام بڑھ جائے تو کہتے ہیں۔

مشق 8: محاوروں، ضرب الامثال کے استعمال سے چار جملے بنائیے۔

....

....

....

....

10. رموز واوقاف:

رموز واوقاف کے استعمال سے واقفیت بھی انشا پردازی کے فن کو نکھار سکتی ہے۔ رموز رمز کی جمع ہے، رمز اصول کو کہتے ہیں اور اوقاف جمع ہے وقفہ کی یعنی ٹھہراؤ، جملے میں ٹھہراؤ کے اصول کو رموز واوقاف کہتے ہیں۔ تحریر میں ان علامتوں کا عدم استعمال جملوں کو گنجلک اور ناقابلِ فہم بنا سکتا ہے اور کبھی کبھی فقرے یا جملے کے پورے پورے معنی متضاد رنگ اختیار کر سکتے ہیں۔

جیسے یہ جملہ دیکھیے:

پکڑو مت چھوڑو دیکھیے اس جملے میں سکتہ (٬) کے استعمال سے کیسے معنی بدل جاتے ہیں۔

پکڑو٬ مت چھوڑو (پکڑنے پر زور دیا جارہا ہے)

پکڑو مت٬ چھوڑو (چھوڑنے پر زور دیا جارہا ہے)

اس لیے رموز واوقاف کی علامتوں کے استعمال کو اتنی ہی اہمیت دینے کی ضرورت ہے جتنی کہ دیگر اجزاء کو دی جاتی ہے۔ اگلی اکائی یعنی اکائی 13 میں رموز واوقاف کی علامتوں اور ان کے محل استعمال کی تفصیل دی جارہی ہے۔ وہاں آپ تفصیل سے رموز واوقاف کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

3. تحریر میں بول چال کی زبان کے استعمال کے باعث ہونے والی غلطیاں:

تحریر میں بول چال کی زبان یا طرز کو استعمال کرنے سے غلطیاں سرزد ہوں گی۔ کیوں کہ گفتگو میں قواعد کا اس طرح سے لحاظ نہیں رکھا جاتا جس طرح تحریر میں رکھا جاتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اردو پر مقامی زبانوں کے اثرات بول چال میں واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ کہیں "نے" کا استعمال نہیں ہوتا، کہیں واحد جمع کی غلطیاں ہوتی ہیں۔ کہیں تذکیر و تانیث میں فرق نہیں کیا جاتا یا ان کو ایک دوسرے سے بدل دیا جاتا ہے۔ کہیں تلفظ کی غلطیاں ہوتی ہیں۔ جو تحریر میں آجائیں تو عبارت کی تفہیم کو مشکل بنا دیتی ہیں۔ یا اس کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ جیسے کوئی لکھنا چاہے کہ "بازار بہت شور ہے" اور چوں کہ اس کا 'ش' کا تلفظ درست نہیں ہے وہ شور کو سور کہتا ہے اور تحریر میں بھی یہ لکھے تو جملہ ہوگا "بازار بہت سور ہے" تو جملہ ناقابل فہم ہو جائے گا۔ اسی طرح حروف "خ، ق، ز، غ" وغیرہ کا تلفظ اگر درست نہ ہو تو "خوشی کو کھوشی، قاسم کو کاسم، زن کو جن، غزل کو گجل، مزاج کو مجاز بولے گا اور ویسا ہی لکھے گا۔ لہٰذا لکھتے وقت لفظ کی تحریری شکل اور اس کے صحیح تلفظ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

4. تحریر پر خاطر خواہ توجہ نہ دینا:

زبان سیکھنے کے لیے بڑے ادیبوں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے اور جب آپ خود لکھیں گے اس پر بھی توجہ دینا لازمی ہے۔ بے توجہی سے لکھی گئی تحریروں میں بہت سی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ اس لیے لکھتے وقت سکون و اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ لکھنا چاہیے اور لکھنے کے بعد اس کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ بار بار پڑھنے سے غلطیاں سمجھ میں آجائیں گی اور ان کو درست کرلیں گے تو آپ کی تحریر صاف ستھری اور واضح ہوگی، اس میں نکھار آجائے گا پڑھنے والے بھی آپ کے منشا تک بہ آسانی پہنچ پائیں گے۔

5. سہو اور قلم کی چوک:

اپنی لکھی ہوئی تحریروں کو کسی کے سامنے پیش کرنے سے قبل پڑھ لیں تو ان غلطیوں کو درست کیا جاسکتا ہے جو عجلت میں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس میں ایسا ہوتا ہے کہ لکھنے والا صحیح املا اور قواعد سے واقفیت تو رکھتا ہے لیکن جلد بازی میں کچھ کا کچھ لکھ جاتا ہے۔ دوبارہ پڑھنے سے یہ غلطیاں نظر آسکتی ہیں اور ان کی تصحیح کی جاسکتی ہے۔

مشق 9: صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ ذیل میں لاحقہ کونسا ہے؟

بدنام، باخبر، پُرجوش، عقل مند

(الف) بدنام (ب) باخبر (ج) پُرجوش (د) عقل مند

12.2.3 انشا پردازی کے نمونے:

یہاں پر اردو کے مشہور مصنفین کی تحریروں سے اقتباسات دیئے جارہے ہیں۔ آپ ان کا بہ غور مطالعہ کیجیے۔ اور سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ وہ کونسی چیزیں ہیں جو ان میں ادبی حسن اور اثر انگیزی پیدا کر رہی ہیں۔

خواجہ حسن نظامی اردو کے اہم انشائیہ نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی انشائیہ نگاری کا سب سے اہم وصف بے تکلفی اور بے ساختگی ہے وہ بظاہر بالکل معمولی عنوانات پر بڑی سلاست اور شستگی سے اظہار خیال کر کے 'الو' مچھر، جھینگر، مکھی کو بھی غیر معمولی بنادیتے ہیں۔ ہلکا سا فلسفیانہ رنگ اور سوز و گداز کی کیفیت اور زبان و انداز بیان کی شگفتگی انھیں پر لطف بنا دیتی ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کی تحریروں میں لطیف مزاح پایا جاتا ہے۔ انھوں نے معاشرتی اصلاح کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جس کا انسان اور اس کی زندگی سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً درج ذیل اقتباس میں وہ کہتے ہیں کہ انسان علم کو علم سمجھ کر نہیں حاصل کرتا بلکہ حصول روزگار کا ذریعہ سمجھ کر ڈگریاں حاصل کرنا چاہتا ہے اور علم حاصل کر بھی لیتا ہے تو اس پر عمل نہیں کرتا۔ اسی خیال کو خواجہ حسن نظامی ایک جھینگر کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں۔

> ''انسان مثل ایک جھینگر کے ہے جو کتابیں چاٹ لیتے ہیں سمجھتے بوجھتے خاک نہیں۔ یہ جتنی یونیورسٹیاں ہیں سب میں یہی ہوتا ہے۔ ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے علم کو علم سمجھ کر پڑھا ہو۔ جھینگر کی یہ بات سن کر مجھ کو غصہ آیا اور میں نے زور سے کتاب پر ہاتھ مارا جھینگر پھدک کر دوسری کتاب پر جا بیٹھا اور قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔ واہ خفا ہو گئے، بگڑ گئے۔ لاجواب ہو کر لوگ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔''

رشید احمد صدیقی چارپائی کو موضوع بنا کر اپنے انشا پردازی کے جوہر دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ''چارپائی اور مذہب ہم ہندوستانیوں کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ہم اس پر پیدا ہوتے ہیں اور یہیں سے مدرسے، آفس، جیل خانے، کونسل، یا آخرت کا راستہ لیتے ہیں۔ چارپائی ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی

ہے۔ ہم اس پر دوا کھاتے ہیں، دعا و بھیک بھی مانگتے ہیں۔ کبھی فکر سخن کرتے ہیں اور کبھی فکر قوم ۔ اکثر فاقہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ ہم کو چار پائی پر اتنا ہی اعتماد ہے جتنا برطانیہ کو آئی۔ سی۔ ایس پر، شاعر کو قافیہ پر اور طالب علم کو غل غپاڑے پر"

مختار مسعود قحط الرجال میں اچھے انسانوں کی کمی کو قحط الرجال قرار دیتے ہوئے فلسفیانہ انداز میں لکھتے ہیں:

"قحط میں موت ارزاں ہوتی ہے اور قحط الرجال میں زندگی، مرگ انبوہ کا جشن ہو تو قحط، حیات بے مصرف کا ماتم ہو تو قحط الرجال۔ ایک عالم موت کی ناحق زحمت کا دوسرا زندگی کی ناحق تہمت کا۔ ایک سماں حشر کا دوسرا محض حشرات الارض کا۔ زندگی کے تعاقب میں رہنے والے قحط سے زیادہ قحط الرجال کا غم کھاتے ہیں۔

بستی، گھر اور زبان خاموش۔ درخت، جھاڑ اور چہرے مرجھائے۔ مٹی، موسم اور لب خشک، ندی، نہر اور حلق سوکھے۔ جہاں پانی موجیں مارتا تھا وہاں خاک اڑنے لگی، جہاں سے مینہ برستا تھا وہاں سے آگ برسنے لگی۔ لوگ پہلے نڈھال ہوئے اور پھر بے حال۔ آبادیاں اجڑ گئیں اور ویرانے بس گئے۔ زندگی نے یہ منظر دیکھا تو کہیں دور نکل گئی، نہ کسی کو اس کا یارا تھا نہ کسی کو اس کا سراغ یہ قحط میں زمین کا حال تھا۔"

مشتاق احمد یوسفی نے اپنی تحریروں میں عام آدمی کو ہیرو بنا کر پیش کیا اور اس کو ہیرو بنانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے اتنی خوبصورت بات کہی ہے جس نے عام آدمی کو بے حد خاص بنا دیا۔ انشاپردازی کا کمال دیکھیے۔

" ان میں جو کردار مرکزی، ثانوی یا محض ضمنی حیثیت سے ابھرتے ہیں، وہ سب کے سب اصطلاحاً بہت "عام" اور سماجی رتبے کے لحاظ سے بالکل "معمولی" ہیں۔ اسی لیے خاص التفات اور تامل چاہتے ہیں۔ میں نے زندگی کو ایسے ہی لوگوں کے حوالے سے دیکھا، سمجھا، پرکھا اور چاہا ہے۔ اسے اپنی بدنصیبی ہی کہنا چاہئے کہ جن "بڑے" اور "کامیاب" لوگوں کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ انھیں بحیثیت انسان بالکل ادھورا، گرہ دار اور یک رخا پایا۔ کسی دانا کا قول ہے کہ جس کثیر تعداد میں قادر مطلق نے عام آدمی بنائے ہیں، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں بنانے میں اسے خاص لطف آتا ہے، وگرنہ اتنے سارے کیوں بناتا اور قرن ہا قرن سے کیوں بناتا چلا جاتا۔ جب ہمیں بھی یہ اتنے ہی اچھے اور پیارے لگنے لگیں تو جاننا چاہئے کہ ہم نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ "

12.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- اس اکائی میں ہم نے انشاپردازی کے حوالے سے انشا کے معنی و مفہوم کے بارے میں معلومات حاصل کیں، کہ انشا قواعد اور املا کی غلطیاں نہ کرتے ہوئے لکھنے کا ہنر ہے۔
- ادب اور عام زندگی میں انشاپردازی کی اہمیت و ضرورت کو جانا۔ انشاپردازی میں غلطیوں کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی۔
- عام طور پر درج ذیل اسباب کی بنا پر انشا میں غلطیاں ہوتی ہیں۔
- (1) محدود مطالعہ (2) قواعد سے ناواقفیت۔
- تحریر میں قواعد کی غلطیوں سے بچنے کے لیے جملے میں فعل، فاعل اور مفعول کی درست ترتیب، اسم اور اس کے متعلقات یعنی ضمیر، صفت، تعداد اور جنس کا صحیح استعمال، سابقوں لاحقوں، محاوروں اور روزمرہ کی درستگی اور رموز اوقاف کی پابندی ضروری ہے۔
- تحریر میں بول چال کی زبان کے استعمال کی وجہ سے انشا میں غلطیاں ہوتی ہیں۔
- تحریر پر خاطر خواہ توجہ نہ دینا، اور سہو اور قلم کی چوک کے سبب بھی انشاپردازی میں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

12.4 مشکل الفاظ

وصیت	زندگی کے آخری لمحوں کی ہدایت	Will / Testament
قادر مطلق	اللہ تعالیٰ	Almighty / Omnipotent
قرن ہا قرن	لمبی مدت	Centuries / Long period
قحط الرجال	قابل لوگوں کی کمی	Shortage of capable people / Lack of men
حشرات الارض	زمین کے کیڑے مکوڑے	Insects / Creeping creatures of the earth
فلسفیانہ	حکیمانہ	Philosophical / Wise
التفات	توجہ	Attention / Consideration
تامل	سوچ بچار	Reflection / Contemplation
اعتماد	بھروسہ	Trust / Confidence
دانا	عقلمند	Wise / Intelligent
ثانوی	دوسرا درجہ	Secondary / Second in rank

سوز	جلنا	Pain / Burning sensation / Passion
تعاقب	پیچھا کرنا	Pursuit / Following
شگفتگی	خوشی	Cheerfulness / Delight / Freshness
گنجلک	پیچیدہ	Complex / Complicated
ناقابل فہم	سمجھ سے باہر	Incomprehensible / Unintelligible
متضاد	الٹا	Opposite / Contradictory
تفہیم	سمجھانا	Explanation / Clarification
قہقہہ	بلند آواز سے ہنسنا	Loud laughter / Guffaw
لطف	مزہ	Pleasure / Enjoyment / Delight
حصول	حاصل کرنا	Acquisition / Attainment
فنون	فن کی جمع	Arts / Skills
معروف	مشہور	Famous / Well-known
معاون	مددگار	Assistant / Helper
دلنشیں	دل کو لبھانے والا	Pleasing / Charming

12.5 نمونہ امتحانی سوالات

12.5.1 معروضی سوالات:

(1) انشاپردازی....................ہے؟

(a) لکھنے کا فن (b) مطالعہ کا ذوق (c) تحقیق کرنا (d) تنقید کرنا

(2) انشاپردازی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے؟

(a) یاد کرنے کی (b) مطالعہ کی (c) محنت و لگن کی (d) قافیہ پیمائی کی

(3) زید نے گاڑی خریدی۔ اس جملے میں کون سا لفظ فعل ہے؟

(a) زید (b) خریدی (c) گاڑی (d) نے

(4) "آیا" کیا ہے؟

(a) فعل واحد (b) فعل جمع (c) مونث (d) صفت

(5) دانا کے کیا معنی ہیں؟

(a) بے وقوف (b) عقل مند (c) ناقص (d) چالاک

12.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. انشاپردازی کسے کہتے ہیں؟
2. انشاپردازی کے اصول بیان کیجیے۔
3. تحریر میں رموزواوقاف کے علامتوں کے استعمال کی ضرورت واہمیت پر ایک نوٹ لکھیے۔
4. کن چیزوں سے عبارت میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ان کے نام بتائیے۔
5. اس کی تذکیر تانیث کے طریقہ بیان کیجیے۔

12.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. انشاپردازی میں قواعد کے استعمال پر نوٹ لکھیے۔
2. اردو کے کسی ایک انشاپرداز کے فن سے متعلق اپنی معلومات قلمبند کیجیے۔
3. صحیح املا کسے کہتے ہیں مثالوں سے واضح کیجیے۔

12.5.1 کے جوابات:

(i) A (ii) C (iii) B (iv) A (v) B

بلاک IV

اکائی 13: عبارت آرائی

اکائی کے اجزا

13.0	تمہید
13.1	مقاصد
13.2	عبارت کی تعریف
13.3	اچھی عبارت کے لوازم
13.4	اچھی عبارت لکھنے کے لیے کن باتوں سے گریز کرنا چاہیے
13.5	رموزاوقاف
13.6	اکتسابی نتائج
13.7	مشکل الفاظ
13.8	نمونہ امتحانی سوالات

13.0 تمہید

ہم اگر یہ کہیں کہ عبارت لکھنا سانس لینے کی طرح ناگزیر ہے تو یہ بات کچھ غلط نہ ہو گی۔ عبارت لکھنے کی ضرورت زندگی میں قدم قدم پر پڑتی ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں ہم چھوٹی سے چھوٹی جماعت میں ہوں یا اعلیٰ سے اعلیٰ درجے میں ہر جگہ عبارت لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ عبارت لکھے بغیر کسی بھی امتحان میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ زندگی میں ہم کسی بھی پیشے سے وابستہ ہوں یا کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھیں، ہم کو ہر مقام پر عبارت لکھنی پڑتی ہے۔ ہم خواہ کسی بھی علم وفن کو اختیار کریں یا اس میں کمال پیدا کریں، جب کبھی ہم کو اپنا علم، اپنا فن یا اپنا کمال ظاہر کرنا ہو گا اس وقت عبارت ہی کو ذریعہ اظہار بنانا ہو گا تا کہ وہ ہر جگہ پہنچ بھی سکے اور محفوظ بھی رہ سکے۔ عبارت لکھے بغیر زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔

13.1 مقاصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- عبارت سے کیا مراد ہے، جان سکیں۔
- اچھی عبارت لکھنے کے لیے کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس کو بیان کر سکیں۔
- عبارت لکھتے وقت کن باتوں سے گریز کرنا چاہیے۔ اس کو سمجھ سکیں۔
- عبارت میں جو جملے استعمال ہوتے ہیں ان کے درمیان کس طرح کے وقفے دینے ضروری ہیں۔ اس سے واقف ہو سکیں۔
- عبارت لکھنے کے لیے جو بھی ضروری باتیں ہیں اس کو بیان کر سکیں۔

13.2 عبارت کی تعریف

عبارت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں لکھنا، تحریر کرنا۔ عبارت آرائی کا مطلب ہے تحریر کو سنوار کر لکھنا۔ یعنی خوب صورت زبان اور خوب صورت انداز اختیار کرنا۔ عبارت آرائی مفہوم کے اعتبار سے انشا کے ہم معنی ہے۔ انشا کے لغوی معنی کچھ بات دل سے پیدا کرنا ہے۔ گویا ایسی تحریر لکھنا جس میں نیا پن ہو وہ بھی انشا کی تعریف میں شامل ہو سکتا ہے۔ عبارت کے معنی تحریر اور مضمون کے ہیں۔

انشا اور عبارت میں طرزِ تحریر کا مفہوم بھی شامل رہتا ہے۔ عبارت اور انشا کے سلسلے میں عبارت آرائی اور انشا پردازی کے الفاظ ملتے ہیں۔ عبارت آرائی اور انشا پردازی میں مضمون کو سنوار کر لکھنے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔

13.3 اچھی عبارت کے لوازم

اچھی عبارت لکھنے کے بندھے ٹکے اصول نہیں ہیں۔ کوشش اور محنت سے اچھی عبارت لکھی جا سکتی ہے۔ اچھی عبارت لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیا جائے۔ اچھی عبارت پڑھنے سے اچھی عبارت لکھنا بھی آتا ہے۔ کیونکہ مطالعہ کرنے سے ہمارا ذخیرہ الفاظ بڑھتا ہے۔ ایک ہی معنی رکھنے والے کئی الفاظ ہوتے ہیں۔ لیکن کسی بات کو بیان کرنے کے لیے یا کسی خاص کیفیت کو ظاہر کرنے کے لیے ان میں سے صرف ایک ہی لفظ اس بات کو کیفیت یا حالت کو بیان کرے گا۔ کوئی دوسرا لفظ باوجود ہم معنی ہونے اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا تھا۔ جیسے سورج، خاور، خورشید، آفتاب ایک ہی چیز کے چار نام ہیں۔ لیکن "سورج نکل رہا ہے، کی جگہ اگر ہم خاور یا خورشید کہیں تو مفہوم تو ادا ہو جائے گا لیکن جملہ کچھ بناوٹی سا ہو جائے گا۔ جملے کی بے ساختگی میں فرق آجائے گا۔ "آفتاب" کا لفظ پھر بھی غنیمت رہے گا لیکن روانی پھر بھی نہیں رہے گی۔ اچھی عبارتیں یوں تو بے شمار ہوتی ہیں لیکن بہترین عبارت، صاحب طرز ادیب ہی لکھ سکتے ہیں۔ صاحب طرز ایسے ادیبوں کو کہتے ہیں جن کا طرز تحریر الگ پہچان لیا جاتا ہے۔ جن کی عبارت کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا لکھنے والا کون ہے۔ اردو کے مشہور صاحب طرز ادیبوں میں جن کو خاص شہرت حاصل ہوئی ان میں محمد حسین آزاد، مہدی افادی، مولانا ابوالکلام آزاد اور نیاز فتح پوری کے نام شامل ہیں۔ صاحبِ طرز ادیب کی عبارت آرائی میں ایک خاص لطف اور مزہ ہوتا ہے۔ ان کا طرز بیان انوکھا پن رکھتا

ہے۔ان کی عبارت میں ایک تازگی اور شگفتگی ہوتی ہے۔ خواہ وہ کسی موضوع پر بھی لکھیں کوئی بھی مدعا بیان کریں۔ان کی بات قابل توجہ بن جاتی ہے اوراہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ صاحبِ طرز کی بات کتنی اہم اور پر اثر بن جاتی ہے اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ محمد حسین آزاداور شبلی نعمانی ایک ہی موضوع پر لکھ رہے تھے۔موضوع فارسی شاعری کی تاریخ تھا۔شبلی خود بھی اعلیٰ درجے کے انشاپرداز اوراردو کے عظیم ادیبوں میں سے تھے۔جب ان کو اس بات کا علم ہو کہ وہ اور محمد حسین آزادایک ہی موضوع پر لکھ رہے ہیں تو وہ اپنے دوست مہدی افادی کو ایک خط لکھ کر اپنی تشویش کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"جانتا ہوں وہ(محمد حسین آزاد) تحقیق کے میدان کا مرد نہیں ہے لیکن گپیں بھی ہانک دیتا ہے تو وحی معلوم ہوتی ہے۔"

مطلب یہ کہ محمد حسین آزاد تحقیق میں ماہر نہیں یابلند درجہ نہیں رکھتے ہیں لیکن ادھر ادھر کی باتیں بھی کر دیتے ہیں جو تحقیق کے اعتبار سے اہمیت نہیں رکھتیں،اس کے باوجود ان کی باتیں ایک اثر رکھنے والی ہوتی ہیں جیسے آسمان سے اتر رہی ہوں۔طرز بیان کی اتنی اور ایسی اہمیت ہے۔اس لیے اعلیٰ درجے کی عبارتوں کا مطالعہ کرنا اچھی عبارت لکھنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔بلند پایہ عبارتوں کو بار بار پڑھنا چاہیے اور پوری توجہ اورانہماک کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔اچھی عبارتوں کو بار باراور غور سے پڑھنے سے آپ کی عبارت خود کس طرح اچھی بنتی ہے یہ بات غور طلب ہے۔اعلیٰ درجے کی اور بہترین عبارت پڑھنے کا پہلا فائدہ یہ ہو گا کہ آپ کا املادرست ہو جائے گا۔جس عبارت میں الفاظ کا املاہی صحیح نہ ہو تو اسے اچھی عبارت نہیں کہا جاسکتا۔

اچھی عبارت لکھنے کی پہلی شرط املاکا اچھاہونا ہے۔اچھاہونے کا مطلب املاکادرست اور صحیح ہونا ہے۔کیونکہ عبارت میں سب سے پہلے الفاظ ہی پر نظر جاتی ہے۔الفاظ ہی سے جملے بنتے ہیں اور جملوں کی ترتیب سے عبارت بنتی ہے۔عبارت چوں کہ جملوں سے بنتی ہے اس لیے الفاظ کے بعد جملوں کو صحیح ہونا چاہیے۔قواعد کے اعتبار سے ان میں کوئی جھول یا خرابی نہ ہو۔اگر یہ لکھیں"عورتیں آرہیں ہیں"تو جملے میں جھول ہو گا۔کیونکہ "رہیں"کی ضرورت نہیں۔"عورتیں آرہی ہیں" یہ جملہ درست ہو گا۔بعض وقت احترام کے لیے بھی ہم عبارت میں غلطی کر جاتے ہیں۔"بھائی صاحب اپنے خط میں لکھے ہیں" صحیح جملہ یہ ہو گا"بھائی صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہے۔"جیسے یہ جملہ بھی غلط ہو گا "اشعار کا انتخاب کیے ہیں"۔ صحیح جملہ ہو گا"اشعار کا انتخاب کیا ہے"۔غلط جملہ "کیا اچھی عبارت لکھے ہیں"۔ صحیح جملہ "کیا اچھی عبارت لکھی ہے"۔ان مثالوں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اچھی انشا کے لیے ضروری ہے کہ عبارت غلطیوں سے پاک ہو اور سادہ اور سلیس ہو۔

عبارت اچھی ہونے کی دوسری اہم شرط یہ ہے کہ وہ بامحاورہ ہو اورروز مرہ کے مطابق ہو۔محاورہ کے لغوی معنی بول چال،بات چیت کے ہیں لیکن محاورے کے اصطلاحی معنی ہیں اہل زبان کی بول چال یابات چیت یااسلوب بیان کے مطابق تحریر یاتقریر کاہونا۔علاحدہ علاحدہ لفظ محاورے کی تعریف میں نہیں آتے۔اس لیے محاورہ ہمیشہ دو یادو سے زیادہ الفاظ میں پایا جاتا ہے۔حالیؔ نے جیسا کہا ہے پانچ اور سات دو لفظ ہیں یہ ہیں جب علاحدہ علاحدہ لکھے یابولے جائیں گے تو محاورہ نہیں کہلائیں گے۔ان کو جب ملا کر بولا جاتا ہے جیسے پانچ سات تو یہ محاورہ کہلائیں گے۔محاورے کے لیے ایک اور بے حد ضروری شرط یہ ہے کہ وہ ایسے ہوں جن کو اہل زبان اسی طرح استعمال کرتے ہوں۔محاورے

قیاسی نہیں ہوتے یعنی پانچ سات پر قیاس کر کے سات نو یا چھے آٹھ اگر کوئی بنالے اور اس کو استعمال کرے تو اس کی زبان با محاورہ نہیں کہلائے گی کیونکہ اہل زبان اس کو اس طرح نہیں استعمال کرتے۔ یا پھر بلا ناغہ کی جگہ بے ناغہ روز بروز کی جگہ دن دن لکھنا غلط ہو گا کیونکہ اہل زبان اس طرح بولتے ہیں اور نہ لکھتے ہیں۔

"محاورے" کا لفظ ایک اور معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ الفاظ کے ایسے مجموعہ کو بھی محاورہ کہا جاتا ہے جب الفاظ حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر "اتارنا" کا لفظ حقیقی معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور مجازی معنوں میں بھی۔ کھونٹی سے کپڑے اتارنا، اونچے مقام سے کسی چیز کو اتارنا، لاری سے سامان اتارنا، وغیرہ یہاں اتارنا کا لفظ حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے برخلاف تصویر اتارنا، دل میں اتارنا، دل سے اتارنا، نقل اتارنا، کلائی اتارنا، اتارنے کا لفظ یہاں مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ کھانے کا لفظ جب کسی چیز کو حلق سے اتارنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے روٹی کھانا، چاول کھانا، دوا کھانا، میوہ کھانا وغیرہ تو اس کا استعمال حقیقی معنوں میں ہو رہا ہے۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں جیسے دھوکا کھانا، قسم کھانا، ٹھوکر کھانا، غم کھانا، ان سب الفاظ میں "کھانا" کا لفظ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اس طرح آپ نے دیکھا کہ محاورے کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ اہل زبان جس طرح زبان کو استعمال کرتے ہیں اسی طرح زبان کو استعمال کرنا محاورہ کہلاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اہل زبان جس طرح زبان کے الفاظ کو مجازی معنوں میں استعمال کرتے ہیں وہ بھی محاورہ کہلائے گا۔ ان دونوں میں فرق کرنے کے لیے ایک "روزمرہ" اور دوسرے کو "محاورہ" کہنا سہولت بخش ہوتا ہے۔

روزمرہ کی پابندی بے حد ضروری ہے۔ تحریر اور تقریر، نظم و نثر ہر قسم کی تحریر میں روزمرہ کی پابندی بے حد ضروری ہے۔ اگر عبارت میں روزمرہ کی پابندی نہ ہو تو کلام یا عبارت فصاحت کے درجے سے گر جائے گی۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے عام الفاظ اور زبان کو جس طرح اہل زبان استعمال کرتے ہیں اسی طرح الفاظ اور زبان کو استعمال کرنا روزمرہ کہلاتا ہے۔ حالیؔ نے اپنی کتاب "مقدمہ شعر و شاعری" میں دو جملے دیے ہیں۔ پہلا جملہ ہے کلکتے سے پشاور تک ساتھ آٹھ کوس پر ایک پختہ سرا اور ایک کوس پر مینار بنا ہوا تھا"۔ یہ جملہ روزمرہ کے مطابق نہیں ہے۔ یہ جملہ روزمرہ کے مطابق اسی وقت بنے گا جب اس جملے کو یوں لکھا جائے گا" کلکتے سے پشاور تک سات سات آٹھ آٹھ کوس پر ایک ایک پختہ سرا اور کوس کوس بھر پر ایک ایک مینار بنا ہوا تھا"۔ یا یہ جملہ "بخت جب سو گئے تب آنکھیں بیدار ہو گئیں"۔ یہ روزمرہ کے مطابق نہیں ہے۔ یہ جملہ روزمرہ کے مطابق ایک لفظ میں تھوڑی سی تبدیلی سے ہو جاتا ہے۔ "بخت جب سو گئے آنکھیں تب بیدار ہوئیں"۔ یا جملہ "ہاتھوں کے توتے اڑا کرتے ہیں"۔ روزمرہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ روزمرہ کے مطابق یہ جملہ اس وقت مناسب ہو گا جب اس کو یوں لکھا جائے گا "ہاتھوں کے توتے اڑ جاتے ہیں"۔ روزمرہ اور محاورے کی پابندی نہ ہو تو عبارت بری لگتی ہے۔ اچھی عبارت کے لیے روزمرہ اور محاورے کی پابندی لازمی ہے۔

تلمیح کا استعمال بھی عبارت میں معنوی وسعت اور لطف پیدا کرتا ہے۔ تلمیح کے لفظی معنی اچٹتی نگاہ ڈالنے کے ہیں۔ اسی معنویت سے تلمیح کے معنی ہوں گے کسی مشہور واقعے یا قصے کی طرف اشارہ کرنا۔ غالبؔ کا شعر:

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد
سر گشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

غالب نے اپنے اس شعر میں شیریں فرہاد کے مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرہاد کے سامنے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ اگر وہ پہاڑ کاٹ کر شیریں کے لیے دودھ کی نہر محل تک لائے گا تو شیریں کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ یوں فرہاد کوہ کن (پہاڑ کاٹنے والا) بن جاتا ہے۔ پورا پہاڑ تقریباً کاٹ چکتا ہے تو محل میں کھلبلی مچ جاتی ہے کہ وعدہ کے مطابق شیریں کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینا پڑے گا۔ محل میں خبر پھیلا دی جاتی ہے کہ شیریں کا انتقال ہو گیا اور بڑے ہی ڈرامائی انداز سے فرہاد کو یہ خبر پہنچائی جاتی ہے۔ فرہاد سچا عاشق تھا۔ اس نے جس تیشے (کلہاڑی۔ بسولا) سے پہاڑ تراشا تھا اسی تیشے سے اپنے سر پر اس شدت سے ضرب لگائی کہ وہیں ختم ہو گیا۔ غالبؔ نے تیشے اور کوہ کن کے الفاظ استعمال کر کے اس مشہور واقعے کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور فرہاد پر یہ چوٹ کی ہے کہ اس نے مرنے کے لیے ایک رسمی راستہ اختیار کیا۔

13.4 اچھی عبارت لکھنے کے لیے کن باتوں سے گریز کرنا چاہیے

اچھی عبارت لکھنے کے لیے "نے" کے غلط استعمال سے گریز کرنا بے حد ضروری ہے۔ "نے" کے استعمال میں ہم سے اکثر غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اردو قواعد میں فعل کی جو صورتیں ہوتی ہیں ان کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ فعل میں کسی کام کا ہونا یا کرنا پایا جاتا ہے۔ میں نے کتاب پڑھی۔ ریل آئی۔ وہ بیمار ہوا۔ اس فعل سے کام کا ہونا یا کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ کام کرنے والے کو فاعل کہا جاتا ہے۔ جب کسی چیز پر کام کے ہونے یا کرنے کا اثر پڑتا ہے، اسے مفعول کہتے ہیں۔ میں نے کتاب پڑھی۔ اس جملے میں "میں" فاعل ہے۔ "پڑھی" فعل ہے اور پڑھنے کا اثر "کتاب" پر پڑ رہا ہے۔ اس لیے کتاب "مفعول" ہے۔

فعل کی تین قسمیں ہیں:

(1) فعل لازم (2) فعل متعدی (3) فعل ناقص

(1) فعل لازم:

فعل لازم میں کام کرنے کا اثر کام کرنے والے تک محدود رہتا ہے۔ جیسے: احمد آیا۔ محمود گیا۔ وہ عالم ہے۔ محمود شہر میں رہتا ہے وغیرہ۔

(2) فعل متعدی:

اس فعل میں کام کا اثر فاعل سے مفعول تک پہنچتا ہے۔ جیسے: احمد نے خط لکھا۔ اس جملے میں احمد فاعل ہے، لکھا فعل ہے اور خط مفعول ہے۔

(3) فعل ناقص:

فعلِ ناقص کسی پر اثر نہیں ڈالتا بلکہ کسی اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے: احمد بیمار ہے۔ وہ خوب صورت ہے۔ وہ چالاک ہے۔ راشد

ہنسا۔ بچے سو گئے۔ وزیر عقلمند تھا۔ وغیرہ

فعل لازم اور فعل ناقص میں "نے" کا استعمال نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ فعل لازم سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نے کام کیا، اس کا اثر کام کرنے والے تک محدود ہوتا ہے۔ اسی طرح فعلِ ناقص بھی کسی پر اثر نہیں ڈالتا بلکہ صرف کسی اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ البتہ فعل متعدی میں فاعل یعنی کام کرنے والا بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی ہوتا ہے، جس پر کام کا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے "نے" کا استعمال فعل متعدہ میں ہوتا ہے۔ جیسے: احمد نے خط لکھا، میں نے کتاب کا مطالعہ کیا، حامد نے روٹی کھائی۔ عبد الحق نے کتاب لکھی۔

مناسب الفاظ کا انتخاب: اچھی نظم ہو یا اچھی نثر مناسب الفاظ کا انتخاب بے حد ضروری ہے۔ اسی لیے شاعری کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ "بہترین الفاظ کی بہترین ترتیب شاعری ہے۔ اور اچھی نثر کے لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مناسب الفاظ کی مناسب ترتیب نثر ہے۔ کیونکہ اگر ہم الفاظ کا مناسب انتخاب نہ کریں تو عبارت بے لطف بلکہ ناگوار بن جاتی ہے۔ آج کل غیر ضروری طور پر انگریزی الفاظ کا استعمال کر کے عبارت کو بھدا بنا دیا جاتا ہے۔ جیسے یہ جملہ: صبح میں واک کو گیا، وہاں سے آکر باتھ لیا پھر بریک فاسٹ لیا۔ ایسے جملے کو نہ تو اردو کا جملہ کہا جاسکتا ہے نہ انگریزی کا۔ اگر اس جملہ کو یوں لکھا جائے: صبح میں نے چہل قدمی کی، نہایا اور پھر ناشتہ کیا۔ غیر ضروری انگریزی الفاظ کا استعمال اگر نہ کیا جائے تو عبارت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح زائد الفاظ سے بھی بچنا چاہیے۔ پہلے جملے میں "وہاں سے آکر" کہنے یا لکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ زائد الفاظ کے ساتھ الفاظ کی تکرار سے بھی بچنا چاہیے۔ کم سے کم الفاظ میں اور مختصر طور پر اپنا مدعا بیان کر دینا چاہیے۔ جملوں میں لفظ ضرور پر غور کیجیے۔

> "میں نے تمھیں لکھنے کا وعدہ ضرور کیا تھا، میں اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا لیکن اتنے ضروری کام ایک ساتھ آگئے، تمھیں بتاؤ کیا کرتا، کاموں کی زیادتی کی وجہ سے بے بس ہو گیا، اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمھیں ضرور خط لکھتا اور اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا۔" یہ جملہ غیر ضروری طویل ہے، بعض الفاظ بار بار دہرائے گئے ہیں۔ حالانکہ مطلب اختصار کے ساتھ یوں لکھا جاسکتا تھا: "میں نے خط لکھنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن کاموں کی زیادتی کی وجہ سے وعدہ پورا نہ کر سکا"۔

اسی ادق اور بھاری بھر کم اور مشکل الفاظ سے بچنا چاہیے اور سادہ اور سلیس زبان میں اپنی بات بیان کرنی چاہیے۔ ایک دلچسپ واقعہ سنیے، یہ وہ زمانہ ہے جب سواری کے لیے گھوڑے استعمال ہوتے تھے۔ ایک صاحب نے اپنے پڑوسی سے گھاس منگوائی تاکہ وہ اپنے گھوڑے کو ڈال سکیں۔ جس کے جواب میں انھوں نے لکھا،

> "ہمارے متبن میں اتنی تبن بھی نہیں ہے کہ عصافیر اپنی مناقیر میں لے کر سقفِ خانہ میں آشیانہ بنا سکیں"۔

اگر سادہ زبان میں اس کو لکھیں تو ایسا لکھنا پڑے گا، "ہمارے گھاس خانے میں اتنی گھاس بھی نہیں ہے کہ چڑیا اپنی چونچوں میں لے کر گھر کی چھت میں گھونسلا بنا سکیں، اوپر کی عبارت میں تو اتنے ثقیل اور ادق الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے لغت دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس عبارت کو اگر سادہ الفاظ میں بھی لکھا جاتا تو اس میں بھی الفاظ کی فضول خرچی ملتی ہے۔ اس مطلب کو بہت ہی

مختصر طور پر یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ: ہمارے پاس گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں ہے، اس سے بھی مختصر طور پر یوں لکھا جا سکتا ہے، ہمارے پاس بھی گھاس نہیں ہے"۔ مشکل الفاظ استعمال کرنے سے بچنا چاہیے۔ کم سے کم الفاظ میں مطلب کو ادا کر دینا بھی بلاغت یا اعلیٰ درجے کی خوش بیانی یا اعلیٰ درجے کی عبارت کی ایک خصوصیت ہے۔

بعض وقت جملہ معترضہ لکھنا پڑتا ہے، جملہ معترضہ ایسے جملے کو کہتے ہیں جو عبارت یا جملہ کا لازمی حصہ نہ ہونے کے باوجود اس سے کسی بات کی وضاحت ہوتی ہے یا جس کا حوالہ دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ بات زیادہ صاف ہو جائے۔ مثلاً

"آبِ حیات (محمد حسین آزاد کی کتاب) کا حاصل کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے"۔ جملہ معترضہ استعمال کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جملے میں بے ربطی پیدا نہ ہو۔ "احمد خاں (جو آپ کے بھی دوست ہیں) نے کہا ہے کہ وہ کل آئیں گے"۔ اس جملے میں "نے" اپنی صحیح جگہ پر نہیں ہے۔ اس جملے میں سے اگر احمد خاں کو نکال دیا جائے تو جملہ یوں ہو جائے گا: جو آپ کے بھی دوست ہیں نے کہ ہے کہ وہ کل آئیں گے۔ اس کے برخلاف پہلے جملے میں اگر "آبِ حیات" کو نکال بھی دیا جائے تو جملہ بے ربط نہیں ہو گا، "آب حیات" کے نکلنے کے بعد جملہ ہو گا: محمد حسین آزاد کی کتاب کا حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

13.5 رموزِ اوقاف

رمز کے معنی راز، اشارہ یا علامت کے ہیں۔ رمز کی جمع رموز ہے۔ یہاں رموز سے مراد وہ علامتیں ہیں، جو عبارت میں لگائی جاتی ہیں۔ وقفہ کی جمع اوقاف ہے۔ عبارت میں جہاں رکنا پڑتا ہے اس کو وقفہ کہتے ہیں۔ اوقاف کا مطلب بھی وہ علامتیں ہیں جن سے ایک جملے کو ختم ہونے اور جملے کے مختلف حصوں کو صحیح طور پر پڑھنے میں مدد ملتی ہے۔ رموزِ اوقاف سے عبارت کا مطلب زیادہ واضح ہوتا ہے اور اس کے مطلب کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جو رموزِ اوقاف اردو میں استعمال کیے جاتے ہیں ذیل میں ان کے نام اردو کے ساتھ انگریزی میں بھی دیے گئے ہیں۔

نام		علامت
سکتہ (چھوٹا ٹھہراؤ)	Comma	(،)
وقفہ (ٹھہراؤ)	Semi Colon	(؛)
رابطہ	Colon	(:)
ختمہ	Full Stop	(۔)
واوین	Inverted Comma	(" ")
فجائیہ	Note of Exclamation	(!)
سوالیہ	Note of Interrogation	(؟)
قوسین	Brackets	[( )]

13.5.1 علامتوں کے استعمال کا طریقہ:

عبارت لکھنے کے دوران مختلف موقعوں پر الگ الگ علامتیں یا رموزاوقاف استعمال کیے جاتے ہیں۔ علامتوں کا استعمال ضروری ہے تاکہ عبارت کا مفہوم زیادہ سے زیادہ واضح ہوسکے۔ ذیل میں ان کے استعمال کی تفصیل دی جاتی ہے۔

سکتہ (چھوٹا ٹھہراؤ) Comma (،)

یہ سب سے چھوٹا ٹھہراؤ یا وقفہ ہے جو بہت زیادہ استعمال میں آتا ہے۔ ذیل میں ان موقعوں کی تفصیل دی گئی ہے، جہاں یہ استعمال ہوسکتا ہے:

1۔ دو اسم ضمیروں کے بیچ میں جو ایک دوسرے کا بدل ہوں جیسے جہانگیر، ابن اکبر، شہنشاہ ہندوستان

2۔ ندائیہ الفاظ کے بعد: یا اللہ، برائیوں سے مجھے بچا، سیدھے راستے پر چلا۔ جنابِ صدر، خواتین و حضرات

3۔ مختلف ناموں یا صفات کے درمیان: کلکتہ، بمبئی، مدراس اور حیدرآباد ہندوستان کے بڑے اور اہم شہر ہیں۔ غالبؔ اردو کے عظیم، باکمال، بے نظیر اور منفرد شاعر تھے۔

4۔ ایک طرح کے جملوں میں سکتہ استعمال ہوتا ہے۔ عیش و عشرت میں، غیظ و غضب میں اللہ کو نہیں بھولنا چاہیے۔

5۔ جملے کے ایسے اجزاء جن میں کسی بات کی تشریح ہوتی ہے، سکتہ استعمال کیا جاتا ہے۔ چار مینار کے مینار، تین سو فٹ بلند، کلس دار اور گول ہیں۔

6۔ ایسے چھوٹے جملے جو کسی بڑے جملے کے جزو ہوں، ان میں سکتہ استعمال کیا جاتا ہے: میں کالج سے بازار گیا، کتابیں خریدیں، پھل خریدے، اب گھر جاؤں گا۔

7۔ سادہ جملوں کے درمیان جب ایک ہی کیفیت کا بیان ہو: آج بارش ہوئی، ننھی بوندیں گریں، مطلع تمام دن ابر آلود رہا۔

8۔ ایسے جملے جن میں اچھی صفت بیان کرنے کے ساتھ، کسی کمزور صفت کو بیان کرنا ہو جیسے۔ زید بہت ہی محنتی آدمی ہے، لیکن ضرورت سے زیادہ چالاک۔

9۔ جب کسی جملے میں کوئی عمل بتایا جائے اور دوسرے میں اس کی وجہ بتائی جائے تو ایسے دو جملوں میں بھی سکتہ آئے گا۔ اس سے ملاقات نہیں ہوسکی، جب میں وہاں پہنچا تو وہ جاچکا تھا۔

10۔ کوئی عمل دکھایا جائے اور دوسرے جملے میں اس کا انجام تو ان دو جملوں میں بھی سکتہ استعمال کیا جاتا ہے۔ میں بھاگتے، بھاگتے، تھک گیا۔ میں لکھتا گیا، لکھتا گیا، یہاں تک کہ روشنائی ختم ہوگئی۔

11۔ جب جملہ کسی لفظ سے شروع اور بعد میں اس کے تعلق سے کوئی خبر یا اطلاع دی گئی ہو تو اس صورت میں بھی سکتہ آئے گا:۔ مراۃ العروس، اردو کا پہلا ناول ہے۔ بانگِ درا، اقبال کا پہلا مجموعہ کلام ہے۔ 1947 ہندوستان کی آزادی کا سال ہے۔

12۔ جملے میں جب کسی لفظ پر زور دینا ہو، اس وقت بھی سکتہ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے:

نہیں بہار کو فرصت، نہ ہو، بہار تو ہے

وہ بات، سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا

وہ بات، ان کو بہت ناگوار گزری ہے

وقفہ (ٹھہراؤ) Semi Colon (؛)

سکتے میں ذرا سا ٹھہراو ہوتا ہے لیکن اس زیادہ ٹھہراو کی ضرورت ہوتی ہے تو وقفہ لگایا جاتا ہے، ذیل کی عبارت سے معلوم ہو گا کہ کہاں سکتہ لگانا چاہیے اور کہاں وقفہ؛

1۔ جملے جب لمبے لمبے ہوتے ہیں تو اس کے مختلف حصوں کو علاحدہ کرنے کے لیے تاکہ جو بات کہی جا رہی ہے وہ واضح ہو جائے اور ایک بیان دوسرے بیان سے مل نہ جائے، ایسے موقعوں پر سکتے کے ساتھ وقفے بھی لگائے جاتے ہیں:

جنگ آزادی نے اس زمانے میں زور پکڑا، جب گاندھی جی انگلستان سے ہندوستان واپس ہوئے؛ یہ وہ زمانہ تھا، جب خلافت تحریک شروع نہیں ہوئی تھی؛ لیکن جیسے ہی خلافت تحریک شروع ہوئی، گاندھی جی نے بھی خلافت تحریک کی نہ صرف تائید کی، بلکہ اس تحریک کو اپنا لیا؛ کیونکہ یہ تحریک انگریزی حکومت کے خلاف تھی۔

2۔ جملوں کے مختلف اجزا پر جب کبھی تاکید دینا مقصود ہوتا ہے، وہاں بھی وقفے استعمال ہوتے ہیں:

برا کہو، نہ برا سنو؛ غلط راستے پر جانے والے کو روکو؛ اور غلطی کرنے والے کو معاف کر دو۔

3۔ جملے کے طویل اجزا کے درمیان جہاں اس لیے، اگرچہ، لہٰذا، چونکہ، چنانچہ کا استعمال ہو؛ وہاں بھی وقفے کی علامت لگانا چاہیے۔ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جب چھوٹے چھوٹے جملوں کو ملانا ہو وہاں سکتہ لگانا چاہیے۔

(1) کسی خاص مقصد کو پیش نظر رکھ کر ادب کی تخلیق کو برا سمجھا جاتا ہے، یا کسی خاص نقطہ نظر کی ترویج واشاعت کے لیے کوئی ادبی تخلیق کی جائے؛ حالانکہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جہاں کی زندگی کا ہر پہلو قابل اصلاح ہے، اس لیے ادب کو بامقصد طور پر کام میں لانے کی بڑی ضرورت ہے؛ تاکہ ادب ایک مفید کام انجام دے سکے۔

رابطہ Colon (:)

وقفے کے ٹھہراو سے زیادہ رابطہ ٹھہراو ہوا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے انگریزی میں وقفے کو Semi Colon (آدھا ٹھہراو) اور رابطہ کو Colon (پورا ٹھہراو) کہا جاتا ہے:

1۔ رابطہ اس وقت لاتے ہیں جب بیان کردہ خیال کی مزید توضیح اور تشریح مقصود ہو۔

2۔ کسی مقولے یا کہاوت کو بیان کرنا ہو تو تمہیدی جملے کے بعد رابطہ لگاتے ہیں۔

غالبؔ کا یہ قول ہے: تنگ دستی اگر نہ ہو غالبؔ، تندرستی ہزار نعمت ہے۔

یہ کتنی اچھی کہاوت ہے: ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

اقتباس نقل کرنے کے لیے، تشریح اور تفسیر کے لیے کسی بات کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے بھی رابطہ لگایا جاتا ہے۔

ختمہ **Full Stop** (۔) جملہ جب مکمل ہو جاتا ہے تو یہ علامت (۔) لگائی جاتی ہے، یہ ختمہ جملے کے ختم ہونے کی علامت ہے۔

ایسا شعر کہنا جس کو ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگ یکساں طور پر سمجھ سکیں، بہت مشکل ہے۔

1۔ جب کوئی طویل نام ہو تو اس کے حروف لکھ دیتے ہیں، ایسے ہر حرف کے بعد ختمہ لگایا جاتا ہے۔ یو۔ جی۔ سی (یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن)، ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی وغیرہ۔

واوین **Inverted Comma** (" ") واوین اس وقت استعمال کرتے ہیں جب دوسرے کی لکھی ہوئی عبارت یا قول یا الفاظ اپنی عبارت لکھنے کے دوران شامل کرتے ہیں۔

حالیؔ اپنی مشہور و معروف کتاب "مقدمہ شعر وشاعری" میں لکھتے ہیں:

"شعر کی تاثیر کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ سامعین کو اکثر اس سے حُزن یا نشاط یا جوش یا افسردگی، کم یا زیادہ ضرور پیدا ہوتی ہے کہ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر اس سے کچھ کام لیا جائے تو وہ کہاں تک فائدہ پہنچا سکتا ہے"۔

فجائیہ **Exclamation mark** (!)

ایسے الفاظ یا جملوں کے بعد فجائیہ علامت لگائی جاتی ہے، جن کے ذریعہ کسی جذبے کا اظہار ہو، یہ جذبہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، جیسے: حیرت، استعجاب، غصہ، حقارت، خوف وغیرہ۔

(ا) واہ! کیا انداز ہے۔ (ب) بس! آگے کچھ نہ کہیے۔ افوہ! تکلیف بیان سے باہر ہے۔

فجائیہ کو ندائیہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ کسی بات کے اعلان کرتے وقت بھی یہی علامت لگائی جاتی ہے۔ اوپر کے جملوں میں بھی کسی نہ کسی جذبے کا اعلان ہو رہا ہے۔ اسی طرح: حامد! ادھر آو۔ خبردار! وہاں کوئی نہ جائے۔

سوالیہ **Introgation Mark** (؟)

اس علامت سے تو ہم خوب واقف ہیں کیونکہ امتحانات کے ہر پرچے میں ہر ایک سوال کے بعد یہ علامت لگائی جاتی ہے، جیسے: غالبؔ کو اردو کا عظیم شاعر کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے علاوہ کوئی بھی سوال کرنا ہو تو یہ علامت لگائی جاتی ہے، جیسے: اس کی قیمت کیا ہے؟ یہ کتاب کس نے لکھی ہے؟ وغیرہ۔

قوسین **Brackets** [( )]

جملہ معترضہ کے پہلے اور آخر میں یہ علامتیں لگائی جاتی ہیں:

میرے مکان کا پچھلا حصہ (جہاں اب دو کمرے تعمیر ہو رہے ہیں) بہت کشادہ ہے۔ قوسین کا استعمال وہاں بھی ہوتا ہے جہاں زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو۔

میں نے احمد کو 2000 (دو ہزار) روپے دیے۔ گِل (گ کے نیچے زیر) کے معنی مٹی ہیں۔ گُل (گ پر زبر) کے معنی پھول ہیں۔

پارہ بندی (Paragraphing)

اچھی عبارت لکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اپنی عبارت کو مختلف پاروں میں لکھیں۔ ایک پارے میں کسی بات کی تفصیل ملتی ہے دوسرے پارے میں اسی سلسلے کی دوسری بات بیان کی جاتی ہے۔ تیسرے پارے میں پہلے دو پاروں میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں، اس تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے تیسری بات بیان کی جاتی ہے۔ یوں موضوع اور مضمون کے تقاضے کے مطابق جتنے چاہیں پارے بنا سکتے ہیں۔ ذیل کی عبارت سے پارہ بندی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:۔

فرانس کے بادشاہ نے ایک ایسا قانون نافذ کر دیا، جس میں عوام کی تحریر و تقریر کی آزادی پر پابندی عائد ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ سے عوام میں بڑا اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی۔ اس زمانے کے شاعروں نے اس کے خلاف نظمیں لکھیں۔ ان میں سے دو نظمیں اس قدر مقبول ہوئیں کہ جہاں بھی لوگ جمع ہوتے یہ نظمیں گائی جاتی تھی۔ ان نظموں میں عوام کو بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے پر اکسایا گیا تھا۔

اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ میں شاعری سے بڑے بڑے کام لیے گئے تھے۔ یوروپ کے کئی شاعروں نے اپنی شاعری سے سماجی، سیاسی اور اخلاقی فائدے اپنی قوم کو پہنچائے ہیں۔ ایشیا کی شاعری میں ایسی مثالیں گو بہت کم ملتی ہیں، لیکن ایسے بہت واقعات ملتے ہیں، جن سے شعر کی اثر انگیزی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اوپر کی عبارت میں پہلے پارے میں فرانس میں تحریر و تقریر کی آزادی حاصل کرنے کے لیے شاعری سے جو کام لیا گیا تھا، اسی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے پارے میں یہ کہا گیا ہے کہ شاعری سے یوروپ والوں نے بہت سے فائدے حاصل کیے ہیں۔ تیسرے پارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ایشیا میں شاعری سے یوروپ جیسے کام نہیں لیے گئے، لیکن بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے شاعری کی اثر انگیزی نمایاں ہوئی ہے۔ اس طرح عبارت میں پارہ بندی لازمی اور ضروری ہے۔

13.6 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں۔

- تحریر اور تقریر کی انسانی زندگی میں بے حد اہمیت ہے۔ اپنے خیالات دوسروں تک اور دوسروں کے خیالات ہم تک تقریر و تحریر کے ذریعے ہی پہنچتے ہیں۔ اس لیے عبارت اور انشا ہماری زندگی کے لیے لازمی اور ضروری ہیں۔
- یہ عبارت اور انشا عربی کے الفاظ ہیں دونوں کا مضمون تحریر ہے۔ اچھی عبارت لکھنے کے لیے املا اور انشا کا بے عیب ہونا ضروری ہے۔ املا درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو لفظ عام و خاص جس طرح لکھتے ہیں یا لغت میں جو جس پایا جاتا ہے اس کو اسی طرح لکھیں۔
- املا کے بعد اچھی عبارت کے لیے یہ ضروری ہے کہ جملے قواعد کے اعتبار سے صحیح ہوں۔ اگر یہ لکھیں: "عورتیں آرہیں ہیں"۔ تو یہ غلط ہو گا۔ "عورتیں آرہی ہیں" یہ صحیح ہو گا۔

- اچھی عبارت کے لیے یہ بھی بے حد ضروری ہے کہ زبان بامحاورہ ہو اور روز مرہ کے مطابق ہو۔
- روز مرہ کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ زبان جس طرح زبان کو استعمال کرتے ہیں اسی کے مطابق زبان لکھی اور بولی جائے۔
- عبارت کی زبان میں جب روز مرہ کی پابندی نہیں ہوتی تو وہ زبان فصیح بھی نہیں ہو گی۔ فصاحت کا مطلب ہے، زبان میں روانی ہو الفاظ کو ادا کرنے میں مشکل نہ ہو بلکہ خوش کلامی اور خوش بیانی کا احساس ہو۔
- محاورے کے ایک معنی یہ ہیں کہ اہلِ زبان جس طرح زبان کو بولتے ہیں اس طرح زبان استعمال کی جائے جس میں روز مرہ شامل رہتا ہے۔ محاورے کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ زبان کے الفاظ کو حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال کیا جائے۔ "اتارنا، حقیقی معنوں میں یعنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے لانا۔ کھونٹی پر سے کپڑے اتارنا، لاری سے سامان اتارنا وغیرہ، لیکن "اتارنا" جب مجازی معنوں میں استعمال ہو گا ہے تو وہ محاورہ کہلاتا ہے۔ دل سے اتارنا، دل میں اتارنا، نقشہ اتارنا ان کو بھی محاورہ کہا جاتا ہے۔ اس طرح مجازی معنوں میں الفاظ کا استعمال بھی محاورہ کہلاتا ہے۔
- تلمیح کے استعمال سے بھی عبارت اچھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ چند الفاظ استعمال کرنے سے عبارت یا شعر کے معنوں میں بڑی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ تلمیح کے استعمال سے کسی مشہور واقعہ کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔
- اچھی عبارت لکھنے کے لیے "رموز واوقاف" کا صحیح استعمال بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ رموز واوقاف یا علامتوں کے استعمال سے عبارت کا مفہوم بے حد واضح اور صاف ہوتا ہے۔ اہم علامتیں یہ ہیں:

سکتہ (،) = یہ سب سے چھوٹا ٹھہراو یا وقفہ ہے جو بہت استعمال ہوتا ہے۔ یہ اکثر دو لفظوں کے بیچ میں استعمال ہوتا ہے۔

وقفہ (؛) = سکتے سے زیادہ ٹھہراو کی جب ضرورت ہوتی ہے تو وقفہ (؛) لگایا جاتا ہے جملے کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کے لیے یہ استعمال کیا جاتا ہے۔

رابطہ (:) = جب مزید کچھ کہنا ہو، کہی ہوئی بات کی تشریح مطلوب ہو تو رابطہ لگاتے ہیں۔

ختمہ (۔) = جب جملہ مکمل ہو جاتا ہے تو ختمہ لگایا جاتا ہے۔

واوین (" ") = عام طور پر واوین اس وقت استعمال کرتے ہیں جب دوسروں کی عبارت یا قول یا جملہ اپنی عبارت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

فجائیہ (!) = کسی بھی جذبے کے اظہار کے لیے جو لفظ یا الفاظ لکھے جاتے ہیں اس کے بعد فجائیہ کی علامت لگائی جاتی ہے۔ کسی کو آواز دینے یا پکارنے کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے یہ علامت لگائی جاتی ہے۔

سوالیہ (؟) = کسی بھی سوال کے بعد یہ علامت لگائی جاتی ہے۔ جب کبھی سوال کرنا مقصود ہو اس علامت کا استعمال ضروری ہے۔

قوسین [()] = جملہ، معترضہ کے پہلے اور آخر میں یہ علامت لگائی جاتی ہے۔ جملہ معترضہ اس جملے کو کہتے ہیں، جو کسی جملے کے بیچ میں آ جاتا ہے۔ اس جملے سے کسی بات کی وضاحت ہوتی ہے۔

- اچھی عبارت لکھنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ آپ اپنی عبارت کو مختلف پاروں میں تقسیم کریں۔ایک پارے میں ایک ہی بات کی تفصیل بیان کی جاتی ہے،جب کہ دوسری متعلقہ بات بیان کرنا ہو تو دوسرا پارہ شروع کیا جاتا ہے۔اس طرح ایک ہی سلسلے میں مختلف باتوں کو مختلف پاروں میں بیان کیا جاتا ہے۔
- اچھی عبارت لکھنے کے لیے "نے" کا صحیح جگہ پر استعمال نہایت ضروری ہے۔نے چونکہ فاعل کی علامت ہے اس لیے ایسے جملوں میں استعمال ہوتا ہے جب فاعل کے کام کا اثر مفعول پر پڑے۔
- اچھی عبارت لکھنے کے لیے موزوں الفاظ کا استعمال بے حد ضروری ہے۔موضوع کے اعتبار سے موزوں الفاظ استعمال کرنا بھی اچھی عبارت کے لیے ضروری ہے۔اچھی عبارت میں اسی وجہ سے سادگی اور صفائی پیدا ہوتی ہے۔
- اچھی عبارت لکھنے کے لیے غیر ضروری ادق اور ثقیل الفاظ سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔جملوں کو مختصر،سادہ اور سلیس ہونا چاہیے۔جملوں میں بے ربطی سے بچنا بھی ضروری ہے تاکہ جملے اور عبارت میں روانی ہو۔

13.7 مشکل الفاظ

اصطلاح	لفظ یا الفاظ کا خاص استعمال	Term / Technical term
مجازی	غیر حقیقی،فرض کیا ہوا،فرضی	Figurative / Unreal
ندا	آواز،صدا	Call / Voice / Exclamation
نافذ	لاگو کرنا،جاری کرنا	Enforce / Implement / Apply
متبن	گھاس رکھنے کی جگہ	Hayrack / Place for storing hay
تبن	گھاس	Hay / Straw
عصافیر	عصفور کی جمع،چڑیاں	Birds (plural of bird)
مناقیر	منقار کی جمع،چونچیں	Beaks (plural of beak)
سقف	چھت	Roof / Ceiling

13.8 نمونہ امتحانی سوالات

13.8.1 معروضی سوالات:

(1) فعل کی کتنی قسمیں ہیں؟

(a) دو (b) تین (c) پانچ (d) سات

(2) عبارت کس زبان کا لفظ ہے؟

(a) فارسی (b) سنسکرت (c) عربی (d) اردو

(3) رمز کے کیا معنی ہیں؟

(a) اشارہ یا علامت (b) راز (c) واضح (d) دیکھنا

(4) جس فعل میں کام کا اثر فاعل سے مفعول تک پہنچتا ہے، اسے کیا کہتے ہیں؟

(a) فعل متعدی (b) فعل لازم (c) فعل ناقص (d) کچھ نہیں

(5) ختمہ کسے کہتے ہیں؟

(a) چلنے کو (b) رکنے کو (c) بات کرنے کو (d) ہنسنے کو

13.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

6. عبارت وانشا کی تعریف اپنے الفاظ میں لکھیے۔

7. اچھی عبارت لکھنے کے لیے کن باتوں سے گریز کرنا چاہیے؟

8. رموز او قاف کون سے ہیں؟ ان کی تفصیل اور ان کا محل استعمال بتایے۔

9. فعل ناقص کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

10. مناسب الفاظ کا انتخاب سے کیا مراد ہے؟

13.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

درج ذیل سوالوں کے جواب تیس تیس سطروں میں لکھیے۔

1۔ صحیح املا لکھنے کے لیے کن باتوں کو پیش رکھنا ضروری ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔

2۔ محاورہ کسے کہتے ہیں؟ روز مرہ سے کیا مراد ہے؟ مثالوں کے ذریعے واضح کیجیے۔

3۔ اچھی عبارت لکھنے کے لیے کن لوازم کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

13.8.1 کے جوابات:

(i) B (ii) C (iii) A (iv) A (v) B

اکائی 14: اردو املا

اکائی کے اجزا

14.0 تمہید

14.1 مقاصد

14.2 املا کی تعریف اور مسائل

14.3 اردو میں مستعمل دوسری زبانوں کے الفاظ کا املا

14.4 ہمزہ کا استعمال اور اضافت

14.5 اعداد، سابقوں اور لاحقوں کا املا

14.6 اکتسابی نتائج

14.7 مشکل الفاظ

14.8 مشقیں

14.9 نمونہ امتحانی سوالات

14.0 تمہید

پچھلی اکائی میں آپ نے عبارت و انشا کے اصولوں کا مطالعہ کیا اور یہ دیکھا کہ اچھی عبارت لکھنے کے لیے کن چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے اور اچھی عبارت کے لیے کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ رموز اوقاف کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں۔ اس اکائی میں املا کے اصولوں، ہمزہ کے عام استعمال کے قاعدوں، اضافت کی مختلف صورتوں، اس کے املا اور املا لکھنے کے دوران ہونے والی غلطیوں و نیز اعداد اور سابقوں و لاحقوں کے املا سے متعلق تمام نکات کو بیان کیا گیا ہے۔ جس کے مطالعے سے آپ املا کی غلطیوں سے خود کو بچا سکیں گے۔

14.1 مقاصد

اس اکائی کے پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- رسم خط اور املا کے مفہوم و مطلب کی وضاحت کر سکیں۔
- اردو میں مستعمل دوسری زبانوں کے الفاظ کے املا پر روشنی ڈال سکیں۔

- ہمزہ کے استعمال، اعداد، سابقوں، لاحقوں اور اضافت کے املا کو بیان کر سکیں۔

14.2 املا کی تعریف اور مسائل

کسی زبان کے لکھنے کی معیاری صورت کو "رسم الخط" کہتے ہیں ۔ہم جانتے ہیں کہ زبان الفاظ کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ ہم اپنے خیالات کا اظہار جملوں میں کرتے ہیں۔ جملے الفاظ سے بنتے ہیں۔ لفظ حروف سے بنتے ہیں۔ ہر لفظ کو لکھنے کے لیے حروف مقرر ہیں۔ اگر لفظ مقررہ حروف میں لکھا جائے تو درست ہو گا ورنہ نہیں۔ لفظ کی درست تحریر کو جو مروجہ معیاری طریقے کے مطابق ہو املا کہا جاتا ہے۔ یعنی لفظ کے حروف میں کوئی ردوبدل کی جائے اور نہ ہی اس کے حروف کی شکل کو بگاڑ کر لکھا جائے بلکہ لفظ کو اس کے مروجہ اور معیاری طریقے سے ہی لکھا جائے۔ املا درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو لفظ عام وخاص جس طرح لکھتے ہیں یا لغت میں جس طرح پایا جاتا ہے اس کو اسی طرح لکھیں۔ درست املا کی چار شرائط ہیں جو یہ ہیں:

(1) درست لفظ کے ہجّوں کو درست ترتیب میں لکھا جائے۔

(2) حروف کی شکلیں چاہے اکیلی ہو یا جڑنے والی صحیح اور درست ہوں۔

(3) حروف کے جوڑ صحیح ہوں تاکہ وہ صحیح لفظ بنا سکیں۔

(4) نقطوں اور اعراب کو ان کی صحیح جگہ پر لگایا جائے۔

املا در حقیقت کسی لفظ کی درست تحریر کو کہتے ہیں۔ جب کوئی لفظ رواج کے مطابق لکھا جاتا ہے تو یہ املا کی درستگی ہے اور جب کوئی لفظ رواج کے مطابق نہیں لکھا جاتا ہے تو یہ املا کی غلطی ہے۔ بعض وقت یہ ہوتا ہے کہ ہم مطالعہ تو ضرور کرتے ہیں لیکن مطالعہ کرتے وقت کسی لفظ کی تحریری شکل یعنی املا پر غور نہیں کرتے اور جب اس لفظ کو لکھنے کا موقع آتا ہے تو اپنی یادداشت کو کام میں لاتے ہوئے اسے لکھ دیتے ہیں۔ جس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔ اس لیے لکھنے میں اگر کوئی شک پیدا ہو تو فوراً لغت یا معیاری کتابیں دیکھ کر اپنا شک دور کر لینا چاہیے، اور لفظ کو صحیح املا کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ اگر ہمارا املا درست نہ ہو گا تو پڑھنے والے کی نظر میں ہماری علمیت مشکوک ہو جاتی ہے۔

اردو میں املا کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اردو ذخیرہ الفاظ کے لحاظ سے ایک مخلوط زبان ہے۔ اس میں مختلف زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اردو زبان کی تشکیل کے دوران جو لفظ جس زبان سے مستعار لیا جاتا تھا اسے اسی زبان کے املا کے مطابق اردو میں لکھا جاتا تھا لیکن اب چونکہ دوسری زبانوں کے ایسے الفاظ اردو ہی کا ایک حصہ بن چکے ہیں اس لیے ایسا لکھنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے باوجود ایسے بہت سے الفاظ ہیں جنھیں ان کی زبان کے املا کے مطابق نہ لکھا جائے تو یا تو معنی بدل جاتے ہیں یا پھر ان الفاظ کے معنی سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ جیسے صندوق کو اگر سندوق لکھیں تو بے معنیٰ ہو جائے گا۔ اسی طرح صدا (آواز) کو سدا (ہمیشہ) لکھیں تو معنیٰ بدل جائیں گے۔

اردو میں املا کی غلطیاں بہت عام ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اردو میں اچھی خاصی تعداد میں عربی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ہمارا رسم خط بنیادی طور پر عربی رسم خط سے ماخوذ ہے۔ جس میں فارسی اور ہندوستانی حروف بھی شامل ہیں۔ ہم نے حروف تو عربی

کے لے لیے ہیں لیکن ان میں سے بعض حروف کو اس طرح ادا نہیں کرتے جس طرح عربی بولنے والے ادا کر سکتے ہیں اور ادا کرتے ہیں۔ ہم ان حروف کو ایک ہی طرح سے ادا کرتے ہیں جب کہ وہ الگ الگ ہیں۔ اور ان کی اصل آوازیں بھی الگ الگ ہیں۔ جیسے ا، ع۔ ہم الف اور عین کی آواز میں فرق نہیں کرتے لیکن عرب کے اہل زبان ان کو الگ الگ ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح س، ص، ث کی آوازیں الگ الگ ہیں لیکن اردو والے ان سب کو "س" کی طرح ادا کرتے ہیں، ان کے علاوہ ذ، ظ، ض کی آوازوں کو ہم "ز" کی آواز میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ "ہ" اور "ح" کی آواز کو "ہ" میں اور ت اور ط کی آواز کو "ت" میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ البتہ شمالی ہند میں خ اور ق کی آواز کو الگ الگ ادا کیا جاتا ہے لیکن دکن میں ان دونوں آوازوں میں فرق نہیں کیا جاتا۔ اس لیے املا کی طرف خاص طور پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ املا صحیح اسی وقت ہوتا ہے جب ہم جو لفظ اردو میں جس طرح لکھا جاتا ہے اسی طرح لکھیں۔ املا صحیح کرنے میں مطالعے ہی سے بڑی مدد ملتی ہے۔ ہم حروف کی آواز کو سن کر ان کو صحیح طور پر لکھ نہیں سکتے کیونکہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے ہم حروف کی آوازیں صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے ہیں یا ادا نہیں کرتے اس لیے الفاظ کو پڑھنا ضروری ہے۔ بار بار پڑھنے ہی سے الفاظ کی صحیح شکلیں ذہن نشیں ہوں گی۔ ایسے الفاظ جن کے املا میں غلطی کا اندیشہ ہو، انھیں بار بار لکھنا بھی ضروری ہے۔ انھیں بار بار لکھنے سے غلطی کا امکان کم ہو گا۔

املا کی درستگی کے لیے ان سب باتوں کا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

14.3 اردو میں مستعمل دوسری زبانوں کے الفاظ کا املا

جیسا کہ آپ جانتے ہیں اردو کا رسم الخط فارسی+عربی(PersioArabic) ہے۔ اس کو لکھنے کے مختلف اسلوب یا طریقے ہیں۔ اس اسلوب کو بھی خط کہا جاتا ہے۔ خط کئی طرز کے ہیں۔ جیسے نسخ، نستعلیق، شکستہ وغیرہ۔ اردو لکھنے کے لیے عام طور پر جو خط استعمال کیا جاتا ہے وہ خط "نستعلیق" ہے جو فارسی سے مستعار لیا گیا ہے۔ فارسی والوں نے عربی رسم خط "نسخ" کو مستعار لے کر اپنی ضرورت کے مطابق ڈھال لیا اور اسے نستعلیق کا نام دیا۔

اردو زبان کا بنیادی کا ڈھانچہ ہندوستانی زبان پر قائم ہے اس لیے اس میں سنسکرت اور مختلف علاقوں میں رائج زبانوں کے بکثرت الفاظ شامل ہیں۔ ابتدائی دور میں جو لفظ جس زبان سے مستعار ہوتا تھا اسے اس زبان کے املا کے مطابق لکھا جاتا تھا لیکن بعد میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ کثرت استعمال کی وجہ سے دوسری زبانوں کے الفاظ اردو زبان کا ہی حصہ بن گئے ہیں اس لیے اب ضروری نہیں رہا ہے کہ دوسری زبانوں کے مستعار الفاظ کو ان زبانوں کے املا کے مطابق لکھا جائے۔ لیکن دوسری زبانوں خصوصاً عربی اور فارسی کے بعض الفاظ ایسے ہیں جنھیں اردو میں ان زبانوں کے املا کے مطابق لکھنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ لکھا جائے تو لفظ کے معنی بدل جائیں گے یا پھر لفظ کے معنی سمجھنے میں الجھن پیش آئے گی۔ اس لیے املا کے قواعد اور اصولوں کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا صحیح اردو لکھنے کے لیے لازمی ہے۔

املا نویسی کے سلسلے میں حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اردو میں عربی اور فارسی کے کئی الفاظ ملتے ہیں ان میں بہت سے الفاظ کے آخر میں (ہ) ہے۔ آخر کا یہ (ہ) الف کی آواز دیتا ہے جیسے بندہ، دیوانہ، درجہ، جلسہ، پنجہ، ہفتہ، عہدہ، رتبہ، فقہ، کفارہ، اندوختہ، بلدہ وغیرہ۔ اس کے اثر سے ہندی اور انگریزی کے الفاظ بھی جو الف کی

آواز پر ختم ہوتے ہیں (ہ) سے لکھے جانے لگے جو صحیح نہیں ہے۔ہندی الاصل الفاظ کو الف ہی سے لکھنا چاہیے۔املا کے سلسلے میں جن علمانے کام کیاہے سب ہی نے یہ بات کہی ہے۔ مولوی عبد الحق سے لے کر رشید حسین خاں تک ان الفاظ کو الف کے ساتھ لکھنے ہی کو صحیح قرار دیاہے۔یہاں ایسے کچھ الفاظ کی فہرست دی جارہی ہے۔

(الف) آریا، اچکّا، اکّا(ایک سواری، تاش کا پتا) پٹّا، انڈا، انگارا، انگیا۔

(ب) باجا، باجرا، باڑا، (امام باڑاوغیرہ)، بتاشا، بٹوارا، بچارا، برچھا، کلیجا، بھروسا، دھوکا، بندا، بنگلا، بلوا، بُلبلا، بوٹا، بورا، بھوکا، بیڑا، بستر ا، بسولا، بسیرا، بنولا، بھرتا، بھیجا، بھینسا۔

(پ) پانسا، پپیتا، پپیہا، پتلا، پٹھا، پٹاخا، پٹارا، پرنالا، پسینا، پوپلا، پوجا، پھاہا، تارا، تاگا، تڑاقا، تلوا، تنکا، ٹانکا، پٹکا، ٹوٹکا، ٹھپّا۔

(ٹ) ٹھیکرا، ٹیلا، ٹینٹوا، ٹھکانا، جالا، جبڑا، جمال گوٹا، جمگھٹا، جھروکا۔

(ج) جھونپڑا، جھمکا، جھرنا، جھنڈا، جنگلا۔

(چ) چھکڑہ، چھوارا، چھوکرا، چارا(جانوروں کی غذا)، چاٹنا، چبوترا، چپا، (ذراسی جگہ) چٹکلا، چمڑا، چولھا، چونا، چھاتا۔

(خ) خاکا، خرچا،

(د) دھاگا، دھبّا، دھوکا، دھرا، دوغلا، داتا، دلارا، دلاسا، دولھا۔

(ڈ) ڈھانچا، ڈاکا، ڈاکیا، ڈبّا، ڈراما۔

(ر) راجا، رجواڑا، رسیا، رکشا، رونگٹا، روپیا، ریلا، زردا(تمباکو، میٹھے چاول)۔

(س) سالا، سفیدا، سمجھوتا، سموسا، سنپولا، سہرا، سنکھیا، سنگھاڑا، سوڈا۔

(ش) شالا(دھرم شالاوغیرہ) شکارا، شکرپارا،

(غ) غبارا، غچا، غنڈا۔

(ک) کچرا، کمبوڈیا، کنجا، کنجڑا، کمرا، کوڑا، کوئلا، کونڈا، کونا، کھانچا، کھونٹا، کیکڑا، کیمرا، کیوڑا، گھروندا، کجرا، کانسا۔

(گ) گڑمبا، گاگلا، گھورا، گھونسلا، گینڈا، گولا، گملا، گجریا۔

(ل) لاڈلا، لپکا، لنکا، لمبوترا، لنگوٹا۔

(م) مانجھا، میکا، مٹکا، مرغا، مرمرا، مسالا، مکھڑا، ملگجا، ممیرا، مورچا، موگرا، مونگا، ملغوبا، ملیدا۔

(ن) ناڑا، ناکا(سوئی کا)، نالا، نصیبا، نقشا، نہتا، نکمّا، نمدا۔

(و) وکٹوریا(ملکہ، سواری)

(ہ) ہوکا، ہمالا۔

(مرکب الفاظ)   اناپتا، بھائی چارا، بے صبرا، بارہ ماسا، چومحلا، چومنزلا، دوپٹا، دورخا، غل غپاڑا، ندیدا۔

البتہ خاص مقامات کے ناموں کو جس کو(ہ) سے لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح قائم رکھنا چاہیے جیسے آگرہ، امروہہ، کلکتہ، پٹنہ۔

عربی کے وہ الفاظ جو "ۃ" سے لکھے جاتے ہیں انھیں "ت" سے لکھا جاسکتا ہے جیسے صلات، زکات، تورات، مشکات، حیات، نجات۔

اردو میں ان میں سے بعض الفاظ کو اب "ۃ" کے ساتھ کبھی نہیں لکھا جاتا ہے حیات اور نجات لیکن دوسرے الفاظ اب بھی ۃ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ یہی لکھنے کی صورتیں زیادہ مقبول ہیں۔

(ت، ط) اردو میں بعض الفاظ ط اور ت دونوں سے لکھے جاتے ہیں۔ جیسے طوطا اور توتا۔ ط سے بھی لکھا جاتا ہے اور ت سے بھی لیکن بعض لغت نویسیوں نے ت سے توتا لکھنے کو صحیح قرار دیا ہے۔ تپش ط سے بھی لکھا جاتا ہے (طپش) لیکن "ت" سے لکھنا درست ہے۔ ذیل کے تمام الفاظ کو ت سے لکھنا چاہیے۔

تشت، تشتری، تمانچا، توتا، تیار، تیاری، تلاطم، ناتا، تانے، تشنے البتہ ہوائی جہاز کے لیے طیارہ صحیح ہوگا کیونکہ طیارہ کے معنی اڑنے والے کے ہیں۔ ت سے تیار کے معنی مختلف ہیں۔ **تیار:** جیسے کوئی چیز پک کر تیار ہو چکی ہے۔ **تیاری:** کسی کام کرنے کے لیے آمادگی جیسے سفر کی تیاری۔

(ز، ذ) ز اور ذ کے سلسلے میں املا کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ (ز) کی جگہ (ذ) لکھنے سے معنی بدل جاتے ہیں۔ "آذر" کے معنی آگ ہیں اور "آزر" حضرت ابراہیمؑ کے جد امجد کا نام ہے۔ اسی طرح "گزارش" کے معنی ہوں گے مدعا بیان کرنا، پیش کرنا۔ گذارش (ذال سے) کے معنی ہوں گے چھوڑ دینا۔

اردو میں بعض الفاظ دو طریقے سے لکھے جاتے ہیں۔ ایک لغت میں ایک طرح سے ملتے ہیں اور دوسری لغات میں دوسری طرح سے جیسے کہیں دہرا، دُہرانا، دُہری لکھا ہے تو کہیں دوہرا، دوہری، دوہرانا لیکن ان کو بغیر "و" کے لکھنا اچھا ہے۔ اسی طرح اُودھم کو بھی اُدھم لکھنا اچھا ہے۔

دوپٹّا۔ یہ الف کے ساتھ ہی لکھا جائے گا دوپٹّہ صحیح نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اس کو (ڈ) کے ساتھ یعنی ڈوپٹّا بھی لکھنا صحیح نہیں ہوگا۔

زید، عُمرو، بکر جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ لفظ عُمرو میں "و" زاید ہے۔ عُمر لکھنا کافی تھا لیکن عام طور پر اردو میں اعراب یعنی زبر، زیر اور پیش نہیں لگائے جاتے اس لیے عَمر کو عُمر پڑھنے کا ہمیشہ احتمال رہا ہے اسی وجہ سے عُمر سے اس لفظ کو علاحدہ کرنے کے لیے واو، زاید یعنی (عمرو) لکھا جاتا ہے۔

درخواست لکھنا صحیح ہے لیکن برخواست لکھنا غلط ہے اس کو برخاست ہی لکھنا چاہیے۔

ایسے عربی الفاظ جن کے آخر میں (ہ) ہوتا ہے جیسے بیوہ، دایہ، قحبہ ان کی جمع جب اردو میں بنائی جاتی ہے تو (ہ) (الف) سے بدل جاتی ہے۔ جمع کی علامت لگاتے ہیں جیسے بیوہ کی جمع بیواؤں یا بیوائیں، دایہ دایاؤں دایائیں، قحبہ قحباؤں یا قحبائیں وغیرہ۔

کعبہ، مرثیہ، واقعہ، عرصہ، پردہ وغیرہ جب جملے میں آئیں تو جملے کے مطابق بڑی "ے" یعنی یاے مجہول استعمال کرنا ضروری

ہے۔کعبے میں ("کعبہ" میں لکھنا درست نہیں ہے) مرثیے میں، واقعے میں، عرصے میں، پردے میں لکھنا صحیح ہو گا۔

بعض الفاظ میں (ہ) یعنی ہائے مختفی لگادیا جاتا ہے۔ جیسے مصرعہ، معہ، موقعہ، موضعہ۔ ان سب الفاظ کو ہائے مختفی کے بغیر لکھنا چاہیے۔ مصرع، مع، موقع اور موضع۔

عربی کے ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن میں "الف" کو پورا نہیں لکھا جاتا مگر پڑھا جاتا ہے۔ انھیں "الف" سے لکھنا چاہیے۔ جیسے

عیسیٰ	عیسا
موسیٰ	موسا
رحمٰن	رحمان
اعلیٰ	اعلا
ادنیٰ	ادنا

اس طرح عربی کے کچھ الفاظ اردو میں بھی ملا کر لکھے جاتے ہیں جیسے مولٰینا اور علٰحدہ وغیرہ۔ ان الفاظ کو بھی اردو کے مطابق اس طرح الگ الگ لکھنا چاہیے۔ مولانا، علاحدہ

اردو کے بعض الفاظ ایسے ہیں، جو فارسی میں بھی موجود ہیں لیکن دونوں کا املا الگ ہے اور معنی بھی الگ ہیں۔ یہ الفاظ فارسی رسم خط کے مطابق "ہ" سے لکھے جاتے ہیں اور اردو میں "الف" سے لکھتے ہیں۔ مثلاً ان الفاظ کو دیکھیے۔

چارہ	تدبیر	(فارسی)	چارا	جانوروں کی خوراک	(اردو)
نالہ	فریاد	(فارسی)	نالا	ندی	(اردو)

ان میں فارسی الفاظ کو فارسی رسم خط کی طرح "ہ" سے ہی لکھیں اور اردو الفاظ کو "الف" سے لکھیں گے۔ ورنہ معنی بدل جائیں گے۔

اسی طرح فارسی کا ایک لفظ ہے جو "الف" سے لکھا جاتا ہے اور اردو میں بھی ایک لفظ ہے جو "ہ" سے لکھا جاتا ہے، دونوں کے معنی الگ ہیں۔ وہ لفظ یہ ہے۔

دانا عقل مند (فارسی) دانہ بیج (اردو)

اس لفظ کو معنی کے لحاظ سے ہی لکھا جائے گا۔

الفاظ کا الگ الگ لکھنا:

اردو میں اکثر الفاظ ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، بعض اوقات الفاظ کو ملا کر لکھنے میں غلط پڑھے جانے کا احتمال رہتا ہے جیسے گُل رخاں کو اگر ملا کر لکھیں تو وہ گُلّر خاں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ انجمن ترقی اردو نے ایک کمیٹی "اصلاحِ رسم خط" کے لیے بنائی تھی۔ اس نے بھی لفظوں کو الگ الگ لکھنے کی سفارش کی ہے۔ یہاں کچھ الفاظ دیے جا رہے ہیں جو عام طور پر ملا کر لکھے جاتے ہیں۔

بے شک، بے تحاشا، بہ خوبی، بہ ہر حال، بہ دولت، چہ می گوئی، چہ می گوییاں، حال آں کہ، بل کہ، چوں کہ، چناں چہ، غرض کہ، بہ

شرطے کہ، وغیرہ۔

انگریزی الفاظ کو بھی جہاں تک ممکن ہو سکے الگ الگ لکھنا چاہیے اکثر یونیورسٹی لکھا جاتا ہے اس کو یونی ورسٹی لکھنا بہتر ہے۔ اسی طرح دوسرے انگریزی الفاظ۔

دو الفاظ کے درمیان جو حرف آتا ہے اس کو بھی الگ لکھنا چاہیے۔ جیسے دم بدم، یاروز بروز۔ لکھنے کی جگہ، دم بہ دم، روز بہ روز، دم بہ خود، ماہ بہ ماہ، سال بہ سال، خنجر بہ کف، نام بہ نام، تن بہ تقدیر، سر بہ کف، جابہ جا وغیرہ لکھنا بہتر ہے۔

اسی طرح ذیل کے الفاظ جو ملا کر لکھے جاتے ہیں ان کو الگ الگ لکھنا چاہیے:

چوکی دار، حق دار، حرام خور، حرام زادہ، خوش نویس، خوش خط، خوش مزاج، دل رُبا، دل فریب، دل نشین، دل آویز، دل دادہ، دین دار، دم دار، دیانت دار، داستاں گو، دل گیر، کف گیر، دست گیر، راہ بر، راہ نما، رہ بری، رہ زن، راہ گیر، رہ گزر، سمجھ دار، غم خوار، غم گسار، گل ریز، گل فشانی، گل فروش، لب ریز، لچک دار، موج زن، مے کش، مے خانہ، مے خواری، مے نوش، وغیرہ۔

14.4 ہمزہ کا استعمال اور اضافت

اردو میں دوسرے الفاظ کے املا کی طرح ہمزہ کے استعمال میں بھی معیاری اور غیر معیاری صورتیں موجود ہیں۔ ذیل میں چند اصول دیے جارہے ہیں جن کو پڑھنے کے بعد آپ سمجھ جائیں گے کہ ہمزہ کا استعمال کب ہو گا اور کب نہیں ہو گا۔

جس لفظ کے آخر میں "واو ساکن" ہو اس پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے جیسے برتاو، الاو، گھاو، پتھراو، پاو، کڑھاو وغیرہ۔

ماضی میں ان الفاظ پر بھی ہمزہ لکھا جاتا تھا جیسے برتاؤ، الاؤ، گھاؤ، پتھراؤ، پاؤ، کڑھاؤ وغیرہ۔ یہ غلط ہے۔ اگر آپ ان الفاظ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان میں دو دو حرف علت موجود ہیں۔ مثلاً "الاو" اس لفظ میں الف اور واو دو حروف علت ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام الفاظ میں بھی اور ان تمام الفاظ میں واو کی آواز الگ نہیں ہے بلکہ دب کر نکلتی ہے اس وجہ سے ان الفاظ میں ہمزہ کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

مگر ایسے الفاظ جن میں دو حرف علت موجود ہوں اور ہر حرف علت اپنی الگ الگ آواز دے تو ایسی صورت میں ہمزہ لکھا جائے گا۔ جیسے آؤ، جاؤ، کھاؤ، پاؤ، لاؤ، بناؤ، بچاؤ، لگاؤ وغیرہ۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ان میں ہر لفظ فعل ہے اگر یہی الفاظ اسم کے طور پر آئیں تو ان میں ہمزہ نہیں لکھا جائے گا۔ جیسے بناو سنگھار اور لاگ لگاو وغیرہ۔ اسی طرح جب دو الگ الگ اسماء کے درمیان "واو" اتصال کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس واو ہمزہ پر ہمزہ نہیں لکھا جائے گا جیسے ابتدا و انتہا، دین و دنیا، خدا اور سول، آباواجداد، املاوانشا، کاروبار، لیل و نہار، صبح و شام وغیرہ۔

عربی میں کئی الفاظ جن کے آخر میں الف ہے، الف کے ساتھ ہمزہ لکھا جاتا ہے جیسے ابتداء، املاء، انشاء، علماء وغیرہ ان الفاظ کو اردو املا میں بغیر ہمزہ کے لکھنا ہی درست ہے کیونکہ ان کا تلفظ بغیر ہمزہ کے کیا جاتا ہے۔

ابتدا، انتہا، اخفا، انشا، املا، ارتقا، شعرا، حکما، علما، وزرا، امرا، ادبا، اضافت کی صورت میں "یے"کا اضافہ کرنا چاہیے۔

ابتدا ے، انتہاے، اخفاے، انشاے، شعراے، علماے وغیرہ۔

دینا، لینا، پینا کے لیے تعظیمی انداز اختیار کیا جائے تو اکثر ہمزہ لگا دیا جاتا ہے۔ دیجئے، لیجئے، پیجئے ایسے تمام الفاظ میں ہمزہ لگانا درست نہیں۔ ان کو بغیر ہمزہ کے لکھنا ہی درست ہے۔ جیسے دیجیے، لیجیے، پیجیے، لکھیے، پڑھیے، بھریے، اتریے، بکھیریے، ابھاریے، ماریے، جوڑیے، توڑیے وغیرہ۔

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ نسبت دینے کو اضافت کہتے ہیں۔ ماضی میں اضافت کے سلسلے میں بھی املا کی غلطی کی جاتی تھی موجودہ دور میں اضافت کا املا متعین ہو چکا ہے اس لیے اب اسی صورت میں لکھنا چاہیے۔

جس لفظ کے آخر میں "ی" ہو اضافت کے وقت اس میں زیر لگایا جائے گا۔ جیسے بندگیِ خدا، مرضیِ خدا، والیِ شہر، خوبیِ قسمت، نازکیِ خیال وغیرہ۔ ایسے الفاظ جو "الف" پر ختم ہوتے ہیں اضافت کے وقت ان کے آگے "ے" آئے گا۔ جیسے ابتداے عشق، سزاے قید، خداے بزرگ، انبیاے کرام، شہداے کربلا، علاے دین، مدعاے دل وغیرہ۔

جن لفظوں کے آخر میں "واو" ہوتا ہے اضافت کے وقت اس کے آگے بھی حروف "ے" کا اضافہ کیا جائے گا۔ جیسے بوے گل۔ سوے چمن، گفتگوے شوق، کوے ملامت، بوے گلستان، روے حبیب وغیرہ۔

14.5 اعداد، سابقوں اور لاحقوں کا املا

اعداد گنتی کو کہتے ہیں۔ ایک سے دس تک گنتی کے املا میں غلطی کا امکان نہیں رہتا لیکن گیارہ سے اٹھارہ تک اکثر املا میں غلطی کی جاتی ہے۔ اکثر افراد ان اعداد کو "ہ" کے بجائے "الف" سے لکھتے ہیں مثلاً گیارا، اٹھارا وغیرہ۔ یہ غلط ہے ان کو "ہ" سے ہی لکھنا چاہیے جیسے گیارہ، بارہ، تیرہ، چودہ، پندرہ، سولہ، سترہ، اٹھارہ۔

گیارہ سے سترہ تک کے اعداد ترتیبی میں دوچشمی "ھ" کے بجائے "و" سے لکھنا چاہیے جیسے اٹھارہواں۔ اگر اس کو "ھ" سے لکھیں (اٹھارھواں) تو اس کی ادائیگی میں زبان لڑکھڑاتی ہے اس لیے اس کو "و" سے ہی لکھنا چاہیے۔

لفظ بنانے کے لیے لفظ کے شروع میں ایک لفظ لگانے کو سابقہ اور لفظ کے آخر میں ایک اور لفظ لگانے کو لاحقہ کہتے ہیں۔ جیسے کم زور، بے کار، خوش بو، چال باز، کاری گر، دوکان دار وغیرہ۔ انھیں عموماً ملا کر لکھا جاتا ہے جو اس طرح ہوتے ہیں۔ کمزور، بیکار، خوشبو، چالباز، کاریگر، دوکاندار۔ یہ درست نہیں ہے انھیں الگ الگ ہی لکھنا چاہیے۔

14.6 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- کسی زبان کو لکھنے کی معیاری صورت کا نام رسم خط ہے اور کسی لفظ کی درست تحریر کو املا کہتے ہیں۔

- اردو میں املا کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ اردو ایک مخلوط زبان ہے اور اس میں مختلف زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔
- ابتدائی دور میں جو لفظ جس زبان سے مستعار ہوتا تھا اسے اسی زبان کے املا کے مطابق لکھا جاتا تھا لیکن اب کثرت استعمال کی وجہ سے یہ الفاظ اردو زبان کا ہی حصہ بن گئے ہیں اس لیے انھیں اردو زبان کے املا کے مطابق لکھا جاسکتا ہے۔
- بعض الفاظ ایسے ہیں جنھیں اردو میں ان زبانوں کے املا کے مطابق لکھنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ لکھا جائے تو لفظ کے معنی بدل جائیں گے یا پھر لفظ کے معنی سمجھنے میں دشواری ہو گی۔
- جس لفظ کے آخر میں "واو ساکن" ہو اس پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے جیسے برتاو، الاو، گھاو، پتھراو، پاو، کڑھاو وغیرہ۔
- عربی میں کئی الفاظ جن کے آخر میں الف ہے، الف کے ساتھ ہمزہ لکھا جاتا ہے جیسے ابتداء، املاء، انشاء، علماء وغیرہ ان الفاظ کو اردو املا میں بغیر ہمزہ کے لکھنا ہی درست ہے کیونکہ ان کا تلفظ بغیر ہمزہ کے کیا جاتا ہے۔
- اعداد گنتی کو کہتے ہیں۔ ایک سے دس تک گنتی کے املا میں غلطی کا امکان نہیں رہتا لیکن گیارہ سے اٹھارہ تک اکثر املا میں غلطی کی جاتی ہے۔
- گیارہ سے سترہ تک کے اعداد ترتیبی میں دوچشمی "ھ" کے بجائے "و" سے لکھنا چاہیے جیسے اٹھارہواں۔ اگر اس کو "ھ" سے لکھیں (اٹھارھواں) تو اس کی ادائیگی میں زبان لڑکھڑاتی ہے اس لیے اس کو "و" سے ہی لکھنا چاہیے۔

14.7 مشکل الفاظ

تشکیل	شکل بنانا، صورت گری، ساخت	Formation / Structure / Shaping
مروجہ	جو رائج ہوں	Common / Accepted / Current
مستعار	ادھار لیا ہوا، مانگا ہوا	Borrowed / Taken on loan
تلفظ	کسی لفظ کو پڑھنا	Pronunciation / Articulation
مستعمل	استعمال میں آنا، کام میں لایا جانا	Used / In use
نسبت	کسی چیز کی طرف منسوب ہونا، تعلق، مطابقت	Relation / Connection / Attribution

14.8 مشقیں

مشق 1۔ نیچے دیے گئے الفاظ کا درست املا لکھیے۔ جیسے صدا کو سدا لکھیں گے تو معنیٰ بدل جائیں گے۔

(i) سندوق :

(ii) قسیدہ :

(iii) سابت ....

(iv) قالہ ....

(v) اقبار ....

(vi) گیارا ....

(vii) اٹھارا ....

(viii) کلکتا ....

(ix) پٹنا ....

(x) روزبروز ....

(xi) غمخوار ....

(xii) خوشنویس ....

(xiii) یونیورسٹی ....

14.9 نمونہ امتحانی سوالات

14.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

(1) 18 کو اردو میں کیسے لکھا جائے گا؟

(a) اٹھارہ (b) اٹھارہ (c) اٹھارا (d) اٹھارا

(2) صدا کے کیا معنی ہیں؟

(a) آواز (b) ہمیشہ (c) ازل سے (d) پرانا

(3) Patna کو اردو میں کیسے لکھا جائے گا؟

(a) پٹنا (b) پتنا (c) پٹنہ (d) پٹنہا

(4) توتا لکھنا صحیح ہے یا طوطا؟

(a) دونوں (b) طوطہ (c) تعطہ (d) توتہ

(5) برخواست صحیح املا ہے یا برخاست؟

(a) دونوں غلط ہے (b) برخواست (c) برخاست (d) دونوں صحیح ہے

14.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

11. دوسری زبان کے الفاظ کو اردو کس طرح لکھا جائے گا۔

12. کون کون سے الفاظ الگ الگ لکھے جائیں گے۔

13. مرکب الفاظ کس طرح لکھے جائیں گے۔

14. عربی کے وہ کون کون سے الفاظ ہیں جن میں الف کو پورا نہیں لکھا جاتا مگر پڑھا جاتا ہے۔

15. معنی کے لحاظ سے چارہ اور چارا میں، نالہ اور نالا میں کیا فرق ہے؟ بیان کیجیے۔

14.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. املا کی تعریف اور مسائل بیان کیجیے۔

2. ہمزہ اور اضافت کو مثالوں کے ذریعے واضح کیجئے۔

3. سابقوں اور لاحقوں کا املا کس طرح لکھا جائے گا؟ لکھیے۔

14.9.1 کے جوابات:

C	(v)	A	(iv)	C	(iii)	A	(ii)	B	(i)

اکائی 15: صنائع بدائع

اکائی کے اجزا

15.0 تمہید

15.1 مقاصد

15.2 علم بیان کی تعریف

15.3 علم بیان کی قسمیں

15.4 علم بدیع کی تعریف

15.5 علم بدیع کی قسمیں

15.6 اکتسابی نتائج

15.7 مشکل الفاظ

15.8 مشقیں

15.9 نمونہ امتحانی سوالات

15.0 تمہید

کسی بات کو بیان کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اسے سیدھے سادے الفاظ میں سادہ طریقے سے بیان کر دیا جائے۔ اس سے بات کا مطلب تو واضح ہو گا لیکن اس میں حسن اور تاثیر نہیں ہو گی۔ اسی بات کو دوسری طریقے سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے جس سے مطلب کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بات میں حسن اور تاثیر بھی محسوس ہو گی۔ جیسے اگر ہم کہیں " آسمان میں سورج چمک رہا ہے"۔ تو اس جملے سے مطلب تو واضح ہو رہا ہے لیکن اس میں کوئی حسن یا دلکشی محسوس نہ ہو گی۔ لیکن اسی بات کو اگر ہم یوں کہیں کہ " آسمان کی نیلی جھیل میں سنہری کنول جگمگا رہا ہے"۔ تو بات کے حسن اور تاثیر میں اضافہ ہو گا۔

ان طریقوں کو جن کے ذریعے کلام کے لفظی یا معنوی حسن، دلکشی، زور اور اثر میں اضافہ ہوتا ہے صنائع وبدائع کہتے ہیں۔ صنائع وبدائع کا تعلق علم بیان سے ہے۔ اس اکائی میں ہم علم بیان اور اس کے تحت صنائع وبدائع کی مختلف اقسام کا مطالعہ کریں گے۔

15.1 مقصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- صنائع وبدائع کی تعریف بیان کر سکیں۔
- تشبیہ واستعارہ کو سمجھ سکیں۔
- کنایہ، مجاز مرسل، تلمیح، مراعاۃ النظیر کے بارے میں جان سکیں۔
- حسن تعلیل، تضاد اور دیگر صنعتوں کا مطالعہ کر سکیں۔

15.2 علم بیان کی تعریف

علم بیان وہ علم ہے جس کے تحت کسی معنیٰ کو ادا کرنے کے لیے نت نئے انداز نکالے جاتے ہیں۔ علم بیان ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ کس بات کو کس طرح مختلف طریقوں سے بیان کیا جائے کہ ہر بار معانی پہلے سے زیادہ واضح اور دل کش ہو جائیں یعنی کسی بھی بات کے معنی و مطلب زیادہ واضح طور پر اور زیادہ موثر انداز میں سننے والے پر ظاہر ہو سکیں۔

علم بیان، اظہار کے اُن طریقوں کا مطالعہ کرتا ہے جن کے ذریعے کسی واقعہ، خیال یا کیفیت کی صحیح تصویر کھنچ جائے اور سننے والے کا ذہن کہنے والے تک پہنچ جائے۔ گویا کسی بات یا خیال کو مختلف انداز سے اس طرح بیان کرنا جس سے اس کی ترسیل کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور اس میں لطف و تاثیر کے علاوہ جدت اور ایجاز واختصار بھی پیدا ہو۔ مثلاً میر انیس نے اپنی قادرالکلامی کا دعویٰ کرتے ہوئے علم بیان پر اپنی فن کارانہ دسترس کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں

کسی مضمون کو سو رنگ سے باندھنے کا ہنر ہمیں علم بیان سکھاتا ہے۔

15.3 علم بیان کی قسمیں

علم بیان کے وہ اجزائے ترکیبی جو کسی بھی سادہ بیان کو دل کش اور پُر اثر بناتے ہیں حسب ذیل ہیں:

(الف)تشبیہ (ب)استعارہ (ج)کنایہ (د)مجاز مرسل

تشبیہ: تشبیہ کے لغوی معنیٰ ہیں "مشابہت دینا" ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند قرار دینا۔ کوئی دو مختلف چیزوں کے درمیان کسی مشترک خصوصیت کی بنا پر ایک کو دوسرے سے مثال دینے کو تشبیہ کہتے ہیں۔ اس عمل کا مقصد کلام میں زور اور تاثیر پیدا کرنا ہوتا ہے جیسے میر کا شعر ہے:

نازکی اُن کے لب کی کیا کہیے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں معشوق کے لب کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی گئی ہے اور دونوں میں مشترک خصوصیت "نازکی" ہے۔ اس شعر میں لب اور گلاب میں نازکی کے علاوہ چند اور صفتیں بھی مشترک ہیں۔ دونوں حسین و دل کش ہیں، دونوں مادّی وجود رکھتے ہیں۔ دونوں تغیر پذیر ہیں، دونوں کھلتے ہیں یعنی تبسم کرتے ہیں، تشبیہ کے بیان میں پانچ باتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ انہیں ہم اجزائے تشبیہ یا ارکان تشبیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

(1) **مشبہ:** جس کو تشبیہ دی جائے۔

(2) **مشبہ بہ:** جس سے تشبیہ حاصل کی جائے یا جس کو تشبیہ کے لیے استعمال کیا جائے۔

(3) **وجہ تشبیہ:** جس بات میں تشبیہ دی جائے۔

(4) **غرض تشبیہ:** وہ غرض یا مقصد جس کے لیے تشبیہ دی جائے۔

(5) **حروف تشبیہ:** وہ حرف جو تشبیہ کے معنیٰ پیدا کرنے میں معاون و مددگار ہو۔

میرؔ کے مذکورہ شعر میں "لب" مشبہ ہے کیوں کہ اسے تشبیہ دی گئی ہے۔ "گلاب کی پنکھڑی" مشبہ بہ ہے کہ پنکھڑی کو مثال کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ "نزاکت" کے وصف کو ظاہر کرنا غرض تشبیہ ہے۔ اور "سی" حروفِ تشبیہ ہے۔ جیسے مانند، مثل وغیرہ بھی حروفِ تشبیہ ہیں، کبھی حرفِ تشبیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے یا کسی بالواسطہ طریقے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

مثلاً ؎ تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا

جادو ہیں ترے نینِ غزالاں سوں کہوں گا

پہلے مصرع میں لب کو لعلِ بدخشاں سے تشبیہہ دی گئی ہے اور دوسرے میں محبوب کی آنکھوں کو ہرن کی آنکھوں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ تشبیہہ دینے کا یہ انداز بالواسطہ ہے اس کے لیے حروفِ تشبیہہ نہیں لائے گئے۔

استعارہ: علم بیان میں استعارہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ استعارے کی اہمیت کے بارے میں طالب آملی نے لکھا ہے:

"وہ شعر جس میں استعارہ نہ ہو بے مزہ ہے"

جب کوئی لفظ اپنے حقیقی معنیٰ کی بجائے مجازی معنیٰ میں استعمال ہو تو استعارہ کہلاتا ہے۔ استعارے کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ کلام میں ایسے اشارے ہوں جو پڑھنے والوں کے ذہن کو مجازی معنیٰ کی طرف لے جائیں۔ مثلاً فصاحت جنگ جلیلؔ مانک پوری کہتے ہیں:

صاف دل رکھتے ہیں سب مذہب وملت والے

آئینے میں نہ کہیں گردِ کدورت دیکھی

یہاں کدورت کا اشارہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آئینہ سے مراد دل ہے تو شعر کا مطلب ہوا کہ بادشاہ کے دل میں کسی بھی مذہب والے

کے لیے کوئی کدورت نہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ آئینہ کا مطلب دل ہے۔ گویا اس مصرع میں آئینہ اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں بلکہ دوسرے معنیٰ مجازی معنیٰ "دل" کے لیے استعمال ہوا ہے اسی کو استعارہ کہتے ہیں۔ آئینہ استعارہ ہے دل کا۔

(i) **مستعار منہ:** تشبیہ میں جسے مشبہ بہ کہا جاتا ہے، استعارہ میں اسے مستعار منہ کہتے ہیں۔ یعنی جس کو مثال کے لیے استعمال کیا جائے (یا جس کو استعارہ کرنا ہے) مثلاً اوپر کے شعر میں آئینہ مستعار منہ ہے۔

(ii) **مستعار لہ:** تشبیہ میں جسے مشبہ کہا جاتا ہے یعنی جس کو مثال دینا ہے۔ استعارہ میں اسے 'مستعار لہ' کہتے ہیں ۔ مستعار منہ اور مستعار لہ، مل کر طرفین استعارہ کہلاتے ہیں۔

(iii) **مستعار:** وہ لفظ جس کے معنیٰ مشبہ بہ میں واقع ہوئے ہیں۔

(iv) **وجہ جامع:** وجہ شبہ کو استعارہ میں وجہ جامع کہا جاتا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے کہ اس میں استعارہ کے چاروں ارکان موجود ہیں:

خرام ناز سے اوبت نہ آنا میرے مرقد پر
تری ٹھوکر میں ہے اندازِ اعجاز مسیحائی

شاعر بت سے مخاطب ہے کہ جب تم میرے قبر پہ آؤ تو نازک انداز سے چلتے ہوئے نہ آنا بلکہ مری قبر پر ٹھوکر لگانا کہ تمہاری ٹھوکر میں اعجاز مسیحائی ہے یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ کے حکم پر مردے زندہ ہو جایا کرتے تھے، اس طرح میری قبر پر تمہارے ٹھوکر لگانے سے میں زندہ ہو جاؤں گا۔ اس مطلب سے واضح ہے کہ بت سے مراد معشوق ہے۔ یعنی بت مستعار منہ ہے اور معشوق مستعار لہ ہے اور دونوں میں مشترک وصف سنگ دلی کا ہے گویا سنگ دلی وجہ جامع ہے۔

تشبیہ اور استعارہ کا فرق: تشبیہ اور استعارہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ کو مشبہ بہ کے مانند قرار دیا جاتا ہے جب کہ استعارہ میں مشبہ کو ہی مشبہ بہ قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر کوئی یہ کہے کہ میں نے پھول جیسی لڑکی دیکھی، تو ظاہر ہے یہ تشبیہ ہو گی۔ اگر یوں کہے کہ میں نے پھول دیکھا ہے تو اسے "استعارہ" کہیں گے۔ لیکن کلام میں اس طرح کا قرینہ پایا جائے کہ پڑھنے والے کا ذہن پھول سے مراد خوبصورت لڑکی لے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہ میں غلو کے ساتھ ایک چیز کو دوسری قرار دینے (یعنی مشبہ ہی کو مشبہ بہ قرار دے دینے) کو استعارہ کہتے ہیں۔

کنایہ: کنایہ کے لُغوی معنیٰ ہیں چھپا ہوا اشارہ یا چھپی ہوئی بات۔ کنایہ صراحت کی بجائے اختصار کا حامل ہوتا ہے۔ جب کوئی لفظ اپنے حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو کنایہ کہلاتا ہے۔

اس چمن میں طائرکم پراگر میں ہوں تو کیا
دور ہے صیاد ابھی اور آشیاں نزدیک ہے

یہاں کم پر سے کم اڑنے والا مقصود ہے اور اگر اس سے مراد پروں کی مقدار تھوڑا ہونا مراد لیا جائے تو بھی درست ہے۔

کنایہ اور استعارہ میں فرق یہ ہے کہ کنایہ حقیقی و مجازی دونوں معنوں میں آسکتا ہے مگر استعارہ میں صرف مجازی معنیٰ مراد

لیے جاتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ (1) کنایہ قریب (2) کنایہ بعید

کنایہ قریب میں موصوف کی کوئی خاص صفت کے ذکر سے موصوف مراد لیں جیسے آتش نم کہہ کر شراب مراد لینا۔ مثلاً

جب بھی برسی ہے کبھی تازہ امیدوں کی پھوار
میرے احساسات انورؔ آتش نم ہو گئے

کنایہ کی دوسری قسم کنایہ بعید میں جب کئی صفتیں ذات سے منسلک ہوں اوران تمام صفات سے موصوف کی ذات مراد لی جائے مثلاً غالبؔ کا یہ شعر:

صبح آیا جانب مشرق نظر
اک نگارِ آتشیں رُخ سر کھلا

نگار آتشیں رُخ سے مراد سورج لیا گیا ہے۔

مجاز مرسل: لفظ کا استعمال لُغوی معنٰی کے علاوہ کسی اور معنٰی میں کیا جائے اوراس کے حقیقی معنٰی اور مجازی معنٰی میں تشبیہہ کے سوا کوئی اور علاقہ ہو تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔ علمائے بلاغت نے مجاز مرسل کی 24 قسمیں بتائی ہیں لیکن یہاں چند معروف قسموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(I) کُل کہہ کر جُز مراد لینا جیسے

گر کہے کوئی یاعلی حیدر
بھاگیں کانوں میں انگلیاں رکھ کر

کان میں پوری انگلی نہیں ڈالی جاتی بلکہ انگلی کے پور ڈالے جاتے ہیں۔

(ii) جُز کہہ کر کُل مراد لینا۔ مثلاً ذوقؔ کا یہ شعر ہے:

محفل میں شور قلقل مینائے مل ہوا
لاساقیا پیالہ کہ توبہ کا قل ہوا

اس شعر میں لفظ "قل" فاتحہ کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔ فاتحہ میں قرآن شریف کی چار سورتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں پہلی آیت کا پہلا لفظ "قُل" ہے ظاہر ہے یہاں قُل (جُز) کہہ کر فاتحہ چاروں قُل (کل) سے مراد لی گئی ہے۔

(iii) سبب کہہ کر مسبب مراد لینا۔ جیسے یہ کہا جائے کہ اس سال بادل نہیں آئے۔ اور مراد یہ لی جائے کہ پانی نہیں برسا۔

غضب آنکھیں، ستم ابرو، عجب منہ کی صفائی ہے
خدا نے اپنے ہاتھوں سے تری صورت بنائی ہے

یہاں ہاتھوں سے مراد قدرت ہے جو کہ مسبب ہے اور ہاتھ سبب ہے۔

(iv) ظرف کہہ کر مظروف مراد لینا مثلاً میر حسنؔ کہتے ہیں۔

پلا ساقیا ساغر بے نظیر
پھنسی دام ہجراں میں بدر مُنیر

اس شعر میں ساغر سے مراد شراب ہے جو مظروف ہے۔

15.4 علم بدیع کی تعریف

شاعری خوب صورت اظہار کا فن ہے۔ عام گفتگو اور شاعری میں یہی فرق ہوتا ہے کہ شاعری میں کسی بھی خیال کو یا واقعہ کو خوب صورت سے خوب صورت انداز میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ بات زیادہ دلکش اور موثر ہو جائے۔ جس طرح انسان اپنے حسن میں اضافہ کرنے کے لیے خوب صورت زیورات، عمدہ لباس استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح کلام میں مزید حسن اور تاثیر پیدا کرنے کے لیے جو طریقے اور ترکیبیں اختیار کی جاتیں ہیں انھیں صنائع و بدائع کہتے ہیں۔ گویا صنعتیں کلام کا زیور ہیں۔ صنعت کی جمع صنائع اور بدیع کی جمع بدائع ہیں۔ صنعت سے مراد کلام میں حسن و جمال و لطف و معنی پیدا کرنے کے ہیں اور بدیع کے معنی و نادر و بے نظیر چیز کے ہیں۔

علم بدیع بلاغت کا ایک شعبہ ہے۔ جس کے تحت اُن نادر و بے نظیر طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ جن کی مدد سے کلام میں مزید حسن اور مزید معنی پیدا کیے جاسکتے ہیں جو کلام کے حسن و جمال اور معنی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

اس اکائی میں آپ کے مطالعے کے لیے صرف چند مشہور و منتخب صنعتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

15.5 علم بدیع کی قسمیں:

تلمیح: تلمیح سے مراد شعر یا کلام میں کسی مشہور واقعہ یا کسی مشہور شخصیت یا کسی مذہبی روایت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ تلمیح کے الفاظ بظاہر مختصر ہوتے ہیں لیکن اس کے پیچھے وہ پورا قصہ ہوتا ہے جس کی طرف شاعر، اشارہ کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً

کاوِکاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

(غالبؔ)

مذکورہ شعر میں شیریں اور فرہاد کے مشہور قصے کی طرف اشارہ ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

(اقبالؔ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتشِ نمرود کے مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

مُراعاۃ النظیر: کلام میں ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جو ایک دوسرے سے ظاہری یا معنوی مناسبت رکھتے ہوں مگر یہ نسبت تضاد یا تقابل کی نہ ہو۔

اس کو رعایت لفظی بھی کہتے ہیں۔

رُو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

اس شعر میں رخش بہ معنی گھوڑا کی مناسبت سے باگ اور رکاب کا استعمال ہوا۔

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دوچار
یہ شیشہ وقدح وکوزہ وسبو کیا ہے

یہاں شراب کی مناسبت سے خُم، شیشہ، قدح، کوزہ، سبو سب اکٹھا کر دیے گئے ہیں۔

کبھو دیوانہ تھا گل بھی کسو کا
کہ پیراہن میں سو جاگہ رفو تھا

اس شعر میں ظاہری مناسبت پیراہن، رفو اور دیوانہ میں پائی جاتی ہے کہ دیوانہ دامن / پیراہن چاک کیا کرتا ہے جسے رفو کیا گیا ہے۔ اس ظاہری رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پہلے مصرعے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ گُل بھی کسی کا دیوانہ یعنی عاشق تھا۔ دوسرے مصرعے میں دعوے کی دلیل فراہم کی گئی ہے کہ پھول کا دامن رفو کیا ہوا پایا۔ گویا اس کا دامن کبھی چاک تھا۔ بقول شمس الرحمٰن فاروقی پھول کی پنکھڑیوں پر پائی جانے والی نسوں کو شاعر نے رفو سے استعارہ کیا ہے۔ گویا یہی رفو پیراہنی گُل کی دیوانگی (عاشقی) کی دلیل ہے۔

شعر کے تیور سے اولین تاثر یہ حاصل ہوتا ہے کہ دنیا، جو گل کو محض پھول سمجھا کرتی ہے، میرؔ نے اس روایتی تصور کے خلاف، گُل کو عاشق بتلایا ہے اور ثبوت میں اس کی رفو پیراہنی کو پیش کیا ہے۔ لیکن بین السطور میں یہ احساس پوشیدہ ہے کہ عاشقوں کے سے مصائب اٹھانا گُل کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا معشوق بنے رہنے ہی میں اس نے عافیت جانی کہ اپنا چاک دامن رفو کر لیا۔ اسی لیے تو میرؔ نے خصوصیت کے ساتھ رفو پیراہنی کی طرف اشارہ کیا ہے نہ کہ چاک دامنی کی طرف۔ گویا رفو پیراہنی دلیل عاشقی ہی نہیں، عاشقی سے فرار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ میرؔ کا کمال ہے کہ اسی ایک بیان میں دو متضاد و مخالف معنی جمع کر دیے ہیں۔ لہٰذا شعر کا مفہوم گُل کو عاشق ثابت کرنے تک محدود نہیں، عاشقی کے مصائب کو نمایاں کرنے اور عاشقی کے منصب کی برتری ثابت کرنے سے بھی عبارت ہے، یعنی عاشقی پر قائم رہنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اور مختلف معنوں کی یہ یکجائی محض شعر میں پائی جانے والی رعایت لفظی اور معنوی رعایت کے سبب سے ہے۔

حُسنِ تعلیل: تعلیل کے معنیٰ ہیں "وجہ متعین کرنا" یا وجہ بیان کرنا۔ حُسن تعلیل اس عمل کی خوبی اور ندرت کی مثال ہے۔ اگر کسی چیز کے لیے کوئی ایسی وجہ بیان کی جائے جو، چاہے واقعی نہ ہو مگر اس میں کوئی شاعرانہ جدت و نزاکت ہو اور بات، واقعہ اور فطرت سے مناسبت بھی رکھتی ہو تو اسے "حسن تعلیل" کہتے ہیں۔

مثال 1:

بلند سبزہ ساحل چڑھا ہوا دریا   پئے زیارتِ مولا بڑا ہوا دریا   (میر عشق)

دریا کی طغیانی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے بڑھا آتا تھا۔

مثال2:

پہلے نہائی اوس میں پھر آنسوؤں کی رات
یوں بوند بوند اُتری ہمارے دلوں میں رات
(شہریار)

شبنم اور گریہ عاشق کی بنا پر رات کے بھیگنے کی تعلیل (وجہ) بیان کی ہے۔

مثال3:

آتی ہے اس کو دیکھنے موجیں کشاں کشاں
ساحل پہ بال کھولے نہاتی ہے چاندنی
(عادل منصوری)

چاند کے زیرِ اثر لہروں میں مد (جوار) پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی نہایت عمدہ تعلیل ہے۔

تضاد: شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال ایک ساتھ کیا جائے جس میں معنٰی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے جیسے مرنا، جینا، آگ اور پانی، خشک اور تر، عرش اور فرش وغیرہ۔ اس صنعت کو صنعتِ تضاد کا نام بھی دیا گیا ہے۔ یہ تضاد، اسم، فعل، حرف اور دوسرے اجزائے کلام کے مابین بھی ہو سکتا ہے جیسے صبح اور شام، فرشتہ اور انسان، خواب اور بیداری۔ مختصر یہ کہ کلام میں ایسے الفاظ جو ایک دوسرے کی ضد ہوں، جمع کر دیے جائیں۔ مثلاً:

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا

اس شعر میں مرنا اور جینا دو متضاد الفاظ جمع کر دیے گئے ہیں۔

گاہ مرتا ہوں گاہ جیتا ہوں
آنا جانا تیرا قیامت ہے

اس شعر میں مرنا، جینا اور آنا، جانا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

کہیں شاہ ہوں کہیں ہوں گدا
کہیں رند میکش کہیں پارسا

شعر مذکور میں شاہ و گدا، رِند و پارسا کو جمع کر دیا گیا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

درد منت کش دوا نہ ہوا

میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

اس شعر میں اچھا اور بُرا دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ بلکہ درد اور دوا میں بھی تضاد کی رعایت پائی جاتی ہے۔

15.6 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- بیان کے معنی ظاہر کرنے اور وضاحت کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسا علم جس کے ذریعہ سے ایک بات کو مختلف طریقوں سے بیان کیا جاسکے۔
- علم بیان کی قسموں میں تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ ہیں۔
- کسی چیز کی خوبی یا خامی کی وجہ سے کسی دوسری چیز سے مشابہت دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔ جیسے چاند کا ٹکڑا۔
- تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں۔(1) مشبہ (2) مشبہ بہ (3) حرف تشبیہ (4) وجہ تشبیہ (5) غرض تشبیہ
- استعارہ کے معنی ادھار لینے کے ہیں۔ جب کوئی چیز اپنے اصل معنیٰ میں استعمال نہ ہو کر مجازی معنی میں مستعمل ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔
- استعارہ کے تین رکن ہیں۔(1) مستعار لہ (2) مستعار منہ (3) وجہ جامع
- جب کسی لفظ کے حقیقی معنیٰ کے بجائے مجازی معنیٰ مراد لیے جائیں اور اس میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق پایا جائے تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔
- علمائے بلاغت نے مجاز مرسل کی چوبیس قسمیں بتائی ہیں۔
- کنایہ کے معنی چھپی ہوئی بات کے ہیں۔ علم بیان کی اصطلاح میں جب لفظ کو حقیقی معنیٰ کے بجائے مجازی معنیٰ میں استعمال کیا جائے اور اس سے حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد لیے جائیں تو وہ کنایہ کہلاتا ہے۔
- جب شاعری میں کوئی تاریخی بات بیان کی جائے تو اسے تلمیح کہتے ہیں۔
- شاعر جب کلام میں ایک چیز کو بیان کرے اور پھر اس کی نسبت سے ایسی مختلف چیزوں کا ذکر کرے جس میں کوئی تضاد نہ ہو تو اسے مراعاۃ النظیر کہتے ہیں۔
- کلام میں ایسے الفاظ لانا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں تو اسے تضاد کہا جاتا ہے جیسے دن اور رات، سیاہ و سفید وغیرہ۔
- اُردو شعر و ادب میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز مرسل کے علاوہ تلمیح، مراعاۃ النظیر، حسن تعلیل، تضاد وغیرہ کلام کو نکھارنے میں نہایت درجہ معاون و مددگار ہیں۔ جن سے شعر کا حسن و لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔

15.7 مشکل الفاظ

علم بیان	معنی ادا کرنے کے طریقے	Rhetoric / The art of expression
مخاطب	جس سے بات کی جائے	Addressee / Person being addressed
متکلم	بات کرنے والا	Speaker / Orator
مافی الضمیر	دل کی بات	Inner thoughts / Heartfelt feelings
پیرایہ	اسلوب	Style / Manner / Method
ترسیل	بات پہنچانا	Conveyance / Sending / Communication
ایجاز	اختصار	Conciseness / Brevity
نکتہ آفرینی	باریک بینی	Insightfulness / Subtle observation
لعل بدخشاں	عمدہ قیمتی پتھر	Badaskshan Ruby (a precious ruby)
نین غزالاں	ہرن کی آنکھ	Eyes of a gazelle / Beautiful eyes
باصرہ	دیکھنے کی قوت	Vision / Sight / Power of seeing
سامعہ	سننے کی قوت	Hearing / Power of listening
شامہ	سونگھنے کی قوت	Smelling / Sense of smell
لامسہ	چھونے کی قوت	Touch / Sense of touch
ذائقہ	چکھنے کی قوت	Taste / Sense of taste
گل اندام	حسین جسم والا	Flower-like body / Beloved
صنائع	شعر کی لفظی خوبیاں	Poetic skills / Literary excellence
استعارہ	حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا جانے والا لفظ یا جملہ	Metaphor
تشبیہ	ایسا بیان جس میں ایک چیز کو دوسرے کی طرح کہا جائے	Simile / Comparison
تلمیح	تاریخی / مذہبی اشارہ	Allusion / Reference (historical or religious)
بدائع	نادر، بے مثل	Unique creations / Literary excellence / Novelty
صنعت	کلام میں حسن	Art / Craft / Skill

کدورت	دل کی آلودگی	Pollution / Impurity / Grief
ظرف	برتن	Container / Cup / Vessel
مظروف	برتن میں رکھی چیز	Contained object / Thing kept in a vessel
خم	مٹکا	Jar / Wine container
قدح	بڑا پیالہ	Large cup / Goblet
سبو	گھڑا	Water jar / Pitcher
اوس	شبنم	Dew
منت کش	احسان مند	Grateful / One who returns favor

15.8 مشقیں

مشق 1۔ خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

(i) بیان کے معنی ظاہر کرنے اور.......... کرنے کے ہیں۔

(ii) علم بیان کی قسموں میں تشبیہ...................، مجاز مرسل اور..................... ہیں۔

(iii) کسی چیز کی خوبی یا خامی کی وجہ سے کسی دوسری چیز سے مشابہت دینا................ کہلاتا ہے۔

(iv) جب کوئی چیز اپنے اصل معنٰی میں استعمال نہ ہو کر مجازی معنی میں مستعمل ہو تو اسے.................. کہتے ہیں۔

(v) علمائے بلاغت نے مجاز مرسل کی.............. قسمیں بتائی ہیں۔

(vi) جب لفظ کو حقیقی معنٰی کے بجائے مجازی معنٰی میں استعمال کیا جائے اور اس سے حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد لیے جائیں تو وہ .... کہلاتا ہے۔

(vii) جب شاعری میں کوئی تاریخی بات بیان کی جائے تو اسے......................... کہتے ہیں۔

15.9 نمونہ امتحانی سوالات

15.9.1 معروضی سوالات:

(1) علم بیان کی کتنی قسمیں ہیں؟

(a) دو (b) تین (c) پانچ (d) چار

(2) کسی چیز کو کسی چیز کے مشابہ قرار دینا کیا کہلاتا ہے؟

(a) تشبیہ (b) استعارہ (c) تلمیح (d) مجاز مرسل

(3) کنایہ کے کیا معنی ہیں؟

(a) اشارہ یا علامت (b) چھپی ہوئی بات (c) واضح بات (d) دیکھنا

(4) کل کہہ کر جزمراد لینا کس کا جز ہے؟

(a) استعارہ (b) تشبیہ (c) تضاد (d) مجاز مرسل

(5) کلام میں کسی تاریخی یا مذہبی واقعے کے طرف اشارہ کیا جائے اسے.......................کہتے ہیں۔

(a) تضاد (b) تلمیح (c) مراعاۃ النظیر (d) حسن تعلیل

15.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. علم بدیع کسے کہتے ہیں وضاحت کیجئے۔
2. تلمیح کسے کہتے ہیں۔ لکھیے۔
3. مجاز مرسل کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔
4. تضاد کی چند مثالیں دیجیے۔
5. ذیل میں سے کسی دو کی تعریف بیان کیجیے۔

تشبیہ، تضاد، استعارہ، کنایہ

15.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. علم بیان کی تعریف کرتے ہوئے اس کے اجزا کی وضاحت کیجیے۔
2. استعارہ اور تشبیہ کا فرق مع مثال واضح کیجئے۔
3. تشبیہ کی تعریف اور ارکان پر روشنی ڈالیے۔

15.9.1 کے جوابات:

(i) D (ii) A (iii) B (iv) D (v) B

اکائی 16: پڑھنے کا طریقہ

اکائی کے اجزا

16.0 تمہید
16.1 مقاصد
16.2 پڑھنا
16.2.1 پڑھنے کے طریقے
16.3 مطالعہ یا پڑھنے کی عادت
16.4 مطالعے کا مقصد
16.5 مطالعے کی قسمیں
16.5.1 گہرا مطالعہ
16.5.2 وسیع مطالعہ
16.5.3 متلاشی مطالعہ
16.5.4 سرسری مطالعہ
16.6 اکتسابی نتائج
16.7 مشکل الفاظ
16.8 مشقیں
16.9 نمونہ امتحانی سوالات

16.0 تمہید

ہم جانتے ہیں کہ زبان انسانوں کے درمیان رابطے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ زبان ہی کے وسیلے سے ہم اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں اور دوسروں کے خیالات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم اشاروں، جسمانی حرکات، علامات اور نشانات کے ذریعہ بھی کوئی پیام دے سکتے ہیں لیکن یہ کام صرف محدود پیمانے پر ممکن ہے جب کہ وسیع پیمانے پر اپنے جذبات واحساسات اور افکار وخیالات کی ترسیل صرف زبان کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ زبان کی مدد سے اطلاعات اور معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ زبان ہی میں انھیں محفوظ کیا جاتا ہے اور زبان ہی

کے ذریعے ان اطلاعات اور معلومات کو کسی فرد یا سارے انسانوں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اگر زبان نہ ہوتی تو تہذیب و تمدن، سائنس اور ٹکنالوجی کے میدانوں میں جو ترقیات ہوئی ہیں وہ وجود میں نہ آتیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ انسان کی انفرادی اور سماجی زندگی میں زبان نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے زبان سیکھنے کی بڑی اہمیت ہے۔

کسی زبان کو سیکھنے سے مراد یہ ہے کہ سیکھنے والا اپنے اندر اس زبان کی چار مہارتیں پیدا کرے۔ یہ مہارتیں ہیں:

(1) سننا (Listening) (2) بولنا (Speaking) (3) پڑھنا (Reading) (4) لکھنا (Writing)

انہیں لسانی مہارتیں (Language Skills) کہا جاتا ہے۔ سیکھنے والا جب تک ان چاروں مہارتوں پر عبور حاصل نہ کرے اس کے سیکھنے کا عمل مکمل نہیں کہلایا جاسکتا۔ زبان کی جو دیگر تین مہارتیں ہیں یعنی زبان کو سننا اور سمجھنا، بولنا اور لکھنا ان کا گہرا تعلق پڑھنے سے ہے۔ کسی زبان کو سیکھنے والا اس زبان میں لکھی گئی تحریروں کو جس قدر زیادہ پڑھے گا اسی قدر اس زبان کو سمجھنے، بولنے اور اس زبان میں لکھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا۔ اس اکائی میں ہم پڑھنے کے طریقے کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

16.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پڑھنے (مطالعہ) سے لطف اندوز ہوں۔
- اکائی میں بیان کردہ مختلف تصورات کے مطابق پڑھنے کی عادت کو فروغ دیں۔
- اردو کتابوں کے مطالعے سے محظوظ ہوں۔
- مختلف الفاظ کے معنیٰ و مفہوم سے واقف ہوں اور نئے الفاظ کے معنیٰ معلوم کرنے کے لیے لغت کا استعمال کریں۔
- خود کفیل اور خود مختار قاری (پڑھنے والا) بنیں۔
- تیز رفتار مطالعہ کی اہمیت سے واقف ہوں اور اس کی عادت ڈالیں۔

16.2 پڑھنا

پڑھنا یا کسی زبان میں لکھے گئے تحریری مواد کو پڑھنے کی صلاحیت اور مہارت حاصل کرنا نہ صرف زبان کو سیکھنے بلکہ "تعلیم" (Education) کا اہم حصہ ہے۔ حقیقی معنیٰ میں تعلیم کا آغاز پڑھنا سیکھنے سے ہوتا ہے کیونکہ ہم سننا اور بولنا تو ماں کی گود ہی سے سیکھنا شروع کرتے ہیں۔ اسی لیے "پڑھنے" کو تعلیم کی ابتدا کہا جاتا ہے۔ پڑھنے کے کئی عملی فائدے ہیں۔ پڑھنا نہ صرف ایک خاص طرح کا لطف اور مسرت بہم پہنچاتا ہے بلکہ یہ انسان پر معلومات کا دروازہ کھولتا ہے۔ پڑھنے کی عادت نہ صرف اپنے ثقافتی ورثے سے علم و دانش کی روشنی کے حصول میں مدد کرتی ہے بلکہ فراغت کے اوقات کے صحیح مصرف یعنی مطالعے اور کتب بینی کی طرف بھی راغب کرتی ہے۔ پڑھنے (مطالعہ کرنے) کی بدولت زبان سے متعلق کئی مسائل حل ہوتے ہیں جیسے نئے الفاظ اور ان کے معنی سے واقفیت۔ محاورات کا مطلب اور

انھیں گفتگو اور تحریر میں استعمال کرنا۔زبان کی نزاکتوں اور باریکیوں (مثلاً صنائع وبدائع) کو سمجھناوغیرہ۔ پڑھنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جملوں اور پیراگرافوں کی ساخت کیسی ہوتی ہے اور عبارت کس طرح تشکیل دی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ پڑھناوہ ذریعہ ہے جو علم ومعلومات کے ایک لامحدود میدان کے سامنے ہمیں لاکھڑا کرتا ہے جس میں ہم جتنا چاہے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

عام طور پر پڑھنا بامعنٰی ہی ہوتا ہے۔یعنی جو کچھ پڑھا جارہا ہے اسے سمجھا بھی جارہاہوتا ہے۔پڑھنے کے عمل میں تین عناصر شامل رہتے ہیں جو یہ ہیں:

(1)علامت (2)آواز (3)مفہوم

(1)علامت سے مراد حروف کے ذریعے بنی ہوئی الفاظ کی شکلیں۔

(2)آواز سے مراد اس لفظ میں شامل حروف کی آوازیں جنھیں لفظ کو پڑھتے وقت ایک خاص انداز سے ادا کرتے ہیں۔

(3)مفہوم سے مراد ہے لفظ کی شکل کو پہچاننے اور اس میں شامل آوازوں کو خاص ترتیب سے ادا کرتے ہوئے اس لفظ کے معنٰی کو سمجھنا۔

آسان الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی عبارت کو پڑھنے کے لیے اردو حروف تہجی اوران کی مختلف شکلوں کو پہچاننا ہے وہ لفظ کے شروع میں آئیں یادرمیان میں یا آخر، میں پہلی شرط ہے۔دوسرا تقاضہ یہ سمجھنا ہے کہ حروف کو کس طرح جوڑا گیاہے اور کس ترتیب میں رکھا گیاہے کہ ان سے لفظ بنے۔ہم کسی لفظ کو بہ آسانی پہچان سکتے ہیں اگر ہم یہ جانتے ہوں کہ اس کا املا کیاہے۔یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ الفاظ کو کس طرح ایک خاص ترتیب میں رکھا گیاہے کہ ان سے ایک جملہ بنے۔پڑھنے کے سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ آپ جتنے زیادہ الفاظ سے واقف ہوں گے اسی قدر آپ کے پڑھنے کا عمل بہتر ہوگا۔

الفاظ کی شناخت کے بعد پڑھنے میں تحریر شدہ (لکھے گئے) الفاظ کو سمجھنا یعنی ان کے معنٰی کو سمجھنا شامل ہے۔جب آپ معنٰی کو سمجھتے ہوئے پڑھتے ہیں تو اس کو فہم کے ساتھ پڑھنا یا سمجھتے ہوئے پڑھنا(Reading Comprehension) کہتے ہیں۔

16.2.1 پڑھنے کے طریقے:

پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔(1)بلند خوانی یعنی بہ آواز بلند پڑھنا(Loud Reading) (2)خاموش خوانی یاخاموش مطالعہ (Silent Reading)۔

ان میں بلند خوانی یابلند آواز سے پڑھنے کا طریقہ ابتدائی درجات کے طلبا کے لیے مناسب ہے۔اس کے ذریعہ طلبا اپنے تلفظ کی غلطیوں کو سدھار کر صحیح تلفظ سیکھ سکتے ہیں۔

خاموش خوانی یاخاموش مطالعے میں ہونٹ حرکت نہیں کرتے۔منہ سے آواز نہیں نکلتی۔عبارت پر نظر جما کر آنکھوں سے پڑھا جاتاہے۔یہ طریقہ اونچی جماعتوں کے طلبا کے لیے مفید ہے۔طلبا کے علاوہ عام لوگ بھی اخبارات ،رسائل اور کتابیں پڑھنے کے لیے خاموش مطالعے کا طریقہ ہی استعمال کرتے ہیں۔کیونکہ اس سے دوسرے مطالعہ کرنے والوں یادیگر لوگوں کے کاموں میں خلل نہیں پڑتا۔ خاموش مطالعہ میں پڑھنے کی رفتار بھی تیز ہوتی ہے۔

16.3 مطالعہ یا پڑھنے کی عادت

وہ آدمی خوش نصیب ہے جس نے نوجوانی سے ہی مطالعے کی عادت ڈال لی۔ کیونکہ اس طرح اس نے زندگی بھر کے لیے مسرت، علم اور فیض حاصل کرنے کا وسیلہ حاصل کر لیا۔ جب تک اس کے پاس اس کی پیاری کتابیں ہیں وہ کبھی اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرے گا۔ فرصت کے اوقات گزارنے کے لیے ہمیشہ ایک خوشگوار مشغلہ اس کے پاس ہو گا۔ اس لیے وہ کبھی اکتاہٹ اور بے زاری کا شکار نہ ہو گا۔ اس کے پاس ایسی دولت ہو گی جو سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ مشہور مصنف رسکن بونڈ کتابوں کو "شاہی خزانے" کہتا ہے۔ یہ ایسے خزانے ہیں جو سونے، چاندی اور قیمتی جواہرات سے نہیں بھرے ہیں لیکن ایسی دولت سے بھرے ہوئے ہیں جو ان چیزوں سے زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہے اور وہ ہے علم، اعلیٰ خیالات، اور بلند نصب العین کی دولت۔ در حقیقت وہ آدمی غریب ہے جو پڑھتا نہیں ہے اس لیے اس کی زندگی بھی خالی خالی سی ہے۔

کتابیں ہماری ساتھی ہیں۔ تنہائی میں ہم ان سے باتیں کرتے ہیں۔ ہماری باتیں تو وہ نہیں سنتیں، مگر ہم تو ان کی ایک ایک بات غور سے سنتے ہیں۔ اگر ہم بری کتابوں کے مطالعے میں وقت صرف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اتنی دیر برے ساتھی کی صحبت میں گزارتے ہیں۔ اب اس برے ساتھی پر تو ہم اپنی اچھائیوں کا کوئی اثر ڈال نہیں سکتے۔ اس لیے کہ کتابیں ہماری سنتی ہی کب ہیں؟ البتہ ان کی باتوں کا ہمارے اوپر گہرا اثر پڑے گا۔ اور بری صحبت کا انسان کے اوپر کتنا برا اثر پڑتا ہے یہ آپ خوب جانتے ہیں۔ کیا کوئی شریف آدمی کبھی بری صحبت پسند کرے گا؟ اسی طرح اچھی کتابیں بہترین ہم نشین ہوتی ہیں۔ جتنی دیر ہم ان کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی اچھی اچھی باتوں کا ہم پر اثر پڑتا ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ ہمیں اچھے ہم نشین ملیں تاکہ ہم بھی ان کی طرح اچھے ہو جائیں۔ چنانچہ مطالعے کے لیے ہمیں اچھی کتابوں کا انتخاب کرنا لازمی ہے۔ اردو زبان میں بے شمار اچھی اچھی کتابیں شائع ہوئی ہیں اور آج بھی ہو رہی ہیں۔ شکر ہے کہ آپ کو اردو لکھنا پڑھنا آگیا۔ اب آپ خود ہی علم و ادب اور دیگر موضوعات کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان سے اچھی اچھی باتیں اور مفید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

16.4 مطالعے کا مقصد

پڑھنا اسی وقت فائدہ مند ہوتا ہے جب اسے منظم انداز میں انجام دیا جائے۔ غیر منظم یا بے ترتیب مطالعے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ مطالعے کو منظم کرنے کے لیے سب سے پہلے ہمیں یہ طئے کرنا ہوتا ہے کہ "کیا پڑھیں"؟ دوسرے ہمیں اس بات کا بھی علم ہونا چاہیے کہ اسے کیوں پڑھنا چاہتے ہیں؟ آیا معلومات کے لیے، یا لطف اندوزی کے لیے یا اپنے پیشے کے ایک حصے کے طور پر۔ تیسرے ہمیں طئے کرنا ہوتا ہے کہ اسے کس طرح پڑھیں؟ یعنی کیا صرف چند حصوں کو پڑھیں؟ سارے کا سارا پڑھیں۔ گہرائی سے پڑھیں؟ وغیرہ۔

"پڑھنے" پر جو تحقیق کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہم کسی تحریر کو ہمیشہ لفظ بہ لفظ نہیں پڑھتے۔ ہاں جو پڑھنے میں کمزور ہوتے ہیں وہ اٹک اٹک کر، لفظ، لفظ کر کے پڑھتے ہیں۔ تجربہ کار اور مشاق پڑھنے والا بیک وقت کئی الفاظ ایک ساتھ پڑھ لیتا ہے۔

جب ہم کوئی کامک (Comic) کی کتاب، ناول یا افسانوی ادب پڑھتے ہیں تو ہماری پڑھنے کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم کوئی درسی کتاب یا حوالے کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پڑھنے کی رفتار کو سست کر لیتے ہیں۔

پہلی صورت میں پڑھنے کا مقصد صرف لطف اندوز ہونا تھا اس لیے پڑھنے کی رفتار تیز تھی۔ لیکن دوسری صورت میں ہمارا پڑھنا ایک پورا شعوری عمل تھا جس کا مقصد امتحان میں کامیابی حاصل کرنا تھا اس لیے پڑھنے کی رفتار دھیمی تھی۔ مقصد کے فرق سے پڑھنے کی رفتار میں فرق پڑتا ہے۔

پڑھنا بہر حال ایک بامقصد عمل ہے۔ ہر شخص کا پڑھنے کا مقصد دوسرے سے مختلف ہوتا ہے لیکن پڑھنے کے جو عمومی مقاصد ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1. تحریر میں پیش کیے گئے مرکزی خیال کو سمجھنا یا اس کے خلاصے کو سمجھنا۔
2. تحریر میں درج خاص معلومات یا اطلاع کا حصول۔
3. اس پیغام یا خیال کو سمجھنا جو مصنف اپنی تحریر کے ذریعے سے پہنچانا چاہتا ہے۔
4. مواد مضمون کی عمومی سمجھ پیدا کرنا۔
5. علم کے کسی خاص میدان میں ہونے والی نئی تبدیلیوں کو سمجھنا۔
6. تحریر کے اسلوب اور زبان کے استعمال سے واقف ہونا۔

16.5 مطالعے کی قسمیں

مطالعے یا پڑھنے کی چار قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1. گہرا مطالعہ (Intensive Reading)
2. وسیع مطالعہ (Extensive Reading)
3. متلاشی مطالعہ (Scanning)
4. سرسری مطالعہ (Skimming)

آیئے اب مطالعے کی ان تمام قسموں کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

16.5.1 گہرا مطالعہ (Intensive Reading):

گہرے مطالعہ کو زبان سیکھنے کا ایک اہم ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ متن (عبارت / تحریر) پر پوری توجہ مرکوز کرتے ہوئے فعال اور بھرپور طریقے سے پڑھنے کو گہرا مطالعہ کہتے ہیں۔ اس میں پڑھنے والا تحریر کو پوری مہارت کے ساتھ پڑھنے اور اس کی باریک باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذہن میں ایک خاص مقصد رکھتے ہوئے تفصیل سے پڑھنا بھی گہرے مطالعے کا جزو ہے۔ دوسرے لفظوں میں گہرے مطالعے سے مراد کسی تحریر کو بالکل درست اور ٹھیک طور پر سمجھنے کے لیے تفصیل سے پڑھنا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تفصیلی معلومات حاصل

ہوں۔اس میں تحریر کی ضخامت سے زیادہ اس کی گہرائی اور باریکیوں کو صحیح طور پر سمجھنے پر زور دیا جاتا ہے۔اس میں پڑھنے والا تحریر میں پیش کردہ خیالات کو سمجھنے اور اس کے ایک ایک لفظ کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بعض اوقات تحریر میں بیان کیے گئے مصنف کے جذبات اور تاثرات کو خود بھی محسوس کرتا ہے۔

گہرا مطالعہ مکمل اور بھرپور توجہ کے ساتھ تفصیلی مطالعے کو کہتے ہیں۔پڑھنے کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے ہم پڑھ کر کسی عبارت میں پیش کی گئی معلومات کو سمجھیں۔اردو متن / عبارت کو پڑھنے کے دوران ذخیرہ الفاظ (نامعلوم الفاظ / نئے الفاظ) اور نحو (جملوں کی بناوٹ یا ساخت) سے جڑے ہوئے بعض مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جب اس طرح کی مشکل پیش آئے تو بجائے اس کے کہ پڑھنا بند کر دیں قیاساً الفاظ کے قریبی معنیٰ تک پہنچنے کی کوشش کریں اور پڑھنا جاری رکھیں۔کچھ دنوں بعد آپ کی یہ مشکلات خود بخود دور ہو جائیں گی۔

مشکل الفاظ کے معنیٰ معلوم کرنے کے لیے لغت کا استعمال کریں۔اس کے علاوہ آن لائن لغت سے بھی معنیٰ معلوم کر سکتے ہیں جو Google پر دستیاب ہے۔

ذیل میں ایک عبارت دی گئی ہے۔آپ اس کا گہرا مطالعہ کریں تاکہ اس سے متعلق دیے گئے سوالات کے جوابات دے سکیں۔

کیا درخت بات کر سکتے ہیں؟ ہاں لیکن الفاظ کے ذریعے نہیں۔سائینسدانوں کے پاس یہ یقین کرنے کے لیے معقول دلائل موجود ہیں کہ درخت ایک دوسرے کو پیغامات کی ترسیل کرتے ہیں۔اس بات کو زیادہ مدت نہیں گزری جب محققوں کو بعض حیرت انگیز چیزیں معلوم ہوئیں۔اول یہ کہ جنگل میں ایک بید کے درخت پر تتلی کے لاروا کا حملہ ہوا۔بید کے درخت نے اپنے پتوں کی کیمسٹری اس طرح بدل دی کہ ان کا ذائقہ نہایت ناگوار ہو گیا۔لارواؤں کو انھیں کھانے سے گھن آنے لگی اور انہوں نے بید کے پتے کھانا چھوڑ دیا۔اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہوئی کہ بید کے اس درخت نے کچھ خاص قسم کے بخارات فضا میں خارج کیے۔یہ گویا اپنے پڑوسیوں کو ہوشیار کرنے کے لیے ایک اشارہ (سگنل) تھا جو انھیں اس بات کی تحریک دے رہا تھا کہ وہ بھی اپنے پتوں کی کیمسٹری بدل دیں تاکہ وہ بد ذائقہ ہو جائیں اور لاروا سے محفوظ رہیں۔ترسیل کے لیے ضروری نہیں کہ وہ الفاظ کے ذریعہ ہی انجام دی جائے ہم ماتھے پر بل ڈال کر اپنے کندھے اچکا کر یا اپنے ہاتھوں کی حرکت یا اشارے سے بھی ایک دوسرے سے بات کر سکتے ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ پرندے اور جانور مختلف باتوں کے اظہار کے لیے گانوں، آوازوں اور حرکتوں سے کام لیتے ہیں۔شہد کی مکھیاں ایک خاص انداز میں رقص کر کے دوسری مکھیوں کو اشارہ دیتی ہیں کہ شہد بنانے کے لیے درکار پھولوں کا رس کہاں مل سکتا ہے؟ تب درختوں کے پاس پیامات بھیجنے کے طریقے کیوں نہیں ہو سکتے؟

آپ نے اوپر دی گئی عبارت کا گہرا مطالعہ کیا۔اب ذیل کے سوالات کے صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ اوپر کی عبارت سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ لاروا ان پتے کو نہیں کھاتے۔

A) جن کا ذائقہ خراب ہو B) جو زمین پر گرے ہوئے ہوتے ہیں

C) جن کی شکل نامانوس ہوتی ہے D) جو شہد کی مکھیوں کے چھتے کے قریب ہوتے ہیں

2۔ بید کے درخت نے اپنی حفاظت کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا؟

A)زیادہ سے زیادہ شاخیں نکالیں　　B)اپنے پتوں کی کیمسٹری بدل دی

C)پرندوں اور شہد کی مکھیوں کے ساتھ رابطہ کیا　　D)لارواؤں کو پناہ گاہ فراہم کی

3۔ بید کے درخت نے دوسرے درختوں تک پیام کی ترسیل کس طرح کی؟

A)اپنی شاخوں کو حرکت دے کر　　B)اپنے پتے جھڑا کر

C)ایک خاص طرح کے بخارات خارج کر کے　　D)اپنے پتوں کا رنگ بدل کر

4۔ شہد کی مکھیاں ایک دوسرے کو پیامات کی ترسیل کرتی ہیں۔

A)ایک دوسرے کو چھو کر　　B)ایک دوسرے کو سنگھ کر

C)غیر معمولی آوازیں نکال کر　　D)خاص انداز میں حرکت کر کے

5۔ شہد کی مکھیاں ایک دوسرے کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی جائے وقوع بتا سکتی ہیں۔

A)شہد　　B)درخت　　C)پھول رس　　D)چھتے

16.5.2 وسیع مطالعہ (Extensive Reading):

وسیع مطالعہ تحریروں (کتب ورسائل وغیرہ) کی بڑی تعداد کے مطالعے پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن اس مطالعے میں نامعلوم یا نئے الفاظ کے معنی معلوم کرنے یا نئی تراکیب کو سمجھنے پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس مطالعے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تحریر کا مجموعی مفہوم، عمومی معنیٰ اور اس کا عمومی موضوع معلوم کیا جائے۔ یہ زبان کی تفصیلات، اس کی ساخت اور خوب صورتی کی جانچ پڑتال سے سروکار نہیں رکھتا۔ وسیع مطالعے میں پڑھنے والا معلومات کے حصول اور لطف اندوزی دونوں کی خاطر پڑھتا ہے لیکن اس کے مطالعے میں پھیلاؤ تو ہوتا ہے گہرائی نہیں ہوتی۔

وسیع مطالعے کی خصوصیات

ماہرین نے وسیع مطالعے کی کچھ خصوصیات واضح کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. سیکھنے والے کے لیے پڑھنے کا مواد آسان اور دلچسپ ہو۔
2. انتخاب کے لیے مواد (کتب ورسائل) اور موضوعات میں تنوع اور کثرت ہوتی ہے۔
3. طالب علم مواد کا انتخاب کرتا ہے۔
4. طالب علم جس قدر ممکن ہو پڑھتا ہے۔
5. مطالعہ لطف اندوزی، معلومات اور عمومی سمجھ بوجھ کی خاطر ہوتا ہے۔
6. وسیع مطالعہ اپنا صلہ آپ ہوتا ہے۔ اس میں مشقیں، سوالات اور امتحان نہیں ہوتا۔
7. مواد طالب علم کی زبان دانی کی صلاحیت کے مطابق ہوتا ہے۔

8. مطالعہ انفرادی اور خاموش ہوتا ہے۔

9. اساتذہ طلبا کی نگرانی اور رہبری کرتے ہیں۔

10. وسیع مطالعہ زبان کی عام استعداد کو فروغ دیتا ہے۔

16.5.3 متلاشی مطالعہ:

اجمالی مطالعہ تیز رفتاری سے پڑھنے کا ایک طریقہ ہے۔ متلاشی مطالعہ (Scanning) سے مراد ایسا مطالعہ ہے جس میں پڑھنے والا متن (تحریر / عبارت) میں کوئی خاص چیز جیسے نام یا نمبر تلاش کرتا ہے اور متن میں درج دوسری باتوں پر توجہ نہیں دیتا۔ متلاشی مطالعے کا مقصد یہ جاننا ہوتا ہے کہ جس تحریر کو ہم پڑھ رہے ہیں اس میں ہمیں مطلوب معلومات ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کس جگہ ہیں۔ متلاشی مطالعے کے عمل میں ہم درکار معلومات تلاش کرنے کے لیے جس قدر ممکن ہو اس قدر تیزی سے پڑھتے ہیں یا تحریر پر نظر دوڑاتے ہیں۔ فرض کیجیے آپ کو کسی خاص شخص کے ٹیلی فون نمبر کی تلاش ہے۔ آپ اس کے ٹیلی فون نمبر کو ڈھونڈنے کے لیے صفحے کی ہر سطر نہیں پڑھتے بلکہ پورے صفحے پر ایک سرسری ڈالتے ہیں تاکہ مطلوبہ نمبر نظر آجائے۔

متلاشی مطالعہ کے مراحل: متلاشی مطالعہ درج ذیل مراحل پر مشتمل ہوتا ہے:

1. مقصد کا تعین یعنی زیر مطالعہ تحریری مواد سے کس قسم کی اطلاع مطلوب ہے۔
2. اندازہ لگانا کہ وہ اطلاع کس شکل میں ہوسکتی ہے جیسے نام، نمبر وغیرہ
3. مواد کا تجزیہ

ذیل میں آپ کے متلاشی مطالعے کے لیے کچھ مشقیں دی گئی ہیں۔

مشق 1: شالیمار پلازا میں مختلف لوگوں کے آفس ہیں۔ ان کے نام پیشہ اور کمروں کے نمبر ذیل میں درج ہیں۔ ان کا مطالعہ کیجیے اور سوالات کو حل کیجیے۔

ڈاکٹر حمید اکبر	آئی اسپیشلسٹ	202
آر۔ ڈی۔ ماتھر	چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ	104
سرلا دیوی	ایڈوکیٹ	204
ڈاکٹر سراج احمد	ماہر اطفال	106
روی کمار	آرکی ٹیکٹ	304
کپور اینڈ کپور	انجینئرز	302
مظفر حسین	جرنلسٹ	306

1. شالیمار پلازا میں کتنی منزلیں ہیں؟

A) 2 　 B) 3 　 C) 4 　 D) 6

2. اگر کسی کو آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ کس کمرے میں جائے گا؟

A) 106 　 B) 202 　 C) 304 　 D) 104

3. ذیل کے سب لوگوں کو ٹیکس کا مسئلہ پیش آسکتا ہے سوائے۔۔۔۔۔۔۔کے۔

A) آر۔ڈی۔ماتھر 　 B) سرلا دیوی 　 C) روی کمار 　 D) مظفر حسین

مشق 2: ذیل میں کچھ شہروں کے نام اور ان کے آگے ایک وقت دیا گیا ہے۔ان شہروں کے وقت میں ایک خاص تعلق پایا جاتا ہے۔جیسے جب ابوظہبی میں شام کے چار بجے ہوں تو بیجنگ میں رات کے آٹھ اور ڈھاکہ میں شام کے چھے بجے ہوں گے۔اس تعلق کو ذہن میں رکھ کر دیے گئے ٹیبل کا مطالعہ کیجیے۔

شہر	وقت	شہر	وقت
ابوظہبی	4.00 pm	کولکتہ	5.30 pm
استنبول	3.00 pm	کینبرا	10.00 pm
عمان	2.00 pm	کٹھمنڈو	5.30 pm
بنکاک	7.00 pm	لندن	1.00pm
بیجنگ	8.00 pm	لاس ینجلس	4.00 am
بان	1.00 pm	ماہے	4.00 pm
بوسٹن	7.00 am	ممبئی	5.30 pm
بڈاپسٹ	1.00 pm	ملبورن	4.00 pm
جنیوا	1.00 pm	مونٹریال	7.00 am
دمشق	2.00 pm	ماسکو	3.00 pm
جکارتا	7.00 pm	میونخ	1.00 pm
خرطوم	2.00 pm	نئی دہلی	5.30 pm
ڈھاکہ	6.00 pm	نیویارک	7.00 pm
ڈلاس	6.00 pm	یروشلم	2.00 pm
فرینکفرٹ	1.00 pm	قاہرہ	2.00 pm

ذیل میں دیے گئے سوال کا جواب ممکنہ عجلت سے دیجیے۔

جب لندن میں دن کے بارہ بجے ہوں تو ذیل میں درج شہروں میں کیا وقت ہو گا؟

(1)بیجنگ (2)لاس اینجلس (3)نیویارک (4)جنیوا (5)چنئی

16.5.4 سرسری مطالعہ (Skinning)

یہ تیزی سے پڑھنے کی ایک تکنیک ہے جو اکثر ذہن میں ایک خاص مقصد رکھ کر کی جاتی ہے۔ جب ہم کسی تحریر کو سرسری انداز میں تیزی سے پڑھتے ہیں تو اس سے ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس تحریر مواد کی موٹی موٹی باتیں، یا مجموعی مضمون فوراً سے ہمیں معلوم ہو جائے۔ سرسری پڑھنے کے دوران ہماری نظر تیزی سے کتاب کے صفحات پر دوڑتی ہے اور ان الفاظ کو اپنی گرفت میں لیتی ہے جو کسی اہم بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر روزانہ ہم اخبار کا مطالعہ نہایت تفصیل سے کرتے ہیں لیکن کسی دن اگر ہم عجلت میں ہوں تو پورا اخبار سطر بہ سطر نہیں پڑھتے بلکہ تیزی سے صرف اس کی سرخیوں پر نظر ڈالتے ہیں تاکہ یہ جان سکیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ یہی معاملہ کتاب کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ کوئی بھی کتاب لے کر ہم فوری پڑھنے کا آغاز نہیں کرتے بلکہ ،پہلے کتاب کے ابواب یا مضامین کی فہرست پر نظر دوڑاتے ہیں اور عنوانات کو دیکھ کر مختلف ابواب یا مضامین کے موضوع سے واقف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے مطلوبہ یا پسندیدہ باب یا مضمون کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جب ہم کسی تحریر کو سرسری پڑھتے ہیں تو ہم اس کے ہر لفظ کو نہیں پڑھتے بلکہ تحریر پر محض ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور اس کی اہم باتوں کو ذہن نشین کر لیتے ہیں۔

سرسری مطالے کے مراحل: سرسری مطالعہ درج ذیل مراحل پر مشتمل ہوتا ہے۔

1. تحریر کا عنوان پڑھنا۔
2. تعارفی پیراگراف پڑھنا۔
3. ذیلی عنوانات کو پڑھنا اور ان کے درمیان رشتے کو سمجھنا۔

مشق: کسی اخبار پر طائرانہ نظر (Bird eye Look) ڈالیے اور آپ کے ذہن میں حالات کا جو خاکہ بنا اس کے بارے میں دس جملے لکھیے۔

16.6 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں۔

- پڑھنے (Reading) کی مہارت سے مراد کسی زبان میں لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے۔
- پڑھنے کی بدولت ہم پر معلومات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔
- پڑھنے میں تین عناصر شامل ہوتے ہیں (1)علامت (2)آواز (3)مفہوم
- علامت سے مراد لفظ میں شامل حروف کی شکلوں کو پہچاننا، آواز سے مراد ان حروف کی آوازوں کو صحیح طور پر ادا کرنا اور مفہوم سے مراد لفظ کے معنٰی اور مطلب کو سمجھنا ہے۔

- کتابیں انسان کی بہترین ساتھی ہوتی ہیں۔ اس لیے پڑھنے کی عادت ڈالنا چاہیے تاکہ اچھی کتابوں کے مطالعے کے اچھے اثرات ہم پر پڑیں۔
- پڑھنا اسی وقت فائدہ مند ہوتا ہے جب وہ منظم طریقے پر انجام دیا جائے۔
- مطالعہ کی چار قسمیں ہوتی ہیں: 1) گہرا مطالعہ 2) وسیع مطالعہ 3) سرسری مطالعہ 4) متلاشی مطالعہ
- گہرے مطالعے میں پوری توجہ سے تحریر کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ہر لفظ اور ہر جملے کے معنیٰ و مطلب کی گہرائی میں اترنے کی کوشش کی جاتی ہے۔
- وسیع مطالعے میں تحریر کا مجموعی مفہوم اور موضوع معلوم کیا جاتا ہے۔
- متلاشی مطالعہ تحریر میں مطلوبہ معلومات کی تلاش کے مقصد سے کیا جاتا ہے۔ تفصیلی مطالعے کے لیے نہیں۔
- سرسری مطالعہ تحریر پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے اس کی اہم باتوں کو سمجھنے کی غرض سے کیا جاتا ہے۔

16.7 مشکل الفاظ

ترسیل	بھیجنا	Sending / Dispatch
خودکفیل	اپنی ضرورت پوری کرنے والا	Self-sufficient / Independent
دانش	عقل مندی	Wisdom / Intelligence
فراغت	فرصت	Leisure / Free time
مصرف	استعمال	Expenditure / Use / Consumption
لامحدود	جس کی کوئی حد نہ ہو	Unlimited / Infinite
کتب بینی	کتابیں پڑھنا	Reading books / Book reading
خلل	خرابی	Disruption / Disturbance / Fault
فیض	فائدہ	Benefit / Blessing / Gain
نصب العین	اصل مقصد	Main goal / Primary objective
ہم نشین	دوست	Companion / Sitting together / Friend
مشاق	ماہر	Skilled / Experienced / Expert
ضخامت	موٹائی	Thickness / Volume / Size
سروکار	تعلق	Concern / Relation / Connection
گرفت	مہارت	Grip / Control / Mastery

طائرانہ نظر	تیز نظر	Bird's-eye view / Flying gaze
شیخی	بڑائی جتانا	Boasting / Showing off

16.8 مشقیں

ذیل میں کچھ نثری انتخابات دیے گئے ہیں۔ ان کا روانی کے ساتھ مطالعہ کیجیے۔ ان میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں ان کے معنیٰ معلوم کرنے کے لیے لغت سے مدد لیجیے تاکہ آپ کے اندر لغت کے استعمال کی عادت پروان چڑھے۔

مشق(1): ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی ملک کا بادشاہ اپنے ایک غلام کو ساتھ لے کر کشتی میں سوار ہوا۔ وہ غلام ایک چھوٹے سے دیہات کا باشندہ تھا۔ اس نے اس سے قبل نہ کبھی سمندر دیکھا تھا اور نہ کبھی کشتی میں سفر کیا تھا۔ وہ سمندر کی وسعت اور اس کی موجوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ جب کشتی چلنے لگی تو اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ ڈر کے مارے بے تحاشہ رونے پیٹنے لگا۔ اس کی بے وقوفی اور بزدلی دیکھ کر بادشاہ کی طبیعت بے مزہ ہو گئی۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے غلام کو تسلی دینے کی کوشش کی لیکن وہ اس قدر گھبرایا ہوا تھا کہ اسے سمجھانے اور خاموش کرانے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اتفاق سے اس کشتی میں ایک دانا آدمی بھی سفر کر رہا تھا۔ اس نے بادشاہ سے عرض کیا "بادشاہ سلامت! اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے خاموش کر سکتا ہوں"۔ بادشاہ نے بخوشی اسے اجازت دے دی۔ دانا آدمی نے بادشاہ کے ملازموں سے کہا کہ اس غلام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔ ملازموں نے غلام کو سمندر میں پھینک دیا۔ جب وہ سمندر میں چند غوطے کھا چکا تو دانا آدمی نے ملازموں سے کہا کہ اب اسے کشتی میں کھینچ لو۔ ملازموں نے غلام کو بالوں سے پکڑ کر کشتی میں کھینچ لیا۔ کشتی پر آتے ہی غلام کا رونا پیٹنا اور چیخنا چلانا بند ہو گیا۔ اور وہ خاموشی سے کشتی کے ایک گوشے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ کو دانا کی تدبیر بہت پسند آئی۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت تھی؟ دانا نے کہا کہ اس نے کبھی ڈوبنے کی تکلیف نہیں اٹھائی تھی اور کشتی کے آرام کو نہیں جانتا تھا۔ جب ڈوبنے کے خطرے سے گذرا تو کشتی کی عافیت سمجھ میں آئی۔ اس لیے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ آرام اور سلامتی کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہو۔

نوٹ: اس کہانی موزوں عنوان دیجیے۔

مشق(2): ابن بطوطہ ان سیاحوں میں سے تھا جو مختلف ممالک کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈال کر سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ یہ تنجیر کا رہنے والا تھا۔ 1303ء میں پیدا ہوا بچپن ہی سے سیر و سیاحت کا بہت شوقین تھا۔ اکیس سال کی عمر تک اس خواہش کی تکمیل کے لیے اسے موقع نہ مل سکا مگر جب اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت آ گئی تو 1325ء میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

چھ صدی پہلے دنیا میں نہ ریلیں تھیں نہ ہوائی جہاز، راستے بھی انتہائی خطرناک اور دشوار گذار تھے۔ ایسے حالات میں ایک اکیس سالہ نوجوان کا دنیا کی سیاحت کے لیے نکل کھڑا ہونا اور سفر کی صعوبتوں کو خود دعوت دینا بڑی جرات کا کام تھا۔ چونکہ خوش اخلاق اور دور اندیشی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس لیے جہاں کہیں بھی گیا لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسے غریب الوطنی کا احساس نہ ہونے پایا۔

سب سے پہلے وہ قاہرہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں فلسطین اور یروشلم کے مشہور مقامات دیکھنے کے لیے قیام کیا۔ پھر عرب

کے ریگستانوں میں گھومتا پھرتا ایران پہنچا۔ یہاں سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ آیا۔ مکّے میں تین سال تک قیام کرنے کے بعد افریقہ کے بحری سواحل کی سیر کے لیے روانہ ہوا۔ عدن سے ہوتا ہوا افریقہ کے ساحل زنجبار کے آگے تک چلا گیا۔ خاص خاص مقامات کا بڑے غور سے مشاہدہ کیا اور یادداشت کے طور پر اہم باتیں نوٹ کر لیں۔

افریقہ کے ساحل سے بذریعہ جہاز خلیج فارس کے لیے روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر پھر وہ مکہ معظمہ آیا۔ اس مرتبہ اس کا ارادہ ہندوستان آنے کا تھا مگر جہاز نہ مل سکا اور مجبوراً ارادہ ترک کرنا پڑا۔ مگر بھلا وہ سکون سے کب بیٹھ سکتا تھا۔ اسے تو سیر وسیاحت کے ذریعے ساری دنیا کی معلومات حاصل کرنے کی دھن تھی۔ ہندوستان کا ارادہ ملتوی کرنے کے بعد بحر قلزم کو عبور کرکے دوبارہ مصر گیا۔ افریقہ کے دشوار گذار راستے جس کا بہت سا حصہ آج تک دریافت نہیں ہو سکا ہے اسے ہراساں نہ کر سکے اور وہ خشکی ہی کے راستے دریائے نیل تک جا پہنچا۔ وہاں سے وہ دوبارہ قاہرہ آیا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کرکے ایشیائے کوچک کے لیے روانہ ہوا اور شمال میں بہت دور تک نکل گیا۔ جنوبی روس کی بہت سی ریاستوں میں قیام کرکے وہاں کے باشندوں کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ ایک یونانی شہزادی کا ملازم ہو کر قسطنطنیہ آگیا۔ یہاں اسے ہندوستان جانے والا ایک قافلہ مل گیا۔ ملازمت ترک کرکے ابن بطوطہ اس قافلے کے ساتھ ہو گیا اور سمرقند، بخارا، خراسان اور کابل ہوتا ہوا ہندوکش پہاڑ تک آیا۔ 1333ء میں اس نے دریا سندھ عبور کرکے ملتان اور صوبہ سندھ کی سیر کی۔

اس وقت ہندوستان کا حکمران سلطان محمد تغلق تھا۔ ابن بطوطہ کی آمد کی خبر بادشاہ کو ملی۔ اس نے اسے دہلی آنے کی دعوت دی، اور جب وہ آیا تو اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا، تفصیل سے گفتگو کی۔ ابن بطوطہ کی صلاحیتوں کا اندازہ کرکے بہت متاثر ہوا۔ چنانچہ اس نے ابن بطوطہ کو دہلی کا قاضی مقرر کر دیا۔ ابن بطوطہ نے نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیے۔ آٹھ سال تک وہ دہلی میں مقیم رہا۔ 1342ء میں محمد تغلق نے اپنا سفیر بنا کر ایک وفد کے ساتھ اسے چین روانہ کیا۔

نوٹ: اس مضمون کو ایک موزوں عنوان دیجیے۔

مشق(3) رہن سہن کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں سے انسان کی شرافت تہذیب اور شائستگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ گفتگو سے بھی شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔ گفتگو کے خاص آداب ہوتے ہیں۔

ہمیشہ مناسب آواز سے گفتگو کرنا چاہیے۔ آواز نہ تو اتنی دھیمی ہو کہ سنائی نہ دے اور نہ اتنی سخت ہو کہ سننے والے کو ناگوار گذرے۔ جب کسی سے گفتگو کرو تو بولنے میں اس قدر جلدی نہ کرو کہ بات سمجھ میں نہ آئے۔ نہ اس قدر رک رک کر بولو کہ سننے والے کا جی اکتا جائے۔ لہجے میں بھی شیرینی ہونا چاہیے۔ کڑواہٹ نہیں۔

بات کیسی ہی اچھی یا ضروری ہو لیکن بے موقع یا بے وقت یا غیر موزوں مقام پر کہو گے تو ضرور بری معلوم ہو گی۔ کسی کی بات کاٹنا سخت عیب ہے۔ جب تک دوسرے شخص کی گفتگو ختم نہ ہو تم ہرگز اپنی بات شروع نہ کرو۔ البتہ کوئی سخت ضرورت ہو تو پہلے اس شخص سے معافی مانگو تب بات کہو۔

بات کہنے سے پہلے سوچ لیا کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ "پہلے تولو پھر بولو" بغیر سوچے بولنا ٹھیک نہیں۔ بعض دفعہ اس سے

شرمندگی یا نقصان بھی اٹھانا پڑ سکتا ہے۔ ایک ہی بات بار بار کہنا یا ایک ہی لفظ بار بار دہرانا نہیں چاہیے۔

گفتگو کے وقت بہت تیزی یا غصّہ ظاہر کرنا، سخت لفظ بولنا، گڑگڑانا، ہاتھ جوڑ کر بات کہنا، بے حیائی اور مسخرے پن کی باتیں زبان پر لانا مناسب نہیں ہے۔ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا اتنا ہی برا ہے جتنا دوسروں کی جھوٹی تعریف کرنا۔ ان باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔

ایسی باتیں لوگوں کے سامنے بیان نہ کیا کرو جن کی سچائی میں خود تم کو شک ہو۔ اگر اتفاق سے ایسی بات کہنی پڑے تو اس کے ساتھ ہی شک بھی ظاہر کر دو۔ کسی کے عقیدے یا مذہب یا بزرگوں کی شان میں بُرا لفظ ہرگز زبان پر نہ لاؤ۔

چھوٹوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے گفتگو کرو۔ غرور اور شیخی نہ جتاؤ۔ کوئی حقارت کا لفظ نہ بولو۔ اُن کے کسی قصور پر ملامت کرنا ہو تو دوسروں کے سامنے نہ کرو۔

چغل خوری یا غیبت بڑی اخلاقی برائی ہے۔ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جب چغل خور یا غیبت کرنے والے کی قلعی کھل جاتی ہے تو اس کو شرمندگی ہوتی ہے۔ چغل خوری صرف یہ نہیں کہ ایک کی بات دوسرے سے کہدی بلکہ کسی شخص کا کوئی ایسا کام جس کے ظاہر کرنے سے اس کو تکلیف پہنچے، اس کا ظاہر کرنا بھی چغل خوری ہے۔

چغل خور کی بات پر کبھی یقین نہ کرو۔ اس کے کہنے سے کسی کی طرف بدگمانی مت کرو۔ اگر کوئی تمہارے سامنے کسی کی چغلی کرے تو منع کر دو اور سمجھا دو کہ یہ برا کام ہے۔ ہمیشہ سچ بولو۔ خواہ اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو۔ مثل مشہور ہے۔ "سانچ کو آنچ نہیں" جھوٹ کبھی نہ بولو۔ کہتے ہیں کہ جھوٹے کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ ایک نہ ایک دن اس کے جھوٹ کا پول کھل ہی جاتا ہے اور سچ کی جیت ہوتی ہے۔

نوٹ: اس مضمون کو کوئی موزوں عنوان دیجیے۔

16.9 نمونہ امتحانی سوالات

16.9.1 معروضی سوالات:

1) کون سی مہارت لسانی مہارتوں میں شامل نہیں ہے؟

A) گانا　B) پڑھنا　C) سننا　D) بولنا

2) مطالعے یا پڑھنے کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟

A) تین　B) چار　C) پانچ　D) چھے

3) تحریر کا مجموعی مفہوم یا اس کا موضوع معلوم کرنا کس مطالعے کا مقصد ہوتا ہے۔

A) اجمالی مطالعہ　B) سطحی مطالعہ　C) خاموش مطالعہ　D) وسیع مطالعہ

4) رسکن بونڈ کتابوں کو کس نام سے یاد کرتا ہے؟

A) تنہائی کی ساتھی　B) سفر کی ساتھی　C) شاہی کھانا　D) شاہی خزانہ

5) کس کے مطالعے میں پڑھنے کی رفتار تیز نہیں ہوتی ہے؟

A)ناول B)افسانہ C)درسی کتاب D)کومکس کی کتاب

16.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1. پڑھنے کے عمل میں شامل تین عناصر کی وضاحت کیجیے۔
2. خاموش مطالعہ پر اظہار خیال کیجئے۔
3. بتایئے کہ شہد کی مکھیاں ترسیل کا عمل کس طرح انجام دیتی ہیں؟
4. اجمالی مطالعے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
5. ہندوستان میں ابن بطوطہ کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔

16.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1. پڑھنے کی عادت پر دس سطری مضمون لکھیے۔
2. گہرے مطالعے کی خصوصیات واضح کیجئے۔
3. گفتگو کے آداب پر پندرہ جملے لکھیے۔

16.9.1 کے جوابات:

(i) A (ii) B (iii) D (iv) D (v) C

نمونۂ امتحانی پرچہ

نشانات : ۷۰ Marks: 70 وقت: 3 گھنٹے Time :3hours

ہدایات :

یہ پرچۂ سوالات تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہیں۔

1۔ حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں، جو کہ معروضی سوالات / خالی جگہ پُر کرنا / مختصر جواب والے سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔ **(1x10= 10Marks)**

2۔ حصہ دوم میں آٹھ سوالات ہیں، ان میں سے طالب علم کو کوئی پانچ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 6 نمبرات مختص ہیں۔ **(5x6=30 Marks)**

3۔ حصہ سوم میں پانچ سوالات ہیں، ان میں سے طالب علم کو کوئی تین سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ **(3x10=30 Marks)**

حصہ اول

سوال:1

(i) اسم کس زبان کا لفظ ہے؟

(a) اردو (b) فارسی (c) عربی (d) ترکی

(ii) ذیل میں سے کون سا لفظ ضمیر ہے؟

(a) وہ (b) چند (c) عمارت (d) شہر

(iii) زمانے کے لحاظ سے فعل کی کتنی قسمیں ہیں؟

(a) ایک (b) دو (c) تین (d) چار

(iv) حرف ربط کسے کہتے ہیں؟

(a) جو دو لفظوں کو جوڑے (b) جو دو لفظوں کو بڑھائے (c) حذف کرنے کو (d) ختم کرنے کو

(v) اسم جنس کتنی طرح کا ہوتا ہے؟

(a) ایک (b) دو (c) تین (d) چار

(vii) عالم کا مؤنث کیا ہو گا؟

(a) عالمہ (b) علما (c) عالمات (d) عالمین

(vii) احمد نیک لڑکا ہے۔ کون سا جملہ ہے ؟

(a) مفرد جملہ (b) مرکب جملہ (c) کامل جملہ (d) مطلق جملہ

(viii) محاورہ کی جمع کیا ہو گی ؟

(a) محاورات (b) محاورے (c) محاورتین (d) محاورین

(ix) درخواست کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(a) التماس (b) سفارش (c) مانگنا (d) دینا

(x) رمز کے کیا معنی ہیں ؟

(a) اشارہ یا علامت (b) راز (c) واضح (d) دیکھنا

حصہ دوم

2۔ اسم کیفیت کو مثالوں کے ذریعہ بیان کیجیے۔

3۔ کلمہ کسے کہتے ہیں۔ لکھیے،

4۔ تعداد سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔ توضیح دیجیے۔

5۔ جنس حقیقی کو مثالوں سے ثابت کیجیے۔

6۔ جملہ خبریہ کی تعریف اور مثالوں پر ایک نوٹ لکھیے۔

7۔ محاورے کے لغوی معنٰی تحریر کیجیے۔

8۔ اپنے کسی دوست کو ایک خط لکھیے۔ جس میں اپنی پڑھائی کے متعلق بتائیے۔

9۔ اچھی عبارت لکھنے کے لیے کن چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

حصہ سوم

10۔ اسم کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی قسموں پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

11۔ جنس کسے کہتے ہیں۔ مع اقسام کے بیان کیجیے۔

12۔ معنٰی کے اعتبار سے جملے کی اہم قسموں کا تعارف کرائیے۔

13۔ سابقے اور لاحقے میں کیا فرق ہے ؟

14۔ خط کے اجزا پر مفصل مضمون لکھیے۔